حبطِ اعمال کا باعث افعالِ شنیعہ

سیّد علی عمران رضوی
ایڈووکیٹ

حلقۂ اربابِ فکر و نظر پاکستان

ناشر : حلقۂ اربابِ فکر ونظر پاکستان،
تھرڈ فلور، اسحاق ٹیلرز بلڈنگ، 186۔ نیوانارکلی، لاہور۔
فون: 37320114 ؛ 37324311
فیکس: 37324378
ویب سائٹ: www.fikronazar.org

کمپوزنگ : سیّد محمد محسن رضا کاظمی
پروف ریڈنگ : سیّد محمد منصور علی
پرنٹنگ : سیّد اختر حسین نقوی
سنِ اشاعت : 2013ء
تعداد : 1000
ہدیہ : 400 روپے
طابع : امتیاز فیاض پرنٹنگ پریس، اردو بازار، لاہور۔

عکس

حبطِ اعمال

اللہ جل شانہٗ سورۃ الملک میں موت وحیات کی تخلیق کا مقصد بایں الفاظ بیان کرتا ہے:

''اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط''(آیت ۲)

یعنی انسان کو زندگی اس لیے ملتی ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کو دکھلا سکے کہ وہ اس کی بندگی میں سب سے اچھا عمل کیا انجام دیتا ہے۔ ''اَحْسَن'' اسمِ تفضیل ہے جو عربی میں اسمِ صفت کی سب سے آخری ڈگری ہے۔ 'احسن' کی منزل پر بہت سے اعمال نہیں ہیں، بلکہ تمام اعمال میں سے سب سے حسین عمل جو مالک کو پسند ہو۔

انسان عمر بھر نیک اعمال کی گٹھڑی کو بڑے سے بڑا کرنے میں مشغول رہتا ہے، مگر اس طرف دھیان نہیں دیتا کہ کوئی ایسا بھی ہے جو ان اعمال پہ حسد کی نظر جمائے ہوئے ہے۔ یہ وہی ہے جو صدور النّاس (انسانوں کے سینوں) میں وسوسے ڈالتا ہے اور اُن سے ایسی ایسی حرکات سرزد کرواتا ہے کہ ان کے نیک اعمال اکارت ہو جاتے ہیں۔

آیئے دیکھیں، کیسے؟

کڑاکے کی سردی پڑ رہی ہے۔ صاحبزادے بڑی محنت سے وضو کر کے سردی سے کانپتے کانپتے مسجد پہنچے۔ مغرب وعشاء کی ادائیگی کے بعد گھر لوٹے تو ابا جان نے کہا: بیٹا! جب تم نماز کے لیے جا رہے تھے، میں تمہیں بتانا بھول گیا تھا کہ

میری کھانسی والی دوائی ختم ہو چکی ہے۔ اب ذرا تکلیف کرو اور دوائی لے آؤ۔ میاں صاحبزادے باوجود سردی کے گرم ہو گئے، اور بڑی تنگ مزاجی سے بولے: آپ کو تو بہانہ چاہیے وقت بے وقت تنگ کرنے کا۔ اَب اس سردی میں میں دوبارہ نکلنے سے تو رہا۔ آج کی رات ایسے تیسے نکالیئے، کل دوائی آ جائے گی۔ ابا جان نے کھانستے کھانستے نمناک آنکھوں کو لحاف میں چھپالیا۔ شفقتِ پدری نے صاحبزادے کو کچھ سنانے سے روک لیا۔ مگر ان دونوں کا خالق نہیں رُکا۔ اُس کو صاحبزادے کی حرکت بہت بُری لگی۔ اُس نے فوراً کہا:

''وَ قَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا ۝'' (سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۲۳)

(اور تمہارے پروردگار نے قطعی حکم دے دیا ہے کہ اُس کے سِوا کسی کی عبادت نہ کرو، اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو۔ اگر ان دونوں میں سے ایک یا دونوں ہی تمہارے پاس بڑھاپے (کی عمر) کو پہنچ جائیں، تو تم اُن دونوں کو اُف تک نہ کہو اور نہ اُن کو جھڑکو، اور اُن کے لیے بہت اچھی بات کہا کرو۔)

رسالتمآبؐ ہمارے لیے ''اُسوۂ حسنہ'' ہیں۔ اُن کے اقوال و افعال ہمارے لیے واجب الاطاعت ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اُن کی بلا چون و چرا اطاعت کا حکم بایں الفاظ دیا ہے:

''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ کَجَهْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ o''

(سورۃ الحجرات، آیت ۲)

یعنی اے ایمان والو! تم اپنی آوازوں کو نہ تو نبیؐ کی آواز سے بلند کرو، اور نہ ہی اُن سے اونچی آواز سے بات کیا کرو جس طرح تم آپس میں بات کرتے ہو، ورنہ تمہارے اعمال حبط ہو جائیں گے، اور تمہیں شعور بھی نہیں ہوگا۔

ایک شخص نماز پڑھتا ہے؛ رمضان کے روزے رکھتا ہے؛ حسبِ نصاب زکوٰۃ ادا کرتا ہے؛ خمس کی ادائیگی میں بھی ڈنڈی نہیں مارتا؛ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں بھی حسبِ توفیق سعی کرتا ہے،

مگر

کسی ایک امر میں بھی ختمی مرتبتؐ کی حدیث یا اُن کی سُنّت کو نظر انداز کر کے اپنی مرضی کرتا ہے، تو اس کی مثال حُکمِ رسولؐ پر حَکَم بننے کی ہے جو اتنا بڑا گناہ ہے کہ انسان کو شعور بھی نہیں ہوتا اور اُس کے کل کے کل اعمال حبط ہو جاتے ہیں۔

''المنجد'' کے مطابق ''حَبط'' کے معنی ہیں — بے کار ہونا، خراب ہونا، برباد ہونا۔ ''حَبط'' کا تعلق جب عمل سے ہو تو اس کے معنی ہوں گے اعمال بے کار ہو جانا؛ اکارت جانا؛ ضائع ہو جانا۔

حبط شدہ اعمال اپنی حیثیت ہی کھو دیتے ہیں یعنی ''null and void'' ہو جاتے ہیں، باطل ہو جاتے ہیں۔ کوئی عمل ایسا نہیں جو انہیں بحال کرا سکے۔ اسی لیے

جن کے اعمال حبط ہو جائیں وہ خسارہ پانے والوں میں داخل ہو جاتے ہیں۔ روزِ حشر نہ تو اُن کے لیے کوئی میزان قائم ہوگی (کیونکہ اُن کے اعمال تو دنیا ہی میں باطل ہو چکے)، اور نہ ہی شفاعت کے لیے وہ کسی کو اپنا مددگار پائیں گے۔ اُن کا ٹھکانہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نارِ جہنم ہوگا۔

اس لیے ایسے افعال کے بارے میں جاننا از حد ضروری ہے، جو اعمال کو حبط کر دیتے ہیں۔ یہ حبطی انسانوں سے شیطان اتنے غیر محسوس اور پُر فریب انداز میں کرواتا ہے کہ انہیں خبر ہی نہیں ہوتی۔ اُن کی بے شعوری میں وہ اپنی کارروائی ڈال کر چل دیتا ہے۔

ایک دلچسپ مثال ملاحظہ فرمایئے!

شیخ صدوقؒ کتاب امالی میں حضرت سلمان فارسیؓ سے نقل کرتے ہیں:

''ابلیس چند ان لوگوں کے پاس سے گزرا جو امیر المومنین علیہ السلام کو گالیاں دے رہے تھے، وہ ان کے سامنے بیٹھ گیا، ان لوگوں نے اس سے پوچھا تو کون ہے جو ہمارے سامنے بیٹھ گیا؟

اس نے کہا: میں ابو مرہ ہوں۔ انہوں نے کہا: ہماری باتوں کو سنا ہے۔ اس نے کہا تمہارا برا ہو، اپنے مولا علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کو برا بھلا کہتے ہو۔ انہوں نے کہا: تجھے کیسے معلوم کہ وہ ہمارا ولیٔ امر ہے؟ اس نے کہا تمہارے پیغمبر کا کلام ہے کہ اس نے فرمایا:

''من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ و انصر من نصرہ و اخذل من خذلہ''

(جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے۔اے خدا جو علیؑ کو دوست رکھے تو اس کو دوست رکھ؛ جو اس سے دشمنی رکھے، تو اس سے دشمنی رکھ؛ جو علیؑ کی مدد کرے تو اس کی مدد کر۔)

پھر انہوں نے اس سے کہا: کیا تو حضرت علیؑ کے شیعوں اور موالیوں میں سے ہے؟ اس نے کہا کہ میرے پاس ان کی ولا نہیں ہے، میں ان کے شیعوں میں سے نہیں ہوں۔ جو بھی ان کے ساتھ دشمنی رکھتا ہے میں اس کے مال اور اولاد میں شریک ہو جاتا ہوں۔

انہوں نے کہا: علی علیہ السلام کے متعلق کوئی حدیث نہیں کہو گے؟

اس نے کہا: اے وہ گروہ! جنہوں نے اپنے عہد کو توڑا اور ظلم کیا اور دین سے خارج ہو گئے، غور سے سنو تا کہ تمہارے لئے کچھ کہوں۔ میں نے جنوں کے درمیان بارہ ہزار سال خدا کی عبادت کی۔ جب وہ سب کے سب ہلاک ہو گئے تو میں نے اپنی تنہائی کی خدا کے سامنے شکایت کی۔ مجھے دنیا سے آسمان پر لے گئے۔ وہاں بھی میں نے فرشتوں کے ساتھ بارہ ہزار سال خدا کی عبادت کی۔ جب میں خدا کی تسبیح اور تقدیس میں مشغول تھا، اچانک ایک نور جس کی چمک اور روشنی بہت زیادہ تھی ہمارے سامنے سے گزرا۔ تمام فرشتوں نے اس نور کے لئے سجدہ کیا، اور انہوں نے کہا: ''سبوح قدوس'' پاک اور منزہ ہے خدا۔ یہ نور کسی فرشتہ مقرب یا پیغمبر مرسل کا ہے، تو اس وقت ندا آئی: یہ نور علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کی طینت کا نور ہے۔

(مناقبِ اہلِ بیتؑ، حصہ اوّل، صفحات ۱۹۴ تا ۱۹۵)

اس واقعہ میں شیطان نے علیؑ پر سبّ وشتم کرنے والوں کو علیؑ کی حقیقت

سے آشنا کر کے اُن کے جُرم کو نا قابلِ معافی بنا دیا۔ ہو سکتا تھا کہ علیؑ کی حقیقت سے نا آشنائی کے باعث اُن کی معافی کی کوئی راہ نکل آتی، مگر جب شیطان نے انہیں علیؑ کے بارے میں کھول کھول کر بیان کر دیا، تو اس کے بعد علیؑ پر سبّ وشتم اُن کو قہر و غضبِ الٰہی سے نہیں بچا سکتا۔ حدیثِ ختمی مرتبتؐ ہے:

''مَنْ سَبَّ عَلِیًّا فَقَدْ سَبَّنِیْ''

(جس نے علیؑ کو گالی دی، اُس نے مجھے گالی دی)

(''سیرتِ حضرت امیر معاویہ''، صفحہ ۵۰۳)

یہ واقعہ عہدِ معاویہ کا ہے جب امام العالمین علیؑ ابنِ ابی طالبؑ پر اعلانیہ تبرّا کیا جاتا تھا۔ امام علیؑ پہ چونکہ اتمامِ نعمت ہوا، اس لیے ان سے حسد کے ناتے جلنے والے بے شمار تھے، اور وہ اپنے خبثِ باطن کا اظہار علیؑ پہ سبّ وشتم کی شکل میں کرتے تھے۔ یہ سب سبّاب غدیرِ خم پہ موجود تھے جب رسالتمآبؐ نے فرمایا:

''مَعَاشِرَ النَّاسِ! اِنَّ اِبْلِیْسَ اَخْرَجَ اٰدَمؑ مِنَ الْجَنَّةِ بِالْحَسَدِ فَلَا تَحْسُدُوْهُ فَتَحْبِطَ اَعْمَالُكُمْ وَتَزِلَّ اَقْدَامُكُمْ فَاِنَّ اٰدَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ اُهْبِطَ اِلَی الْاَرْضِ بِخَطِیْئَةٍ وَّاحِدَةٍ وَهُوَ صَفْوَةُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَكَیْفَ بِكُمْ وَاَنْتُمْ اَنْتُمْ وَمِنْكُمْ اَعْدَآءُ اللّٰهِ۔'' (''خطبۂ غدیر''، صفحہ 16)

(لوگو! ابلیس نے آدمؑ کو حسد کے سبب جنت سے نکلوایا، تو تم علیؑ سے حسد نہ کرنا ورنہ تمہارے کل اعمال حبط ہو جائیں گے اور تمہارے قدم ڈگمگا جائیں گے۔ آدمؑ صرف ایک ترکِ اولیٰ کی وجہ سے زمین پر اتارے گئے تھے، حالانکہ خدا کے برگزیدہ بندے تھے تو پھر تمہاری کیا حالت ہو گی۔ جس

حال میں تم ہو، جو کچھ ہو، اور تم میں بعض خدا کے دشمن بھی موجود ہیں۔)

مَعَاشِرَ النَّاسِ! اِنَّمَا اَکْمَلَ اللّٰہُ عَزَّ وَ جَلَّ دِیْنَکُمْ بِاِمَامَتِہٖ ، فَمَنْ لَّمْ یَاْتَمَّ بِہٖ وَ بِمَنْ یَّقُوْمُ مَقَامَہٗ مِنْ وُّلْدِیْ مِنْ صُلْبِہٖ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَ عُرِضَ عَلَی اللّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ فَاُولٰئِکَ الَّذِیْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ وَ فِی النَّارِ ھُمْ خَالِدُوْنَ، لَا یُخَفِّفُ اللّٰہُ عَنْھُمُ الْعَذَابَ وَ لَا ھُمْ یُنْظَرُوْنَ۔ (''خطبۂ غدیر''، صفحہ 14)

(اے لوگو! سوائے اس کے نہیں ہے کہ خدائے عزوجل نے دین کو اس کی امامت کے ساتھ کامل کیا ہے تو جو شخص اس کو امام نہ مانے اور اس کے بعد قیامت تک میری اولاد سے اور اس کے صلب سے جو اس کے قائم مقام ہوں، ان کو امام نہ مانے تو جب وہ خدا کے حضور پیش کیا جائے گا تو ان میں سے ہوگا جن کے کل اعمال حبط اور بے نتیجہ ہو جائیں گے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنے والے ہوں گے۔ اللہ ان کے عذاب میں تخفیف نہ فرمائے گا، اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔)

علیؑ سے حسد کے باعث تمام حاسدین و سبّاب کے کل اعمالِ صالحہ تو بموجبِ فرمانِ رسالتؐ حبط ہو چکے، اَب اُن کے گُن گانے اور کارنامے گنوانے کا کیا فائدہ؟

اللہ نے قرآن میں وہ افعالِ شنیعہ گنوائے ہیں، جو نیک اعمال کو حبط کر دیتے ہیں۔ آیئے، ہم اپنا محاسبہ کریں کہ کہیں ہم بھی تو شیطان کے بہکاوے میں آ کر ایسے کسی فعل کا ارتکاب تو نہیں کرتے۔

باب اوّل

حبطِ اعمال کا باعث افعالِ شنیعہ

ربِّ لم یزل ولا یزال فرماتا ہے:

"ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِىْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝" (سورۃ الانعام، آیت ۸۸)

((صراطِ مستقیم) اللہ کی طرف سے ہدایت کا راستہ ہے۔ بندوں میں سے جو اس راستے پر چلتے ہیں وہ اسی سے ہدایت پاتے ہیں۔ اگر کوئی شرک کا ارتکاب کرتا ہے، تو اس کے تمام اعمال اکارت ہو جاتے ہیں۔)

"اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّ يَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝" (سورۂ آلِ عمرانؑ، آیات ۲۱۔۲۲)

(بے شک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں، اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے ہیں اور انسانوں میں سے جو لوگ عدل کا حکم دیتے ہیں، ان کو بھی قتل کرتے ہیں۔ پس تو انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں حبط (اکارت) ہو گئے، اور اُن کا کوئی بھی مددگار نہ ہوگا۔)

۞ ''وَ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ لِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ؕ هَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۟'' (سورة الاعراف، آیت ۱۴۷)

(اور وہ لوگ جنھوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا، ان کے اعمال ضائع ہو گئے۔ کیا اُن کو سوائے اس کے جو وہ عمل کرتے تھے، کچھ اور بدلہ دیا جائے گا؟)

۞ ''اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَ لِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا ۝ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا کَفَرُوْا وَ اتَّخَذُوْٓا اٰیٰتِیْ وَ رُسُلِیْ هُزُوًا ۝'' (سورة الکهف، آیات ۱۰۵ تا ۱۰۶)

(یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں اور اس کی ملاقات سے انکار کیا، پس ان کے اعمال اکارت ہو گئے۔ پھر ہم ان کے لیے قیامت کے دن کوئی میزان قائم نہ کریں گے۔ یہ ان کا بدل جہنم اس لیے ہوگا کہ انھوں نے کفر کیا تھا اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کو ٹھٹھا مخول بنالیا تھا۔)

۞ ''کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِتَالُ وَ هُوَ کُرْهٌ لَّکُمْ وَ عَسٰٓی اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْئًا وَّ هُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَ عَسٰٓی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّکُمْ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۟ یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِیْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِیْهِ کَبِیْرٌ ؕ وَ صَدٌّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ کُفْرٌۢ بِهٖ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَکْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ الْفِتْنَةُ اَکْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ وَ لَا یَزَالُوْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ

حَتّٰی یَرُدُّوْکُمْ عَنْ دِیْنِکُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ط وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَیَمُتْ وَهُوَ کَافِرٌ فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ج وَ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ o "(سورۃ البقرہ، آیات ۲۱۶۔۲۱۷)

(تم پر جہاد واجب کیا گیا ہے حالانکہ وہ تم کو ناگوار ہے اور شاید تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور عجب نہیں کہ تم ایک چیز کو پسند کرو درآں حالیکہ وہ تمہارے حق میں بری ہو، اور خدا تو جانتا (ہی) ہے مگر تم نہیں جانتے ہو۔ (اے رسولؐ!) وہ تم سے حرمت والے مہینہ کی بابت پوچھتے ہیں کہ اس میں لڑنا کیسا ہے؟ کہہ دو کہ اس میں جنگ کرنا بڑا گناہ ہے، اور (یاد رکھو کہ) خدا کی راہ سے روکنا اور خدا کا انکار کرنا اور مسجد الحرام سے روکنا اور اس کے اہل کو اس سے نکال دینا خدا کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے اور فساد برپا کرنا خونریزی سے بڑھ کر ہے، اور وہ برابر تم سے لڑائی کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ اگر ان کا بس چلے تو وہ تم کو تمہارے دین سے برگشتہ کر دیں۔ اور (یاد رکھو) تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے برگشتہ ہو جائے گا پھر مر جائے گا اس حالت میں کہ وہ کافر ہو تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت گئے، اور یہی لوگ دوزخی ہیں (اور) وہ ہمیشہ اسی میں رہنے والے ہیں۔)

"وَمَنْ یَّکْفُرْ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ o ع "(سورۃ المائدہ، آیت ۵)

(اور جو شخص ایمان کے ساتھ کفر کرے گا تو یقیناً اس کا عمل ضائع ہو گیا، اور

وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔)

"یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا الۡیَھُوۡدَ وَالنَّصٰرٰۤی اَوۡلِیَآءَ بَعۡضُھُمۡ اَوۡلِیَآءُ بَعۡضٍ ؕ وَمَنۡ یَّتَوَلَّھُمۡ مِّنۡکُمۡ فَاِنَّہٗ مِنۡھُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۵۱﴾ فَتَرَی الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِھِمۡ مَّرَضٌ یُّسَارِعُوۡنَ فِیۡھِمۡ یَقُوۡلُوۡنَ نَخۡشٰۤی اَنۡ تُصِیۡبَنَا دَآئِرَۃٌ ؕ فَعَسَی اللّٰہُ اَنۡ یَّاۡتِیَ بِالۡفَتۡحِ اَوۡ اَمۡرٍ مِّنۡ عِنۡدِہٖ فَیُصۡبِحُوۡا عَلٰی مَاۤ اَسَرُّوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِھِمۡ نٰدِمِیۡنَ ﴿ؕ۵۲﴾ وَیَقُوۡلُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَھٰۤؤُلَآءِ الَّذِیۡنَ اَقۡسَمُوۡا بِاللّٰہِ جَھۡدَ اَیۡمَانِھِمۡ ۙ اِنَّھُمۡ لَمَعَکُمۡ ؕ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُھُمۡ فَاَصۡبَحُوۡا خٰسِرِیۡنَ "(سورۃ المائدہ، آیات ۵۱ تا ۵۳)

(اے وہ لوگو! جو ایمان لا چکے ہو، تم یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور تم میں سے جو انہیں دوست بنائے گا تو وہ یقیناً انہیں میں سے ہو جائے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والی قوم کی راہنمائی نہیں کرتا۔ پس (اے رسولؐ!) جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے تو انہیں دیکھتا ہے کہ وہ اُن کے بیچ سُرعت سے جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم ڈرتے ہیں کہ ہم پر کوئی گردش نہ آ پڑے۔ پس قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ (نمایاں) فتح یا اپنی طرف سے کوئی اور امر لے آئے۔ پھر یہ (منافق) جو کچھ اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں، اُس پر نادم ہوں، اور وہ لوگ جو

ایمان لا چکے کہیں گے کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جو اتنی سخت قسمیں کھاتے تھے، کہ وہ یقیناً تمہارے ساتھ ہیں ۔ اُن کے اعمال ضائع ہو گئے ، پھر وہ نقصان اٹھانے والے ہو گئے ۔)

❁ ''مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ط اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ صلے ج وَ فِى النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ٥'' (سورۃ التوبہ، آیت ۱۷)

(مشرکین کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ کی مساجد کو آباد کریں جبکہ ان کے ہر ہر نفس سے (بدیہی حقیقتوں ـــــ توحید، نبوت اور امامت) کی تکذیب عیاں ہے۔ (اس کفر کے باعث) ان کے اعمال اکارت ہو گئے ہیں، اور وہ (جہنم کی) آگ میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں ۔)

❁ ''كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّ اَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ط فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَ خُضْتُمْ كَالَّذِىْ خَاضُوْا ط اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ج وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ٥'' (سورۃ التوبہ، آیت ۶۹)

(مثل ان لوگوں کے جو تم سے پہلے تھے کہ وہ قوت میں تم سے فزوں تر تھے، اور مال اور اولاد میں تم سے زیادہ تھے۔ پس انہوں نے اپنے حصہ سے فائدہ اٹھایا۔ پھر تم نے اپنے حصہ سے ویسا ہی نفع اٹھایا جیسا کہ تم سے پہلے والوں

نے اپنے حصہ سے نفع اٹھایا تھا اور تم نے ویسی تاویلیں گھڑیں، جیسی انہوں نے گھڑی تھیں۔ انہی لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت ہو گئے، اور یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔)

''مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ٥ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ز صلے وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ٥'' (سورۂ ھودؑ، آیات ۱۵۔۱۶)

(جو کوئی دنیا کی زندگانی اور اُسی کی زینت چاہتا ہے ہم اس (دنیا) میں ہی اُنہیں اُن کے اعمال کا پورا پورا (بدلہ) دے دیں گے، اور اُنہیں اُس میں کم نہ دیا جائے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں سوائے (دوزخ کی) آگ کے اور کچھ نہیں ہے، اور جو کچھ انہوں نے اس (دنیا) میں کیا تھا وہ سب ضائع ہو گیا، اور جو کچھ وہ کیا کرتے تھے، وہ سب باطل ہو گیا۔)

''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ٥'' (سورۃ الحجرات، آیت ۲)

(اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ہو تم اپنی آوازوں کو نبیؐ کی آواز پر بلند نہ کرو، اور نہ ان سے اونچی آواز سے بات کیا کرو جس طرح کہ تم ایک دوسرے سے بلند آواز سے بولتے ہو کہ تمہارے اعمال حبط (اکارت) ہو جائیں، اور تمہیں شعور بھی نہ ہو۔)

مندرجہ بالا آیات کا مطالعہ کرنے سے جو افعال حبطِ اعمال کا باعث نظر آتے ہیں، درج ذیل ہیں:

(۱) شرک؛(الانعام، ۸۸)
(۲) انبیاءؑ کو قتل کرنا؛(آلِ عمرانؑ،۲۱)
(۳) آیات اللہ کا انکار؛(آلِ عمرانؑ،۲۱؛الاعراف،۱۴۷؛الکہف ۱۰۵)
(۴) ارتداد(یعنی اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کر لینا)؛(البقرہ،۲۱۷؛المائدہ،۵)
(۵) اللہ کی راہ سے روکنا؛(البقرہ،۲۱۷)
(۶) معاشرے میں انصاف قائم کرنے کے خواہاں افراد کا قتل؛(آلِ عمرانؑ،۲۱)
(۷) جہاد سے جی چُرانا؛(البقرہ، ۲۱۶)
(۸) ماہِ حرام میں لڑنا؛(البقرہ، ۲۱۷)
(۹) مسجدِ حرام سے روکنا؛(البقرہ،۲۱۷)
(۱۰) مکہ سے اخراج؛(البقرہ،۲۱۷)
(۱۱) فتنہ انگیزی؛(البقرہ،۲۱۷)
(۱۲) نبیؐ کی آواز پر اپنی آواز کو بلند کرنا(الحجرات،۲)
(۱۳) اہلِ شرک کا مساجد کو آباد کرنا؛(التوبہ،۱۷)
(۱۴) دنیا کی رنگینیوں میں کھو جانا؛(ھودؑ،۱۵۔۱۶)
(۱۵) مالِ دنیا میں مست انسانوں کی پیروی کرنا؛(التوبہ،۶۹)
(۱۶) یہود و نصاریٰ سے دوستی؛(المائدہ،۵۱۔۵۳)
(۱۷) ''لقاء الآخرہ'' کا انکار؛(الاعراف،۱۴۷؛الکہف،۱۰۵)

آیئے، اب ان افعالِ شنیعہ کا تفصیلی جائزہ لیں، جو انسان کے اعمالِ صالحہ پر پانی پھیر دیتے ہیں۔

باب دومؔ

اللہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ اُس کے سِوا کوئی معبود نہیں ہے۔ کہنے کو تو ہم اس امر کی شہادت بھی متعدد بار دیتے ہیں کہ:

''اَشۡهَدُ اَنۡ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحۡدَهٗ لَا شَرِيۡكَ لَهٗ''

(تشہدِ نماز)

کیا ہم اُسے ایسا مانتے بھی ہیں؟ ــــ ہرگز نہیں!

کیوں؟

اس لیے کہ ہم اپنے ہر کام میں اُس کی رضا کا خیال نہیں کرتے، بلکہ اپنی خواہشاتِ نفسانی کو اُس کی رضا پر مقدم جانتے ہیں۔

اُسے وحدہٗ لاشریک ماننے کا صرف اور صرف ایک ہی مطلب ہے کہ ہم اپنے ہر قول و فعل میں اُس کے احکامات کی اطاعت کریں۔ اُس کے احکامات ہم تک اُس کے آخری نبی حضرت محمدؐ کے ذریعے پہنچے۔ اس لیے حضرت محمدؐ کے احکامات کی اطاعت بھی واجب ٹھہری کیونکہ اُن کے احکامات دراصل احکاماتِ الٰہیہ ہیں۔ ان احکاماتِ الٰہیہ کی اطاعت کیسے ہو؟ اس کے لیے ہم میں کوئی ایسا رول ماڈل ہونا چاہیے جو ہمیں احکاماتِ الٰہیہ کی اطاعت کر کے دکھائے اور ہم اُس کی اتباع کرتے ہوئے احکاماتِ الٰہیہ کو بجالائیں۔

اللہ نے قرآن میں احکاماتِ الٰہیہ کی تفہیم و اتباع کے لیے حسب ذیل منشور دیا ہے:

''فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۧ''(سورۃ الاعراف، آیت ۱۵۷)

(ترجمہ: پس وہ لوگ جو اس (رسولؐ) پر ایمان لائے، ان کی عزت و تکریم کی، ان کی نصرت کی اور اس نور کی اتباع کی جو ان کے ساتھ نازل ہوا ہے، فلاح پانے والے ہیں۔)

یعنی ـــ

(۱) رسولؐ پر ایمان؛

(۲) رسولؐ کی عزت و تکریم؛

(۳) رسولؐ کی نصرت؛ اور

(۴) اُس نور کی اتباع جو رسولؐ کے ساتھ نازل ہوا۔

پہلے تین کام رسولؐ کے حوالے سے ہیں اور چوتھا کام اُس نور کے حوالے سے ہے، جو رسولؐ کے ساتھ نازل ہوا۔

رسولؐ پر ایمان کا مطلب ہے کہ صرف اور صرف رسولؐ کو اللہ وحدہٗ لاشریک کا فرستادہ نمائندہ سمجھا جائے اور اس کے علاوہ کسی اور کو خدائی پیامبر نہ سمجھا جائے۔ اگر ہم حضرت محمدؐ کے مقابل کسی اور کو بھی اللہ کا پیغمبر، کسی بھی معنی میں، مانتے ہیں، تو یہ بھی شرک ہوگا کیونکہ ہم نے اُس کے واحد نمائندہ کے مقابل کسی اور کو لا کھڑا کیا۔ اس لیے:

''اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ''

لازم ٹھہرا۔ صرف زبان کی حد تک نہیں، بلکہ ایمان کی حد تک۔

جب ہم ایمانی اعتبار سے حضرت محمدؐ کو اللہ کا واحد نمائندہ سمجھیں گے تو ہم پہ

لازم ہوگا کہ ہم ان کے تمام احکامات کی عزت وتکریم کریں۔ احکامات کی عزت وتکریم کا تقاضا ہے کہ اُن کے حکم پر سرِ تسلیم خم کریں۔ ان کے احکامات کے سامنے اپنی کسی رائے کو دخل نہ دیں، ان کے احکامات میں اپنی رائے کو شریک کر لینا، بھی شرک ہوگا۔

''رسولؐ کی نصرت'' سے مراد ہے کہ جب رسولؐ، اللہ کے دشمن ___ طاغوت، کے خلاف کھڑے ہوں تو ہم رسولؐ کے پیچھے صف آراء ہوں۔ رسولؐ کا ساتھ نہ چھوڑیں۔ رسولؐ جہاں کھڑا کریں، وہیں رہیں۔ رسولؐ بلائیں تو فوراً واپس آئیں۔ رسولؐ کو میدانِ جنگ میں اکیلا چھوڑ کر بھاگیں نہیں۔ جہاد سے جی نہ چرائیں۔ رسولؐ کے حکم پر جہاد دراصل اللہ وحدہٗ لاشریک کی حکومت ہی کے قیام کے لیے ہے۔ اس لیے جہاد سے پہلوتہی بھی شرک ہے۔

اَب یہ تینوں کام یعنی رسولؐ پر ایمان؛ رسولؐ کی عزت وتکریم؛ اور ان کی نصرت، کیسے کرنی ہیں؟ ___ مذکورہ آیت نے بتلایا ہے کہ اُس نور کی اتباع میں جسے اللہ نے رسولؐ کے ساتھ نازل کیا ہے ___ یہ نور کیا ہے؟ ___ کچھ اہلِ اسلام کا خیال ہے کہ اس سے مراد ''قرآن'' ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن نورِ ہدایت ہے، مگر اس آیت میں جس ''نور'' کا ذکر ہے، اُس سے مراد ''قرآن'' نہیں ہے ___ کیوں؟ ___ اس لیے کہ قرآن ایک صامت کتاب ہے۔ مجرّد احکامات کا ایک مجموعہ ہے۔ احکامات کی ''اطاعت'' ہوتی ہے، ''اتباع'' نہیں۔ ''اتباع'' عمل کی ہوتی ہے۔ ''اتباع'' کے لیے لازم ہے کہ کوئی ایسا رول ماڈل ہو، جس کی سیرت وکردار احکاماتِ الٰہیہ کے مطابق ہو، اور ہم اپنے افعال کو اُس رول ماڈل کے افعال کے مطابق ڈھالیں۔ ایسا رول ماڈل یقیناً قرآن نہیں ہوسکتا۔ ایسا رول ماڈل تو وہ ہوسکتا ہے جو نوعِ بشری میں ہم میں موجود ہو۔ وہ ہمیں کر کے دکھائے کہ رسولؐ پر ایمان کیسے لانا

ہے؛ رسولؐ کی عزت وتکریم کیسے کرنی ہے؛ رسولؐ کی نصرت کیسے کرنی ہے؟ اگر ایسا رول ماڈل نہیں ہوگا تو ہر کوئی احکاماتِ الٰہیہ کی اطاعت اپنے اپنے انداز میں کرے گا۔ متفرق انداز الگ الگ فرقوں کو تو جنم دے سکتے ہیں، ایک اُمتِ واحدہ کو نہیں، جو اللہ وحدہٗ لاشریک پر یقین رکھتی ہو۔ اگر ہمیں اپنے اعمال کو متفرق ہونے سے بچانا ہے تو لازم ہے کہ اُس نور کی اتباع کریں جسے اللہ نے اتباع کے لیے رول ماڈل بنا کر رسولؐ کے ساتھ نازل کیا ہے۔

اللہ کے رسولؐ نے اُس نور کا پتہ ''خطبہ غدیر'' میں یوں دیا ہے:

مَعَاشِرَ النَّاسِ! آمِنُوا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ النُّوْرِ الَّذِیْ اُنْزِلَ مَعَهٗ [مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰی اَدْبَارِهَآ۔] (سورۃ النساء، آیت ۴۷)

مَعَاشِرَ النَّاسِ! النُّوْرُ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ فِیَّ ثُمَّ مَسْلُوْكٌ فِیْ عَلِیٍّ ثُمَّ فِی النَّسْلِ مِنْهُ اِلَی الْقَائِمِ الْمَهْدِیِّ الَّذِیْ یَاْخُذُ بِحَقِّ اللّٰهِ وَ لِكُلِّ حَقٍّ هُوَ لَنَا لِاَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ قَدْ جَعَلَنَا حُجَّةً عَلَی الْمُقَصِّرِیْنَ وَ الْمُعَانِدِیْنَ وَ الْمُخَالِفِیْنَ وَ الْخَآئِنِیْنَ وَ الْاٰثِمِیْنَ وَ الظَّالِمِیْنَ مِنْ جَمِیْعِ الْعَالَمِیْنَ ۔

(لوگو! اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسولؐ پر اور اس نور پر جو رسولؐ کے ساتھ اتارا گیا ہے، قبل اس کے کہ ہم تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور انہیں پشت کی طرف پھیر دیں۔

لوگو! اللہ کی طرف سے نورِ ہدایت میری ذات میں ہے، پھر وہ علیؑ

کو منتقل ہوگا، پھر اس کی نسل میں مہدیؑ قائم تک رہے گا، جو اللہ کے حق کی بابت مواخذہ کرے گا اور ہمارے ہر حق کی بابت بھی۔ اس لئے کہ خدائے عزّ وجل نے ہم کو حجت قرار دیا ہے، تمام مقصرین، معاندین، مخالفین، خائنین، آثمین اور ظالمین پر۔)

("خطبۂ غدیر" صفحات ۱۷۔۱۸)

اگر ہم اللہ کو وحدہٗ لاشریک مانتے ہیں؛ اُس کے فرستادہ بندے حضرت محمدؐ کو اللہ کا رسولؐ مانتے ہیں، تو ہم پر لازم ہے کہ ہم رسولؐ کے ساتھ نازل ہونے والے "نور" علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کی اتباع کریں۔ اس اتباع میں توحید کی بقاء ہے۔ اگر ہم سب اپنے اعمال کو علیؑ کی اتباع میں انجام دیں گے، تو ہم ایک اُمتِ واحدہ کی شکل میں اُبھریں گے۔ فرقہ فرقہ نہیں ہوں گے — یہی وحدت توحید کا تقاضا ہے۔ یہی وحدت حکومتِ الٰہیہ کا قیام ہے۔

آیئے دیکھیں — کیسے؟

اُحد کا میدان ہے۔ اکیلے علیؑ رسولؐ کا دفاع کر رہے ہیں۔ کفر کا بھرپور حملہ بھی رسولؐ کا بال بیکا نہ کر سکا۔ جب اکیلے علیؑ کفر کا وار پلٹ چکے، تو رسولؐ نے پوچھا کہ علیؑ! جب سب مجھے چھوڑ کر چلے گئے، تو تم کیوں نہیں گئے؟ علیؑ نے محض ایک جملے میں رسولؐ کے حوالے سے مسلمانوں پر واجب تمام کاموں کو واضح کر دیا — فرمایا: کیا میں آپؐ کو چھوڑ کر کفر اختیار کر لیتا!

رول ماڈل ہو، تو ایسا!

علیؑ نے ایک جملے میں سمجھا دیا کہ رسولؐ پر ایمان لانے کا تقاضا ہے کہ رسولؐ کو میدان میں چھوڑ کر بھاگیں نہیں۔ رسولؐ کی عزت و تکریم کا تقاضا ہے کہ رسولؐ

نے جہاں کھڑا کیا، وہیں کھڑے رہیں، جب تک رسولؐ کا حکم نہ ہو، درّہ نہ چھوڑیں؛ جب رسولؐ پکار پکار کر بلا رہے ہوں، تو نصرتِ رسولؐ کا تقاضا ہے کہ فوراً واپس پلٹیں، نہ کہ جان کے خوف سے بھاگتے ہی چلے جائیں۔

ذرا سوچیئے تو!

اگر اُحد میں مسلمانوں کی نظریں اللہ کے فرستادہ رول ماڈل علیؑ ابنِ ابی طالبؑ پر جمی رہتیں اور وہ اپنے افعال میں علیؑ کی اتباع کرتے تو کیا اُحد کا نقشہ وہ ہوتا، جو قرآن نے کھینچا ہے۔ درّے والوں کی نظر علیؑ پر رہتی تو درّے سے نہیں ہٹتے کیونکہ علیؑ تو ابھی میدان میں ڈٹے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کی نظریں علیؑ پہ رہتیں تو کیا وہ میدان چھوڑ کر بھاگتے —— ہرگز نہیں! —— کیونکہ علیؑ تو ڈٹے ہوئے ہیں۔

اُحد کی شکست نے مسلمانوں کے دانت کھٹے کیے، مگر کفر کی ہمت بندھائی۔ کفر مسلمانوں کی کمزوری جان گیا کہ وہ مالِ غنیمت کو دیکھ کر رسولؐ کو چھوڑ سکتے ہیں۔ کفر آج تک اسی کمزوری کا فائدہ اٹھا رہا ہے۔

دیکھا آپ نے! جس طرح توحید کا تقاضا ہے کہ اللہ کے رسولؐ کے احکامات کی اطاعت کی جائے، اسی طرح اطاعتِ رسولؐ کا تقاضا ہے کہ علیؑ کی اتباع کی جائے تاکہ منشائے الٰہی کے مطابق احکاماتِ الٰہیہ کی اطاعت ہو۔ اگر کوئی علیؑ کی اتباع سے منہ موڑتا ہے تو وہ نہ رسولؐ کی اطاعت میں ہے، نہ اللہ کی۔

علیؑ کی اتباع رسولؐ اللہ کے عہدِ رسالت کے بعد کا کام نہیں ہے، بلکہ علیؑ کی اتباع عہدِ رسالت ہی میں رسولؐ پر ایمان لانے والے ہر مسلمان پر واجب ہے —— خواہ کوئی بھی ہو! اس لیے علیؑ نے عہدِ رسالت میں یا مابعد کسی کی اتباع یا بیعت نہیں کرنی۔ جو بھی رسولؐ پر ایمان رکھتا ہے اُس پر واجب ہے کہ وہ صرف اور صرف علیؑ کی اتباع

کرے۔ صرف اور صرف علیؑ کی اتباع ہی اسے وحدہٗ لاشریک تک لے جا سکتی ہے۔
صرف اور صرف اسی اتباع میں احکاماتِ الٰہیہ کی اطاعت ہے۔
اگر کوئی علیؑ کی اتباع سے منہ موڑتا ہے تو وہ شرک کا مرتکب ہوتا ہے، کیونکہ علیؑ کی اتباع حکمِ الٰہی ہے۔
اگر کوئی علیؑ کی جگہ کسی اور کو بٹھاتا ہے تو بھی شرک کا ارتکاب کرتا ہے، کیونکہ رسولؐ نے بحکمِ الٰہی علیؑ کی اطاعت واتباع کو لازم قرار دیا ہے:

"فَاعْلَمُوْا یَا مَعَاشِرَ النَّاسِ !اَنَّ اللّٰہَ قَدْ نَصَبَهٗ لَکُمْ وَلِیًّا وَّ اِمَامًا، مُفْتَرَضَةٌ طَاعَتُهٗ عَلَی الْمُهَاجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ عَلَی التَّابِعِیْنَ لَهُمْ بِاِحْسَانٍ، وَ عَلَی البَادِیْ وَ الْحَاضِرِ وَ عَلَی الْاَعْجَمِیِّ وَ الْعَرَبِیِّ وَ الْحُرِّ وَ الْمَمْلُوْكِ وَ الصَّغِیْرِ وَ الْکَبِیْرِ وَ عَلَی الْاَبْیَضِ وَ الْاَسْوَدِ وَ عَلٰی کُلِّ مُوَحِّدٍ، مَاضٍ حُکْمُهٗ، جَائِزٌ قَوْلُهٗ، نَافِذٌ اَمْرُهٗ ، مَلْعُوْنٌ مَنْ خَالَفَهٗ، مَرْحُوْمٌ مَنْ تَبِعَهٗ، وَ مَنْ صَدَّقَهٗ فَقَدْ غَفَرَ اللّٰہُ لَهٗ، وَلِمَنْ سَمِعَ مِنْهُ وَ اَطَاعَ لَهٗ۔ "("خطبہ غدیر" صفحات ۷۔۸)

(اے لوگو! سمجھ لو کہ اللہ نے علیؑ کو یقیناً تمہارے واسطے ایسا ولی اور ایسا امام مقرر کر دیا ہے، جس کی اطاعت مہاجرین و انصار پر اور ان پر لازم ہے جو نیکی میں ان کے تابع ہیں، ان پر بھی جو جنگلوں میں رہتے ہیں اور ان پر بھی جو شہروں میں آباد ہیں۔ اسی طرح ہر عجمی پر اور ہر عرب پر، آزاد پر بھی اور غلام پر بھی، ہر چھوٹے بڑے پر، ہر گورے کالے پر، اور ہر اس شخص پر جو خدا کی توحید پر ایمان رکھتا ہے، اس کا حکم جاری ہوگا، اس کی بات ماننا واجب ہوگا، اس کا فرمان نافذ ہوگا۔ جو اس کی مخالفت

کرے گا اس پر خدا کی لعنت ہے۔ رحمت کا مستحق وہ ہوگا جو اس کی پیروی کرے گا اور جو اس کی تصدیق کرے گا ایسے شخص کو اللہ نے قابلِ مغفرت قرار دیا ہے، اور اس شخص کو بھی جو علیؑ کی بات سنے گا اور اس کی اطاعت کرے گا۔)

"مَعَاشِرَ النَّاسِ! اِنَّهٗ آخِرُ مَقَامٍ اَقُوْمُهٗ فِيْ هٰذَا الْمَشْهَدِ فَاسْمَعُوْا وَ اَطِيْعُوْا وَ انْقَادُوْا لِاَمْرِ رَبِّكُمْ، فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ هُوَ وَلِيُّكُمْ وَ اِلٰهُكُمْ، ثُمَّ مِنْ دُوْنِهٖ رَسُوْلُهٗ مُحَمَّدٌ وَلِيُّكُمْ اَلْقَآئِمُ الْمُخَاطِبُ لَكُمْ ثُمَّ مِنْ بَعْدِيْ عَلِيٌّ وَلِيُّكُمْ وَ اِمَامُكُمْ بِاَمْرِ اللّٰهِ رَبِّكُمْ ثُمَّ الْاِمَامَةُ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ مِنْ وُّلْدِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، يَوْمَ تَلْقَوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَا حَلَالَ اِلَّا مَا اَحَلَّهُ اللّٰهُ وَ لَا حَرَامَ اِلَّا مَا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَرَّفَنِيَ الْحَلَالَ وَ الْحَرَامَ وَ اَنَا اَفْضَيْتُ بِمَا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ مِنْ كِتَابِهٖ وَ حَلَالِهٖ وَ حَرَامِهٖ اِلَيْهِ۔"

("خطبۂ غدیر"، صفحہ ۸)

(اے لوگو! یہ آخری موقعہ اور مقام ہے کہ میں سب کے سامنے اسے قائم مقام بناتا ہوں۔ سنو اور اطاعت کرو اور اپنے رب کا حکم مانو، کہ خداوندِ عزّ وجل تمہارا معبود اور تمہارا ولی ہے۔ اس کے بعد اس کا رسول محمدؐ تمہارا ولی ہے جو تم سے بات کر رہا ہے۔ پھر میرے بعد اللہ کے حکم سے، جو تمہارا رب ہے، علیؑ تمہارا ولی اور امام ہے۔ پھر قیامت کے دن تک امامت میری ذرّیت میں رہے گی، جو اس (علیؑ) کے صلب سے ہوگی، یہ سلسلہ اس دن تک جاری رہے گا جب تم اللہ اور اس کے رسولؐ کے سامنے آخرت میں

حاضر ہو گے۔ کوئی چیز حلال نہ ہوگی، سوائے اس کے جسے اللہ نے حلال قرار دیا اور کوئی چیز حرام نہ ہوگی، سوائے اس کے جسے اللہ نے حرام قرار دیا۔ مجھے اللہ نے حرام وحلال کی معرفت دی اور میں نے اس (علیؑ) کے سپرد کر دیا، کتاب کا علم جو میرے رب نے مجھے دیا تھا، اور حلال وحرام کا علم۔)

رسالتمآبؐ نے علیؑ سے تمسک کی تاکید بایں الفاظ فرمائی:

"مَعَاشِرَ النَّاسِ! لَا تَضِلُّوْا عَنْهُ وَ لَا تَنْفِرُوْا مِنْهُ وَ لَا تَسْتَنْكِفُوْا مِنْ وِلَايَتِهٖ، فَهُوَ الَّذِیْ یَهْدِیْ اِلَی الْحَقِّ وَ یَعْمَلُ بِهٖ وَ یُزْهِقُ الْبَاطِلَ وَ یَنْهٰی عَنْهُ وَ لَا تَأْخُذُهٗ فِی اللّٰهِ لَوْمَةُ لَائِمٍ، ثُمَّ اِنَّهٗ اَوَّلُ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ الَّذِیْ فَدٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ بِنَفْسِهٖ وَ الَّذِیْ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ لَا اَحَدَ یَعْبُدُ اللّٰهَ مَعَ رَسُوْلِهٖ مِنَ الرِّجَالِ غَیْرُهٗ۔" ("خطبہ غدیر" صفحہ ۹)

(لوگو! اس سے بہک کر اور طرف نہ جانا۔ اس سے الگ نہ ہونا اور اس کو حاکم بنانے سے بیزاری اختیار نہ کرنا۔ اس لئے کہ یہی حق کی طرف ہدایت کرے گا۔ اور یہی حق پر عمل کرے گا اور یہی باطل کو مٹائے گا۔ اور یہی باطل سے باز رکھے گا، اور اللہ کے کام سے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اسے نہ روک سکی گی۔ پھر یہ بھی سمجھ لو کہ یہی پہلا شخص ہے جو اللہ اور اللہ کے رسولؐ پر ایمان لایا، اور جس نے رسولؐ پر اپنی جان فدا کی، اور رسولؐ کے ساتھ ہو کر اللہ کی عبادت ایسی حالت میں کرتا رہا کہ کوئی اس کے سوا مردوں میں سے رسولؐ اللہ کا ساتھی نہ تھا۔)

اسی لیے ہر موٗحد پر لازم ہے کہ وہ اللہ کو وحدہٗ لاشریک ماننے، اور حضرت محمدؐ کو اللہ کا فرستادہ رسولؐ ماننے کے بعد، بلا فصل علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کو اللہ کا ولی اور رسولؐ کا وصی مانتے ہوئے شہادت دے کہ:

"اَشْهَدُ اَنَّ عَلِيًّا وَّلِیُّ اللّٰهِ وَصِیُّ رَسُوْلِ اللّٰه وَ خَلِيْفَتَهٗ بِلَا فَصْلٍ"۔

اللہ کی توحید کی شہادت؛ حضرت محمدؐ کی رسالت کی شہادت؛ اور حضرت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کی ولایت کی شہادت ـــــ وہ "شہادات" ہیں، جن کی کامل ادائیگی سے انسان حکومتِ الٰہیہ کو اپنے اوپر نافذ کرتا ہے۔ اگر کسی ایک شہادت کی ادائیگی میں بھی بخل سے کام لے گا، تو شرک کا مرتکب ہوگا، کیونکہ ان "شہادات" کی ادائیگی اللہ وحدہٗ لاشریک کے حکم سے ہے، اور اس میں کوئی بھی فردِ بشر اپنی رائے کو داخل نہیں کرسکتا۔

شرک ظلمِ عظیم ہے۔ سورۂ لقمٰنؑ میں حضرت لقمانؑ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ" (آیت ۱۳)

اسی لیے اللہ تعالیٰ سورۃ الانعام میں فرماتا ہے:

"ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِىْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝" (آیت ۸۸)

"صراطِ مستقیم" اللہ کی طرف سے ہدایت کا راستہ ہے۔ بندوں میں سے جو اس راستے پہ چلتے ہیں وہ اسی سے ہدایت پاتے ہیں۔ اگر کوئی شرک کا ارتکاب کرتا ہے، تو اُس کے تمام اعمال اکارت (حبط) ہو جاتے ہیں۔ اس لیے شرک، خفی ہو یا جلی، اس سے بچنا ازحد لازم ہے۔

شرک سے بچنے کے لیے پھر اسی رول ماڈل کی ضرورت پڑے گی، جو کہتا ہے کہ:

"ما اشرکت باللّٰہ طرفتہ عینی"

(میں نے اللہ کے ساتھ پلک جھپکانے میں بھی شرک نہیں کیا)

یہ کون ہے؟ ـــ وہی نور، جو رسولؐ کے ساتھ نازل ہوا ـــ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ۔

حضرت ادیم نقویؒ اس قولِ علیؑ کی وضاحت کرتے ہوئے "مجالس الصادقین" میں رقمطراز ہیں:

"جہّال عوام اس کا مفہوم یہ سمجھتے ہیں کہ میں نے اتنی دیر کو بھی بُت پرستی نہیں کی جتنی کہ پلک جھپکانے میں دیر لگتی ہے۔اَب اگر اس کا یہ ہی مطلب ہے تو ہر وہ بچہ جو مسلمان کے گھر پیدا ہوا ہے یہ ہی دعویٰ کر سکتا ہے اس لیے کہ وہ پیدا ہی مسلمان کے گھر میں ہوا ہے۔ اُس سے بُت پرستی کا کیا واسطہ۔تو اگر امیر المومنینؑ نے بھی یہ ہی بات کہی ہے تو اس میں اُن کی کونسی فضیلت ہوئی۔لہٰذا ظاہر ہے کہ اس بات کا ہرگز ہرگز یہ مفہوم صحیح نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب عوام کے تصور سے بہت بالاتر ہے۔ جب تک کیفیاتِ نفس کا مطالعہ نہ کیا ہو یا نہ کریں اس کا مفہوم حقیقی سمجھ میں آ ہی نہیں سکتا۔

سنیئے! جسمِ انسان میں بے شمار کام ہر وقت ہوتے رہتے ہیں مثلاً حرکتِ قلب، دورانِ خون، معدہ وجگر و آنتوں، گردوں، پھیپھڑوں وغیرہ کے کام۔ یہ افعال اضطراری کہلاتے ہیں اور نفس ان کا فاعل ہے لیکن اُس کو ان کا احساس تک نہیں ہوتا۔ یہ سب حرکات کیفیتِ لاشعوری میں جاری رہتی ہیں۔ زندگی کے اور تمام کام جو اُمورِ دنیا کے متعلق ہیں اگر غیر ارادی اور لاشعوری میں صادر ہوں گے تو قرآن وحدیث کی رُو سے ان

کو شرک سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ ہی ہوائے نفس ہے۔ جناب امیر المومنینؑ فرماتے ہیں سب سے بڑا معبود جس کی دنیا میں عبادت کی جاتی ہے وہ ہوائے نفس ہے۔ اب مولاؑ کے فرمان کا مطلب سمجھ میں آ سکتا ہے کہ پلک جھپکانے کا شرک سے کیا تعلق ہے۔ اب سمجھیں اور غور کریں کہ جسمِ انسانی کے اندر تمام اعضاء و جوارح کے سب کام ہر دم اور ہر لحظہ غیر ارادی اور لاشعوری طور پر ہو رہے ہیں۔ ان میں کوئی کام ایسا نہیں ہے جس پر انسان کو کچھ بھی اختیار حاصل ہو۔ مثلاً دل کی دھڑکن پر اور خون کے رگوں میں دوڑنے پھرنے پر انسان کو کیا اختیار ہو سکتا ہے۔ البتہ ایک پلک جھپکنے کا کام ہی ایسا ہے جو غیر ارادی اور لاشعوری طور پر ہوتا رہتا ہے مگر اُس پر انسان کو اختیار بھی حاصل ہے۔ پس اگر اُس کو فریضۂ فطری سمجھ کر ارادتاً پلک جھپکائے تو یہ اللہ کی عبادتِ حقیقی ہو گی اور اگر غیر ارادی و لاشعوری طور پر یہ فعل صادر ہو تو یہ ہی شرکِ باطنی اور شرکِ خفی ہو گا۔ تو مولاؑ کا مفہوم تو یہ ہے کہ غیر ارادی و لاشعوری طور پر میں نے کبھی پلک بھی نہیں جھپکائی یعنی اگر میری پلک تک جھپکی ہے تو میں نے اُسے فریضۂ فطری سمجھ کر رضائے الٰہی کے حصول کے لیے ہی جھپکایا ہے۔ یہ ہے مولاؑ کا عمل اور یہ ہے اُن کا راستہ۔ اَب چلئے مولاؑ کے راستے پر اور کہیے **"اھدنا الصّراط المستقیم"۔ (صفحات ۲۹۔۳۰)**

علیؑ چونکہ شرک سے ممکنہ حد تک دور رہے، اس لیے رسالتمآبؐ نے علیؑ کے راستے کو "صراطِ مستقیم" قرار دیا:

"یا علیؑ! الصراط صراطك"

(اے علیؑ! تیرا راستہ ہی صراطِ مستقیم ہے)

("نہج الاسرار من کلامِ حیدرِ کرّارؑ "،

جلد اوّل، صفحہ ۱۲۰)

اَب اُمتِ مسلمہ کی شومئ قسمت ہے یا تجاہلِ عارفانہ کہ وہ ہر نماز میں "**اهدنا الصّراط المستقيم**" کی خواہش کا اظہار تو کرتی ہے، مگر اس "صراط" پر چلنے سے اس لیے انکاری ہے کہ وہ علیؑ کا راستہ ہے۔

علیؑ کے سوا کون جانتا ہے کہ حقیقی اسلام کیا ہے؟

علیؑ فرماتے ہیں:

"**لَا نُسُبَنَّ الْاِسْلَامَ نِسْبَةً لَمْ يَنْسُبْهَا اَحَدٌ قَبْلِيْ: اَلْاِسْلَامُ هُوَ التَّسْلِيْمُ وَ التَّسْلِيْمُ هُوَ الْيَقِيْنُ؛ وَ الْيَقِيْنُ هُوَ التَّصْدِيْقُ؛ وَ التَّصْدِيْقُ هُوَ الْاِقْرَارُ، وَ الْاِقْرَارُ هُوَ الْاَدَآءُ؛ وَ الْاَدَآءُ هُوَ الْعَمَلُ۔**" (نہج البلاغہ، صفحہ ۸۴۲)

(میں اسلام کی ایسی صحیح تعریف بیان کرتا ہوں جو مجھ سے پہلے کسی نے بیان نہیں کی۔ اسلام سرِ تسلیم خم کرنا ہے، اور سرِ تسلیم جھکانا یقین ہے، اور یقین تصدیق ہے، اور تصدیق اعتراف ہے، اور اعتراف فرض کی بجا آوری ہے، اور فرض کی بجا آوری عمل ہے۔)

اَب آپ سمجھے کہ شرک سے بچاؤ کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اللہ کو وحدہٗ لاشریک مانتے ہوئے اس کے احکامات کو بلا چون و چرا تسلیم کریں، ورنہ سب اعمال حبط ہو جائیں گے۔

بابِ سوم

انبیاءؑ کو قتل کرنا

اللہ کو انسان کی ہدایت اسقدر عزیز ہے کہ اُس نے پہلا انسان ہی نبی بنا کر زمین پر اُتارا۔ مگر اس نبی کو بطورِ "خلیفۃ اللہ" زمین پر اُتارنے سے قبل جب مخلوقِ سماوی ـــ جنّوں، سے کہا کہ اُسے سجدہ کریں، تو سب نے سجدہ کیا سوائے عزازیل کے۔ عزازیل نے آدمؑ سے حسد کی بناء پر اُسے سجدہ نہ کیا۔ اللہ نے اُس کی اس سرتابی کو "تکبّر" کا نام دیا، اور اُسے راندۂ بارگاہ قرار دے دیا۔ عزازیل، جو حکمِ سجدہ تک جنّ☆ ہوتے ہوئے، اپنی عبادت گزاری کی بناء پر فرشتوں کا بھی سردار تھا، سجدہ نہ کرنے کی پاداش میں "ابلیس" بن کر کافرین میں شامل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقوعہ کو سورۃ البقرہ میں یوں بیان فرمایا ہے:

"وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ط اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ ق وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ○" (آیت ۳۴)

(اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب ہم نے تمام مخلوقِ سماوی کو کہا کہ آدمؑ

☆ "وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ط كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ط اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ط بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ○" (سورۃ الکہف، آیت ۵۰)

(اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے مخلوقِ سماوی سے کہا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو، تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ وہ جنّوں میں سے تھا، پس اُس نے اپنے پروردگار کے حکم کی نافرمانی کی۔ کیا تم مجھے چھوڑ کر اُسے اور اس کی اولاد کو سرپرست بناتے ہو، حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ ظالموں کے لیے یہ کیا ہی برا بدل ہے۔)

کو سجدہ کرو، تو سب نے سجدہ کیا، سوائے ابلیس کے۔ اس نے انکار کر دیا اور غرور میں آ گیا، اور وہ کافروں میں سے ہو گیا۔)

راندۂ بارگاہِ رب العزت قرار پانے کے بعد ابلیس نے اپنی عبادت کا صلہ مانگا۔ ملاحظہ فرمایئے، سورۃ الاعراف:

''قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ o قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ o'' (سورۃ الاعراف، آیات ۱۳۔۱۴)

((خدا نے) فرمایا کہ تو اس جگہ سے اتر جا۔ تیرے لیے یہ جائز نہیں کہ تو یہاں تکبّر کرے، پس تو نکل جا، یقیناً تو ذلیلوں میں سے ہے۔ وہ بولا: مجھے اس دن تک مہلت دے جبکہ لوگ (زندہ کر کے) اٹھائے جائیں گے۔)

صلہ مل گیا:

''قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ o'' (سورۃ الاعراف، آیت ۱۵)

((خدا نے) فرمایا: یقیناً تجھے یومِ (بعث) تک مہلت دی جاتی ہے۔)

صلہ پا کر ابلیس بولا:

''قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ o ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ط وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ o'' (سورۃ الاعراف، آیات ۱۶۔۱۷)

(وہ بولا چونکہ تو نے مجھے ناامید کر دیا میں بھی تیرے سیدھے راستے پر ان سب کے لیے (راستہ مارنے) بیٹھوں گا۔ پھر میں اُن کے پاس ان کے

آگے سے، اور اُن کے پیچھے سے، اور اُن کے دائیں سے اور اُن کے بائیں سے ضرور آؤں گا، اور تو اُن میں سے بہتوں کو شکر گزار نہ پائے گا۔)

اللہ تعالیٰ نے جواباً فرمایا:

"قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُ وْمًا مَّدْحُوْرًا ط لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ o" (سورۃ الاعراف، آیت ۱۸)

[(خدا نے) فرمایا تو یہاں سے ذلیل راندہ ہو کر نکل جا۔ البتہ جو بھی اُن میں سے تیری پیروی کرے گا، میں ضرور (اُن اور) تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔]

ابلیس چونکہ آدمؑ سے حسد کی بناء پر تکبّر کر کے اس انجام کو پہنچا، اس لیے اُس نے اولادِ آدمؑ سے بدلہ لینے کی ٹھانی، اور اللہ تعالیٰ سے یوں گویا ہوا:

"قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِىْ كَرَّمْتَ عَلَىَّ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا o" (سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۶۲)

[(اور) کہنے لگا بھلا دیکھ تو کیا یہی وہ ہے جسے تو نے مجھ پر بزرگی دی ہے۔ اگر تو مجھے قیامت کے دن تک ڈھیل دے دے تو میں اُس کی اولاد کو سوائے قلیل تعداد کے ضرور قابو میں کرلوں گا۔]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا o وَ اسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَ اَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَ رَجِلِكَ وَ

شَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ۭ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ۝" (سورۂ بنی اسرائیل، آیات ۶۳۔۶۵)

[(خدا نے) کہا چلا جا، پس جو ان میں سے تیری پیروی کرے گا، پھر یقیناً جہنم ہی تم سب کی سزا پورا پورا بدلہ ہوگا۔ اور ان میں سے جن کو تو پھسلا سکتا ہے، اپنی آواز سے پھسلا لے، اور اُن پر اپنے سواروں اور پیادوں کو چڑھا لے، اور اُن کے مالوں اور اولاد میں شرکت کر اور اُنہیں وعدے دے، اور جو وعدہ اُنہیں شیطان دیتا ہے وہ سوائے دھوکہ کے کچھ نہیں ہوتا۔ یقیناً جو میرے بندے ہیں اُن پر تیرا کوئی زور نہیں چلے گا، اور تیرا پروردگار کارساز ہونے کو کافی ہے۔]

ابلیس نے اللہ کے خالص بندوں کی بابت اپنی شکست کو تسلیم کیا:

"قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۝" (سورۂ ص، آیات ۸۲۔۸۳)

(وہ بولا پس تیری عزت کی قسم! ضرور میں اُن سب کو گمراہ کر دوں گا، سوائے تیرے مخلص بندوں کے۔)

مگر دیگر انسانوں پر ابلیس کا بس چل گیا:

"وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝" (سورۂ سبا، آیت ۲۰)

(اور یقیناً ان پر ابلیس نے اپنا گمان سچ کر دکھایا۔ پس سوائے مومنوں کے ایک گروہ کے سب نے اس کی پیروی کر لی۔)

یہ "مومنین" اور "مخلصین" کون ہیں، جو شیطان کے بہکاووں سے مامون ہیں؟

رسالتمآبؐ نے خطبۂ غدیر میں واضح فرمایا کہ "مومنِ خالص" کون ہیں:

"اَلَآ اِنَّہٗ لَا یُبْغِضُ عَلِیًّا اِلَّا شَقِیٌّ وَ لَا یَتَوَلّٰی عَلِیًّا اِلَّا تَقِیٌّ، وَ لَا یُؤْمِنُ بِہٖ اِلَّا مُؤْمِنٌ مُّخْلِصٌ ۔ " ("خطبۂ غدیر" صفحہ ۱۶)

(خبردار رہو کہ علیؑ سے سوائے شقی کے اور کوئی بغض نہ رکھے گا، اور سوائے خدا کے پسندیدہ بندے کے کوئی اور علیؑ کا دوست نہ بنے گا، اور سوائے مومنِ خالص کے کوئی اس پر ایمان نہ لائے گا۔)

مومنینِ مخلصین کے علاوہ دیگر انسان شیطان کا شکار کیوں ہوئے؟

اس کا جواب انتہائی آسان ہے کہ انہوں نے اُس نورِ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کی اتباع چھوڑ کر جسے اللہ نے حضرت محمدؐ کے ساتھ نازل کیا تھا، اُس ہوائے نفسانی کی اتباع کی، جسکی اتباع سے اللہ نے سختی سے روکا تھا:

"لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ" (سورۂ صٓ، آیت ۲۶)

(ہوائے نفس کی پیروی نہ کرو، وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے راستہ سے بھٹکا دے گی۔)

اس ہوائے نفسانی کی پیروی نے انسانوں کو اُن کا مقصدِ خلقت:

"وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝" (سورۃ الذّٰریٰت، آیت ۵۶)

(اور میں نے نہیں پیدا کیا جنّوں اور انسانوں کو مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔)

یعنی صرف اور صرف عبادتِ الٰہی، بھلا دیا، اور وہ عبادتِ الٰہی کو چھوڑ کر اپنی ہوائے

نفسانی کی آبیاری میں جُت گئے، اور اللہ کی راہ سے ہٹ گئے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ان کا مقصدِ خلقت یاد دلانے اور ان کے نفوس کو ہویٰ وہوس سے پاک کرنے کے لئے ہر زمانے اور ہر قوم میں انبیاء مبعوث فرمائے۔

مندرجہ ذیل آیۂ کریمہ بعثتِ انبیاء کے اس مقصد پر روشنی ڈالتی ہے:

"لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ج" (سورۂ آلِ عمرانؑ، آیت ۱۶۴)

(بے شک اللہ نے مومنوں پر احسان کیا جب کہ اس نے بھیجا ان میں ایک رسول جو اُن پر اس کی آیتیں تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔)

اسی مضمون کی کئی اور آیات بھی ہیں، مثلاً

"كَمَا اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْ لًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ آيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ" (سورۃ البقرہ، آیت ۱۵۱)

(جیسا کہ تم میں ایک رسول تم ہی میں سے بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت کرتا ہے اور تمہارا تزکیہ کرتا ہے اور تمھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔)

"هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ق" (سورۃ الجمعہ، آیت ۲)

(وہ اللہ وہی تو ہے جس نے اُمّ القریٰ یعنی مکہ والوں میں ان ہی میں سے

ایک رسول مبعوث کیا کہ تلاوت کرتا ہے ان پر اس کی آیتیں اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔)

تزکیۂ نفس کے لئے ہزاروں انبیائے کرام مبعوث کرنے کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ انسان دنیا میں آنے کے بعد اس کی رنگینیوں میں کھو کر چند دن کی عارضی زندگی کو بہت کچھ سمجھ بیٹھا، اور آخرت کی ابدی زندگی کو بھلا بیٹھا۔ جب آخرت کی زندگی کا تصور اس کے دل ودماغ سے محو ہو گیا تو اس کا نفس خوابِ غفلت میں چلا گیا اور اُس نے اللہ کی عبادت کو عبث جانا کیونکہ اس کی جزاوسزا کا تعلق تو آخرت سے ہے اور غافل نفس کی پیروی میں دنیاوی جاہ وجلال اور مال ودولت حاصل کرنے میں لگ گیا۔ اس کی یہ خواہشات اسے اس قدر اندھا کئے رکھتی ہیں کہ جب اسے ہوش آتی ہے تو خود کو قبر میں پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُo حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَo" (سورۃ التکاثر، آیات ۱،۲)

(تمہیں تو کثرتِ (مال ومنال اور جاہ وجلال) کی خواہش نے غفلت میں رکھا یہاں تک کہ تم نے قبریں جادیکھیں)۔

جو انسان اندھادھند ہوائے نفس کی پیروی کرتا رہتا ہے اس پر انبیاء کی تعلیمات کا بھی کچھ اثر نہیں ہوتا:

"اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ ط اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا" (سورۃ الفرقان، آیت ۴۳)

(اے رسولؐ! کیا آپؐ نے اس کو دیکھا جس نے اپنی ہوائے نفس کو اپنا معبود بنایا ہوا ہے۔ پس آپؐ اس کے امور درست کرنے والے کیسے ہو سکتے ہیں؟)

اس بحث سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ دنیا میں انسانوں کے دو گروہ ہیں:

ایک گروہ وہ ہے، جس نے انبیائے کرام کی تعلیمات کو قبول کرتے ہوئے ان پر عمل کر کے اپنے نفس کو ہویٰ وہوس سے پاک رکھا اور اپنے خالق و معبودِ حقیقی کی خالص عبادت کی۔ پس یہی گروہ راہِ حق پر گامزن ہے اور ''حزب اللہ'' (اللہ کی جماعت) ہے۔

دوسرا گروہ وہ ہے جس نے انبیائے کرام کی تعلیمات کی پروا نہ کرتے ہوئے ''ہوائے نفس'' کی پیروی جاری رکھی، اور انبیاء اور ان کے پیروکاروں کو اپنا دشمن جانا اور ان کی مخالفت کی۔ اس سے وہ مشرک ہوئے اور ''حزب اللہ'' کو اپنا دشمن گردانتے ہوئے اس کے خلاف برسرِ پیکار رہے (اور ہیں)۔ یہ گروہ ''حزب الشیطان'' ہے۔ اس گروہ نے انبیائے کرام پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے یہاں تک کہ ان کو قتل کرنے سے بھی گریز نہ کیا کیونکہ وہ انہیں اپنی راہ کا روڑہ سمجھتے تھے۔ اس گروہ نے انبیاء اور ان کے پیروکاروں پر اس حد تک عرصۂ حیات تنگ کیا کہ اکثر ترکِ وطن پر مجبور ہوئے۔ قِصّہ مختصر کہ اس گروہ نے ہر وہ تدبیر کی جس سے اس کی دانست میں ''حزب اللہ'' کا اس دنیاوی جنت سے قلع قمع ہو جائے اور ان کے خوابیدہ نفس پر دنیا کی ناپائیداری اور آخرت کے تصوّر کا کچوکہ لگانے والا کوئی نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ اس گروہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

''اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ '' (سورۃ البقرہ، آیت ۸۷)

(جب بھی کوئی رسول تمہارے پاس تمہاری نفسانی خواہشات کے برعکس کوئی حکم لے کر آیا تو تم اکڑ بیٹھے۔ پھر تم نے بعض پیغمبروں کو جھٹلایا اور بعض کو جان سے مار ڈالا۔)

لیکن وہ خالقِ مطلق ہی کیا جو مخلوق کے آگے ہتھیار ڈال دے۔ اُس نے ہزاروں سال تک انبیاءؑ کی بعثت کا سلسلہ جاری رکھا یہاں تک کہ خاتم المرسلین حضرت محمد مصطفیٰؐ کی تشریف آوری ہوئی۔ حزب الشیطان نے سلسلۂ نبوت کی اس آخری کڑی کو ختم کرنے کے لئے بھی وہی ہتھکنڈے استعمال کئے جو اس سے قبل آزما چکے تھے، اور جب خاتم المرسلینؐ کی شہادت ہوگئی تو اس گروہ نے سکون کا سانس لیا کہ اب قیامت تک کوئی پیغمبر نہیں آئے گا۔ اس طرح اب ان کا راستہ صاف ہے اور قیامت تک اب انکی حکومت ہوگی، لیکن وہ بھول گئے تھے کہ خاتم المرسلینؐ نے اپنے آخری خطبۂ حج کے بعد جمیع مسلمانوں کے سامنے غدیر خم کے مقام پر حکمِ خداوندی سے اپنا وصی و جانشین مقرر کیا تھا جس نے شرعِ اسلام یعنی احکاماتِ الٰہیہ کی حفاظت کرنی تھی اور یوں حزب الشیطان کے خلاف برسرِ پیکار رہنا تھا۔ حزب الشیطان کے لیڈروں نے سب کچھ بھلا کر اور اُمت کو جانشینیٔ رسولؐ سے متعلق مغالطے میں ڈال کر اپنی ہوائے نفس کی پیروی کرتے ہوئے دنیاوی شان و شوکت کو حاصلِ حیات سمجھتے ہوئے نبیؐ کے جانشین اور محافظِ دین علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کی اطاعت سے روگردانی کرتے ہوئے اپنی حکومت قائم کرلی۔

اللہ تعالیٰ نے حزب الشیطان کی کارستانیوں کو سورۂ محمدؐ میں یوں بیان فرمایا ہے:

"اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ؕ وَاَمْلٰى لَهُمْ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِىْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ۝" (۲۵-۲۶)

(یقیناً وہ لوگ ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد اپنے پچھلے دین کی طرف پھر گئے۔ شیطان نے انہیں فریب دیا، اور دنیا میں مدتوں رہنے کی امید دلائی۔ یہ اس لیے ہوا کہ ان لوگوں نے (حضرت محمدؐ پر اللہ کی طرف سے نازل ہونے والے سے) منہ موڑا، اور کہا کہ اس کی اطاعت صرف بعض اُمور میں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً ان کے دلوں میں پوشیدہ سازشوں کو جانتا ہے۔)

اللہ تعالیٰ نے سورۂ محمدؐ میں ''حزب اللہ'' کی تعریف یوں بیان فرمائی ہے:

''وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ۝'' (آیت ۲)

(اور جو ایمان لائے، اعمالِ صالحہ انجام دیئے، اور اُس ''حق'' پر ایمان لائے جو حضرت محمدؐ کے رب کی طرف سے ان پر نازل کیا گیا تھا، اللہ تعالیٰ نے اُن کی تمام برائیاں محو کر دیں اور ان کی حالت سنوار دی۔)

ان صاحبانِ ایمان کے برعکس ''حزب الشیطان'' کی پہچان یہ بتائی گئی ہے:

''اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝'' (آیت ۱)

یعنی وہ کفر اختیار کرتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں۔ اُن کی اپنی کارستانیوں کے باعث ان کے اعمال برباد ہو جاتے ہیں ــــ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں؟

''ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ'' (آیت ۳)

اس لیے کہ وہ (کافر) باطل کی اتباع کرتے ہیں۔

جبکہ

اہلِ ایمان اُس "حق" کی اتباع کرتے ہیں، جسے حضرت محمدؐ کے رب نے اُن پر نازل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو آیت نمبر۳:

"اَنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ط"

حضرت محمدؐ پر اللہ کی طرف سے نازل ہونے والے "حق" کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاعراف میں "نور" کہہ کر اس کی اتباع کا حکم دیا ہے:

"فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ لا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَo" (آیت ۱۵۷)

اور رسولِؐ خدا نے اس کی وضاحت خطبۂ غدیر میں یوں فرمائی ہے:

"مَعَاشِرَ النَّاسِ! النُّوْرُ مِنَ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ فِیَّ ثُمَّ مَسْلُوْكٌ فِیْ عَلِیٍّ ثُمَّ فِی النَّسْلِ مِنْهُ اِلَی الْقَائِمِ الْمَهْدِیِّ الَّذِیْ یَاْخُذُ بِحَقِّ اللّٰهِ وَلِكُلِّ حَقٍّ هُوَلَنَا لِاَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ قَدْ جَعَلَنَا حُجَّةً عَلَی الْمُقَصِّرِیْنَ وَ الْمُعَانِدِیْنَ وَ الْمُخَالِفِیْنَ وَ الْخَآئِنِیْنَ وَ الْاٰثِمِیْنَ وَ الظَّالِمِیْنَ مِنْ جَمِیْعِ الْعَالَمِیْنَ ۔"

(لوگو! اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسولؐ پر اور اس نور پر جو رسولؐ کے ساتھ اتارا گیا ہے، قبل اس کے کہ ہم تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور انہیں پشت کی طرف پھیر دیں۔

لوگو! اللہ کی طرف سے نورِ ہدایت میری ذات میں ہے، پھر وہ علیؑ کو منتقل ہوگا، پھر اس کی نسل میں مہدیؑ قائم تک رہے گا، جو اللہ کے حق کی بابت

مواخذہ کرے گا اور ہمارے ہر حق کی بابت بھی ۔ اس لئے کہ خدائے عزّ وجل نے ہم کو حجّت قرار دیا ہے، تمام مقصّرین، معاندین، مخالفین، خائنین، آثمین اور ظالمین پر۔)

(''خطبۂ غدیر'' صفحات ۱۷۔۱۸)

یہی نور یعنی علیؑ ابنِ ابی طالبؑ ''حق'' ہے، جو اللہ نے حضرت محمدؐ پر نازل کیا، اور حضرت محمدؐ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

''اَلْعَلِیُّ مَعَ الْحَقِّ وَ الْحَقُّ مَعَ عَلِیٍّ۔۔۔''

(علیؑ حق کے ساتھ ہے، اور حق علیؑ کے ساتھ۔۔۔)

اس ''حق'' سے منہ موڑنے والوں کے اعمال حبط ہو جاتے ہیں، چاہے ان کی کثرت کتنی ہی کیوں نہ ہو:

''ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ o'' (سورۂ محمدؐ، آیت ۹)

(یہ اس لیے ہے کہ انہیں ناگوار ہوا جو اللہ تعالیٰ نے (حضرت محمدؐ پر) نازل کیا۔ (اس ناگواری کی بناء پر) اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال حبط کر دیئے۔)

اللہ تعالیٰ نے سورۂ محمدؐ ہی میں ''حزب الشیطان'' کے حصولِ اقتدار کے نتائج وعواقب بھی بیان کر دیئے:

''فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ o اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَ اَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ o'' (سورۂ محمدؐ، آیت ۲۲۔۲۳)

(اگر انہوں نے اقتدار حاصل کر لیا، تو یہ نافرمان ہو جائیں گے، زمین پر

كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّ لَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ط نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ط يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ط وَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ط وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ لا ۝" (سورۂ نور، آیت ۳۵)

(اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال ایک طاق کی سی ہے جس میں چراغ ہو، وہ چراغ ایک شیشے کی قندیل میں ہو، وہ قندیل ایسی ہو گویا وہ چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ وہ زیتون کے برکت والے درخت (کے تیل) سے روشن کیا جاتا ہو، جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی۔ قریب ہے کہ اس کا تیل (خود بخود) روشن ہو جائے، اگر چہ اسے آگ نہ چھوئے۔ وہ نورٌ علیٰ نور ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چاہنے والے کو نور سے ہدایت کی راہ دکھاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ انسانوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر شئے کو خوب جاننے والا ہے۔)

کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فا ما اراده اللّٰه اصعة ففتق نوری فخلق منه العرش فنور العرش من نوری و نوری من نور اللّٰه و انا افضل من العرش ثم فتق نور علیؑ فخلق منه الملائکة فنور الملائکة من نور علیؑ و نور علیؑ ابنِ ابی طالبؑ من نور اللّٰه فعلی افضل من الملائکة ثم فتق نور بنتی فاطمةؑ فخلق منه السمٰوٰت و الارض فنور السمٰوٰت

مواخذہ کرے گا اور ہمارے ہر حق کی بابت بھی۔ اس لئے کہ خدائے عزّ وجل نے ہم کو حجّت قرار دیا ہے، تمام مقصّرین، معاندین، مخالفین، خائنین، آثمین اور ظالمین پر۔)

("خطبۂ غدیر" صفحات ۱۷۔۱۸)

یہی نور یعنی علیؑ ابنِ ابی طالبؑ "حق" ہے، جو اللہ نے حضرت محمدؐ پر نازل کیا، اور حضرت محمدؐ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

"اَلْعَلِیُّ مَعَ الْحَقِّ وَ الْحَقُّ مَعَ عَلِیٍّ۔۔۔"

(علیؑ حق کے ساتھ ہے، اور حق علیؑ کے ساتھ۔۔۔)

اس "حق" سے منہ موڑنے والوں کے اعمال حبط ہو جاتے ہیں، چاہے ان کی کثرت کتنی ہی کیوں نہ ہو:

"ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ٥" (سورۂ محمدؐ، آیت ۹)

(یہ اس لیے ہے کہ انہیں ناگوار ہوا جو اللہ تعالیٰ نے (حضرت محمدؐ پر) نازل کیا۔ (اس ناگواری کی بناء پر) اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال حبط کر دیئے۔)

اللہ تعالیٰ نے سورۂ محمدؐ ہی میں "حزب الشیطان" کے حصولِ اقتدار کے نتائج وعواقب بھی بیان کر دیئے:

"فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْآ اَرْحَامَكُمْ٥ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَ اَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ٥" (سورۂ محمدؐ، آیت ۲۲۔۲۳)

(اگر انہوں نے اقتدار حاصل کر لیا، تو یہ نافرمان ہو جائیں گے، زمین پر

فساد پھیلائیں گے، اور رشتوں کی بھی پروانہیں کریں گے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے۔ یہ بہرے اور اندھے ہیں۔)

ان کے اعمال کی حبطی کی اطلاع سورۂ محمدؐ ہی میں یوں دی گئی ہے:

''اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ صَدُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ شَآقُّوا الرَّسُوۡلَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُمُ الۡہُدٰی ۙ لَنۡ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیۡئًا ؕ وَ سَیُحۡبِطُ اَعۡمَالَہُمۡ ○'' (سورۂ محمدؐ، آیت ۳۲)

(وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا اور اللہ کی راہ سے روکا، اور رسولؐ کی مخالفت کی، بعد اس کے کہ ہدایت اُن پر واضح ہو چکی تھی، وہ اللہ کو ہرگز نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ وہ ان کے اعمال حبط کر دے گا۔)

باب چہارم

آیات اللہ کا انکار

''آیت'' سے مراد ہے ''نشانی'' ۔ قرآنِ مجید کے ایک مکمل جملے کو بھی ''آیت'' کہتے ہیں۔ ''آیات'' آیت کی جمع ہے۔ قرآنِ مجید کے تین یا اُس سے زائد جملوں کو ''آیاتِ قرآنی'' کہتے ہیں ۔ ''آیات اللہ'' سے مراد ہے ''اللہ کی نشانیاں'' ۔

''آیات اللہ'' سے مراد آیاتِ قرآنی نہیں!

آیئے، دیکھیں ''اللہ کی نشانیاں'' کیا ہیں؟

حدیثِ قدسی ہے:

''کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لکے اعراف''

(میں ایک مخفی خزانہ تھا۔ میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں ۔ اس لیے میں نے ایک مخلوق کو خلق کیا، جو میری پہچان بنے۔)

اوّلین مخلوق جس کو اللہ جل شانہٗ نے خلق کیا، وہ نورِ محمدؐ ہے۔ رسالتمآبؐ فرماتے ہیں:

''اوّل ما خلق اللہ نوری''

(اللہ نے سب سے پہلے میرے نور کو خلق کیا۔)

نورِ محمدیؐ کی خلقت کے بعد، ختمی مرتبتؐ آیۂ مبارکہ:

''اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ

كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ط نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ط يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ط وَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ط وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۙ'' (سورۂ نور، آیت ۳۵)

(اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کے نور کی مثال ایک طاق کی سی ہے جس میں چراغ ہو، وہ چراغ ایک شیشے کی قندیل میں ہو، وہ قندیل ایسی ہو گویا وہ چمکتا ہوا ستارہ ہے۔ وہ زیتون کے برکت والے درخت (کے تیل) سے روشن کیا جاتا ہو، جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی۔ قریب ہے کہ اس کا تیل (خود بخود) روشن ہو جائے، اگر چہ اسے آگ نہ چھوئے۔ وہ نورٌ علیٰ نور ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چاہنے والے کو نور سے ہدایت کی راہ دکھاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ انسانوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر شئے کو خوب جاننے والا ہے۔)

کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''فاما اراده اللّٰه اصعة ففتق نوری فخلق منه العرش فنور العرش من نوری و نوری من نور اللّٰه و انا افضل من العرش ثم فتق نور علیؑ فخلق منه الملائكة فنور الملائكة من نور علیؑ و نور علیؑ ابن ابی طالبؑ من نور اللّٰه فعلیؑ افضل من الملائكة ثم فتق نور بنتی فاطمة فخلق منه السمٰوٰت و الارض فنور السمٰوٰت

و الارض من نور فاطمةؑ و نور فاطمةؑ من نور اللّٰہ و فاطمةؑ افضل من السمٰوٰت و الارض ثم فتق نور الحسنؑ فخلق منه الشمس و القمر فنور الشمس و القمر من نور الحسنؑ و نور الحسنؑ من نور اللّٰہ و الحسنؑ افضل من الشمس و القمر ثم فتق نور الحسینؑ فخلق منه الجنت و حور العیون فنور الجنة و حور العین من نور الحسینؑ و نور الحسینؑ من نور اللّٰہ و الحسینؑ افضل من الجنة و حور العین"۔

(پس جب اللہ تعالیٰ نے اپنی صنعتِ کاملہ کو ظاہر فرمانا چاہا تو میرے نور کو شگافتہ کیا اور اس سے عرش کو خلق فرمایا۔ پس نورِ عرش میرے نور سے ہے اور میرا نور نورِ خدا سے ہے پس میں عرش سے افضل ہوں۔ پھر خدا نے نورِ علیؑ کو مشتق کیا اور اس سے ملائکہ خلق فرمائے۔ پس نورِ ملائکہ نورِ علیؑ سے ہے اور نورِ علیؑ نورِ خدا سے ہے۔ پس علیؑ ملائکہ سے افضل ہیں۔ پھر میری بیٹی فاطمہؑ کے نور کو شگافتہ کیا تو اس سے آسمان و زمین بنائے۔ پس نورِ فاطمہؑ نورِ خدا سے ہے، لہٰذا فاطمہؑ زمین و آسمان سے افضل ہے۔ پھر نورِ حسنؑ کو مشتق کیا اور اس سے شمس و قمر بنائے۔ پس نورِ شمس و قمر نورِ حسنؑ ہے اور نورِ حسنؑ نورِ خدا سے ہے۔ پس حسنؑ شمس و قمر سے افضل ہے۔ پھر خدا نے نورِ حسینؑ کو مشتق کیا اور اس سے جنت اور حوریں بنائیں اور نورِ جنت و حور العین نورِ حسینؑ سے ہے، اور نورِ حسینؑ نورِ خدا سے ہے۔ پس حسینؑ جنت اور

حورالعین سے افضل ہے۔)

(''امتزاجِ نور و طین''، صفحات ۳۳۔۳۴)

اس حدیثِ رسولؐ سے معلوم ہوا کہ اللہ نے جو مخلوق اپنی پہچان کے لیے خلق کی، وہ نورانی مخلوق مشتمل بر ـــــ

(۱) حضرت محمدؐ؛

(۲) حضرت علیؑ؛

(۳) حضرت فاطمہؑ؛

(۴) حضرت حسنؑ؛ اور

(۵) حضرت حسینؑ،

ہے۔ انہیں کے نور کا صدقہ دیگر مخلوقاتِ عالم ہیں۔ اسی مخلوقِ اوّل کو اللہ جلّ شانہٗ نے اپنی پہچان کا باعث ہونے کے ناتے ''آیات اللہ'' ـــــ اللہ کی نشانیاں، قرار دیا ہے۔ یہی ''آیات اللہ'' اس کی تمام صفات کی مظہر ہیں۔ اللہ کو نہ کسی نے دیکھا، نہ دیکھنا ہے۔ انہیں ''آیات اللہ'' کو دیکھ کر اللہ کو سمجھنا ہے۔ اسی لیے ہمہ وقت ان ''آیات اللہ'' سے متمسک رہنے کا حکم دیا گیا، تاکہ ان کے وسیلے سے قربِ الٰہی حاصل ہو۔ اسی کے پیشِ نظر حکمِ ربی ہے:

''یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْآ اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ'' (سورۃ المائدہ، آیت ۳۵)

(اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو (یعنی تقویٰ کی راہ اختیار کرو) اور اُس تک پہنچنے کے لیے وسیلہ تلاش کرو۔)

خالق اور مخلوق کے مابین رابطے کا ذریعہ یہی ''آیات اللہ'' ہیں۔ ان سے منہ موڑ کر کوئی

خالق کی معرفت حاصل نہیں کر سکتا۔

ان ''آیات اللہ'' کی پہچان ابھی ہم نے صرف ان پانچ ہستیوں —— محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ تک کی ہے۔ اگر ہم ان کی اصل تعداد جاننا چاہیں، تو ذرا سی کوشش سے جان سکتے ہیں۔

رسالتمآبؐ نے حدیث: ''**اوّل ما خلق اللہ نوری**'' میں یہ نہیں فرمایا کہ اللہ نے سب سے پہلے ''نور'' کو خلق کیا ہے، بلکہ اس نور کو اپنی طرف نسبت دے کر فرمایا ہے: ''**نوری**'' —— ''میرے نور'' کو۔ لفظِ ''**نوری**'' درج ذیل حروف کا مجموعہ ہے:

ن، و، ر، ی

بہ لحاظِ ابجد ان حروف کے اعداد ہیں:

ن	=	۵۰
و	=	۶
ر	=	۲۰۰
ی	=	۱۰

ان کا حاصل جمع آتا ہے —— ۲۶۶، جس کا جملِ صغیر بنتا ہے: ''۱۴''، اور جملِ اصغر بنتا ہے: ''۵''۔ لہٰذا ان کی کل تعداد ہے چودہ، یعنی ——

- خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ؛
- امام العالمین حضرت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ؛
- سیّدۃ النساء العالمین حضرت فاطمہؑ بنتِ محمدؐ؛
- حضرت امام حسنؑ بن علیؑ؛

- حضرت امام حسینؑ بن علیؑ؛
- حضرت امام علیؑ بن حسینؑ؛
- حضرت امام محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ؛
- حضرت امام جعفرؑ بن محمدؑ؛
- حضرت امام موسیٰؑ بن جعفرؑ؛
- حضرت امام علیؑ بن موسیٰؑ ؛
- حضرت امام محمدؑ بن علیؑ؛
- حضرت امام علیؑ بن محمدؑ؛
- حضرت امام حسنؑ بن علیؑ؛ اور
- حضرت امام محمدؑ بن حسنؑ۔

ان میں اوّل ـــــ حضرت محمدؐ، پیغمبرِ آخر الزمان ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو معصیتِ خالق کے نتائج وعواقب سے ڈرانے، اور اللہ کی شریعت کی شرح کے لیے بھیجا، لہٰذا انہیں "**منذر**" (ڈرانے والا) قرار دیا، اوران کے دیئے ہوئے دینِ الٰہی کی حفاظت کے لیے امام علیؑ تا امام مہدیؑ کو "**ھاد**" قرار دیا۔ ختمی مرتبت خطبۂ غدیر میں فرماتے ہیں:

"**مَعَاشِرَ النَّاسِ! اَلَا وَ اِنِّی مُنْذِرٌ وَ عَلِیٌّ هَادٍ**" ("خطبۂ غدیر"، صفحہ ۲۳)

(لوگو! یاد رکھو کہ میں ڈرانے والا ہوں اور علیؑ منزلِ مقصود تک پہنچانے والا ہے۔)

اسی قولِ پیغمبرؐ کی تصدیق کرتے ہوئے، امام جعفرِ صادقؑ فرماتے ہیں:

''اَلْآیَاتُ ھُمُ الْاَئِمَّۃُ وَ النُّذُرُھُمُ الْاَنْبِیَآءُ''

(''اُصولِ کافی''،جلد دوّم،کتابِ حجت،
باب ۱۷،حدیث ۱،صفحہ ۷۵)

(آیات سے مراد ہم آئمہؑ ہیں اور نذر (ڈرانے والے) سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں)۔

مولائے متقیان علیؑ ابنِ ابی طالبؑ سے جناب طارق ابنِ شہابؓ نے ''امام'' کی تعریف پوچھی،تو امامؑ نے فرمایا:

''اَلْاِمَامُ کَلِمَۃُ اللّٰہِ وَ حُجَّۃُ اللّٰہِ وَ وَجْہُ اللّٰہِ وَ نُورُ اللّٰہِ وَ حِجَابُ اللّٰہِ وَ آیَۃُ اللّٰہِ......''

(''نہج الاسرار من کلامِ حیدرِ کرّارؑ''،جلد اوّل،صفحہ ۱۰۹)

(امام کلمۃ اللہ، حجۃ اللہ، وجہُ اللہ،نور اللہ،حجاب اللہ،اور ''آیت اللہ'' ہوتا ہے)

پس یہ طے ہوا کہ ''آیات اللہ'' سے مراد منصوص من اللہ آئمہؑ طاہرینؑ ہیں، جن کا کام بعد از پیغمبرؐ تحفظِ دین ہے۔حزب الشیطان کا وتیرہ رہا ہے کہ وہ شارحینِ شریعت ــــ انبیاء،کو قتل کرتی،اور اُن کے بعد اوصیائے انبیاءؑ کا انکار کر دیتی،تا کہ عامۃ النّاس محافظانِ شریعت سے بے خبر رہیں،اور حزب الشیطان کے سرخیل شریعت کو اپنی ہوائے نفس کے مطابق ڈھال لیں۔حزب الشیطان کی انہی چیرہ دستیوں کے باعث جب پیغمبرِ آخرؐ کا وقتِ شہادت قریب آنے والا تھا،تو اللہ تعالیٰ نے انتہائی زور دے کر فرمایا کہ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کی امامت سے متعلق جو حکم آپؐ کو دیا گیا ہے اُس کا فوراً ابلاغ کر دیجئے۔اگر آپؐ نے ایسا نہ کیا تو سمجھئے کہ آپؐ نے

رسالتؐ کا کچھ کام انجام دیا ہی نہیں۔ بالفاظِ دیگر اگر آپؐ اپنے بعد کے نظامِ امامت کو اپنی حیاتِ مبارکہ میں قائم نہیں کرتے، تو دین کی محافظت کا کوئی انتظام نہیں ہوگا، اور دین نامکمل رہ جائے گا۔

یہی وجہ ہے کہ جیسے ہی رسالتمآبؐ نے امامتِ علیؑ کا اعلان کیا، اللہ نے تکمیلِ دین کا اعلان کر دیا:

''اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط''(سورۃالمائدہ،آیت ۳)

(میں نے آج کے دن تمہارے دین کوتمہارے لیے کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی، اور میں نے تمہارے لیے دینِ اسلام کو پسند کر لیا۔)

چونکہ تکمیلِ دین اعلانِ امامتِ علیؑ سے ہوئی، اس لیے رسالتمآبؐ نے خطبۂ غدیر میں واضح طور پر ارشاد فرمایا:

''مَعَاشِرَ النَّاسِ! اِنَّمَا اَكْمَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ دِيْنَكُمْ بِاِمَامَتِهٖ، فَمَنْ لَّمْ يَاْتَمَّ بِهٖ وَ بِمَنْ يَّقُوْمُ مَقَامَهٗ مِنْ وُّلْدِىْ مِنْ صُلْبِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ عُرِضَ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وَ فِى النَّارِ هُمْ خَالِدُوْنَ، لَا يُخَفِّفُ اللّٰهُ عَنْهُمُ الْعَذَابَ وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ۔''(''خطبۂ غدیر''، صفحہ ۱۴)

(اے لوگو! سوائے اس کے نہیں ہے کہ خدائے عزوجل نے دین کو اس کی امامت کے ساتھ کامل کیا ہے تو جو شخص اس کو امام نہ مانے اور اس کے بعد قیامت تک میری اولاد سے اور اس کے صلب سے جو اس کے قائم مقام

ہوں، ان کو امام نہ مانے تو جب وہ خدا کے حضور پیش کیا جائے گا تو ان میں
سے ہوگا جن کے کل اعمال حبط اور بے نتیجہ ہو جائیں گے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ
جہنم میں رہنے والے ہوں گے۔ اللہ ان کے عذاب میں تخفیف نہ فرمائے گا،
اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔)

دیکھئے آپ نے ''آیات اللہ'' کے انکار کے نتائج و عواقب! منکرینِ امام علیؑ تا
امام مہدیؑ کے نہ صرف کل اعمال حبط ہو جائیں گے، بلکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ نارِ جہنم میں رہیں
گے۔ اللہ ان کے عذاب میں تخفیف نہ فرمائے گا، اور نہ ہی اُن کو مہلت دی جائے گی۔

ایسے منکرینِ امامت کے بارے میں اللہ تعالیٰ سورۂ جاثیہ میں فرماتا ہے:

''ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّ غَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ○'' (آیت ۳۵)

(یہ اس لیے کہ تم نے یقیناً اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو ٹھٹھا بنا لیا اور دنیا کی زندگانی
نے تمہیں دھوکا دیا۔ پس آج کے دن وہ اس میں سے نہ نکالے جائیں گے
اور نہ ہی ان سے عذر قبول کیا جائے گا۔)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ امداد حسین کاظمیؒ ''تفسیر المتقین'' میں رقمطراز ہیں:

''آیات اللہ آئمہ معصومین علیہم السلام ہیں، اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ
ٹھٹھا کرنے والوں سے کہا جائے گا کہ تم انہی کو جھٹلایا کرتے تھے، اور انہی
سے ٹھٹھا کیا کرتے تھے۔ وہ لوگ نہ تو اللہ تعالیٰ کے اعتراضات کا جواب
دے سکیں گے، اور نہ ہی اُن کا کوئی عذر قبول کیا جائے گا''۔ (صفحہ ۶۵۰)

سورۃ الکہف کی آیات ۱۰۴۔۱۰۵ میں ''آیات اللہ'' کا انکار کرنے والوں

کی خبر یوں لی گئی ہے:

''اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا ۝''

((یہ) وہ لوگ (ہیں) جن کی دنیا کی زندگانی کی سب کوشش ضائع ہوگئی اور وہ یہی گمان کرتے ہیں کہ یقیناً وہ اچھے کام کررہے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں اور اس کی ملاقات سے انکار کیا، پس ان کے اعمال بے کار ہو گئے۔ اس لیے ہم ان کے لیے قیامت کے دن کوئی میزان قائم نہ کریں گے۔)

اس آیت کی تفسیر میں مولا امام رضاؑ فرماتے ہیں:

''یہی وہ لوگ ہیں جو لوگوں میں سب سے زیادہ گھاٹے میں ہیں۔ ان کی دنیا میں اعمالِ نیک کے لیے کی گئیں تمام تر کوششیں رائیگاں اور بیکار ثابت ہوئی ہیں۔ یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ نیک کام کررہے ہیں (حالانکہ ایسا نہیں۔) یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں (نشانیوں) کو جھٹلایا اور کافر ہو گئے۔ (حضرت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کی ولایت کو ٹھکرا کر) انہوں نے اپنے رب کی ملاقات کا بھی انکار کیا (کیونکہ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کی ولایت و امامت کا انکار درحقیقت اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا انکار ہے) چنانچہ ان کے تمام اعمال حبط کر لیے گئے (یعنی ضائع اور تباہ ہو گئے) لہٰذا اب قیامت کے دن ان لوگوں کے لیے کوئی میزانِ عمل مقرر نہیں کیا جائے

گا۔(اس لیے کہ ان کے پاس ایسے اعمال ہی نہیں جنہیں تولا جا سکے)اور یہی جہنم کی آگ کے کتے ہیں۔"

(عُیُونُ اَخْبَارِالرِّضَاؑ، صفحات ۵۴۸۔۵۴۹)

"آیات اللہ" کو جھٹلانے والوں کی قدح میں اور اُن کے انجام کے بارے میں دیگر آیاتِ قرآنی ملاحظہ فرمایئے:

- "وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ۠" (سورۃ البقرۃ، آیت ۳۹)

(اور جو لوگ کفر کریں گے اور ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے، وہی دوزخ والے ہوں گے، اور وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔)

- "وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ" (سورۃ البقرۃ، آیت ٦١)

(اور وہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں گرفتار ہو گئے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا انکار کرتے تھے۔)

- "اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ" (سورۃ آلِ عمرانؑ، آیت ۴)

(بے شک وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا انکار کیا ان کے لئے سخت عذاب ہے۔)

- "اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ ۙ وَّ یَقْتُلُوْنَ الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ۠ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ٥" (سورۂ آل عمران، آیات ۲۱۔۲۲)

(بے شک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا انکار کرتے ہیں، اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے ہیں، اور انسانوں میں سے جو لوگ عدل کا حکم دیتے ہیں، ان کو بھی قتل کرتے ہیں، آپؐ انہیں دردناک عذاب کی بشارت دیجئے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا و آخرت میں ضائع ہو گئے، اور ان کا کوئی بھی مددگار نہ ہوگا۔)

"وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَاً٥ۙ" (سورۃ النساء، آیت ۱۴۰)

(اور یقیناً وہ کتاب میں یہ حکم نازل کر چکا ہے کہ جس وقت تم یہ سنو کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا جاتا ہے اور ان کا ٹھٹھا اڑایا جاتا ہے تو تم ان لوگوں کے پاس نہ بیٹھو تا کہ وہ اس کے سوا کسی اور بات میں غور کریں ورنہ تم بھی اس وقت ان ہی جیسے ہو جاؤ گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں کو جہنم میں (ایک جگہ) اکٹھا کرنے والا ہے۔)

"وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ ۗ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ۗ" (سورۃ الانعام، آیت ۳۹)

(اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ اندھیروں میں بہرے اور گونگے

ہیں۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے (بوجہِ اعمال) اس پر گمراہی کا حکم لگا دیتا ہے۔)

❁ ''وَ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا یَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا کَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ۝'' (سورۃ الانعام، آیت ۴۹)

(اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے، انہیں عذاب پہنچ جائے گا۔)

❁ ''فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ صَدَفَ عَنْهَا سَنَجْزِی الَّذِیْنَ یَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰیٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا کَانُوْا یَصْدِفُوْنَ ۝'' (سورۃ الانعام، آیت ۱۵۷)

(تو اس سے زیادہ ظالم (اظلم) کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلائے اور ان سے منہ موڑے، عنقریب ہم ان لوگوں کو جو ہماری آیتوں سے منہ موڑتے ہیں بڑے عذاب کی سزا دیں گے، بہ سبب اس کے کہ وہ منہ موڑا کرتے تھے۔)

❁ ''اِنَّ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ اسْتَکْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَ لَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ ؕ وَ کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُجْرِمِیْنَ ۝'' (سورۃ الاعراف، آیت ۴۰)

(یقیناً وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور ان سے تکبر کیا ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے، اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے، جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں نہ داخل ہو جائے، اور اسی طرح ہم مجرموں کو 'جزا' دیا کرتے ہیں۔)

 ''فَکَذَّبُوْهُ فَاَنْجَیْنٰهُ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗ فِی الْفُلْکِ وَ

اَغۡرَقۡنَا الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا ؕ اَنَّهُمۡ کَانُوۡا قَوۡمًا عَمِیۡنَ ۠" (سورۃ الاعراف، آیت ۶۴)

(پھر انہوں نے اس کو جھٹلایا تو ہم نے اس کو اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے نجات دے دی، اور ان لوگوں کو غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا بے شک وہ کوردل قوم تھی۔)

❁ "فَاَنۡجَیۡنٰهُ وَ الَّذِیۡنَ مَعَهٗ بِرَحۡمَةٍ مِّنَّا وَ قَطَعۡنَا دَابِرَ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَ مَا کَانُوۡا مُؤۡمِنِیۡنَ ۠" (سورۃ الاعراف، آیت ۷۲)

(پس ہم نے اس کو اور ان کو جو اس کے ساتھ تھے اپنی رحمت سے نجات دی اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور وہ مومن نہیں تھے، ان کی ہم نے نسل قطع کر دی۔)

❁ "وَ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا سَنَسۡتَدۡرِجُهُمۡ مِّنۡ حَیۡثُ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ۚۖ" (سورۃ الاعراف، آیت ۱۸۲)

(اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا عنقریب ہم انہیں درجہ بدرجہ (گرفتار) کریں گے، ایسے طور پر کہ وہ کچھ نہ سمجھیں گے۔)

❁ "فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا اَوۡ کَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفۡلِحُ الۡمُجۡرِمُوۡنَ ۝" (سورۂ یونس، آیت ۱۷)

(پس اس سے زیادہ ظالم اور کون ہوگا جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ موٹ بہتان باندھا، یا اس کی آیتوں کو جھٹلایا۔ یقیناً (ایسے) مجرم فلاح نہیں پاتے۔)

❁ "وَ تِلۡكَ عَادٌ ۟ۙ جَحَدُوۡا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمۡ وَ عَصَوۡا رُسُلَهٗ

وَ اتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ٥ وَ اُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً" (سورۂ ہودؑ، آیت ۵۹۔۶۰)

(اور یہ عاد تھے جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں کا انکار کیا تھا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی تھی اور انہوں نے ہر سرکش وعناد رکھنے والے کی پیروی کی تھی۔ اس دنیا میں ہی ان کے پیچھے لعنت لگا دی گئی تھی۔)

"قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَ قَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ٥ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَ كَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ٥ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَ لَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ؕ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَ اَبْقٰى ٥" (سورۂ طٰہٰ، آیات ۱۲۵۔۱۲۷)

(وہ کہے گا اے میرے پروردگار جب میں (دنیا میں) دیکھنے والا تھا تو تو نے مجھے اندھا کیوں محشور کیا (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا اسی طرح ہماری آیتیں تیرے پاس آئیں تھیں تو تم نے ان کا کچھ خیال نہ کیا اور اس طرح آج تمہارا بھی کچھ خیال نہیں کیا جائے گا اور اسی طرح ہم اسے سزا دیا کرتے ہیں جس نے زیادتی کی ہو اور اپنے پروردگار کی آیتوں پر ایمان نہ لایا ہو، اور یقیناً آخرت کا عذاب سب سے زیادہ سخت اور دیرپا ہے۔)

"وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ٥" (سورۂ لقمان، آیت ۳۲)

(اور سوائے ہر بد عہد اور ناشکرے کے ہماری آیتوں کا کوئی انکار نہیں کرتا۔)

❁ ”وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ“ (سورۂ زمر، آیت ۶۲)

(اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا، وہی نقصان اٹھانے والے (خاسرون) ہیں۔)

چونکہ رسالتمآبؐ اس سے باخبر تھے کہ حزب الشیطان امام علیؑ تا امام مہدیؑ ــــ آیات اللہ، کا انکار کرے گی، اور ان کے مقابل اپنے خودساختہ 'اماموں' کو کھڑا کرے گی، اس لیے آپؐ نے ”خطبۂ غدیر“ میں واضح کر دیا کہ:

”مَعَاشِرَ النَّاسِ! سَيَكُوْنُ مِنْ بَعْدِيْ آئِمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ۔ اِنَّ اللّٰهَ وَاَنَا بَرِيَّانِ مِنْهُمْ۔ اِنَّهُمْ وَاَشْيَاعَهُمْ وَاَتْبَاعَهُمْ وَاَنْصَارَهُمْ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ اَلَا اِنَّهُمْ اَصْحَابُ الصَّحِيْفَةِ فَلْيَنْظُرْ اَحَدُكُمْ فِيْ صَحِيْفَتِهٖ۔“

(”خطبۂ غدیر“ صفحات ۱۸۔۱۹)

(لوگو! عنقریب میرے بعد ایسے 'امام' ہوں گے جو جہنم کی طرف بلائیں گے اور قیامت کے دن ان کی مدد نہ کی جائے گی۔ اللہ اور میں دونوں ان سے بیزار ہیں۔ یقیناً وہ سب اور ان کے دوستدار، پیروکار اور مددگار جہنم کے سب سے نیچے والے طبقہ میں ہوں گے۔ تکبر کرنے والوں کی جگہ ایسی ہی بُری ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ یہی اشخاص اصحابِ صحیفہ (کتبہ لکھنے والے) ہیں۔ اب تم میں سے (جس کو مطلوب ہو) وہ صحیفہ میں نظر کرے۔)

رسالتمآبؐ یہ بھی جانتے تھے کہ غدیرِ خُم پہ امام علیؑ تا امام مہدیؑ کی بیعت کرنے والے شیطان کے بہکاوے میں آ کر اس بیعت کو توڑ دیں گے، اس لیے آپؐ نے متنبہ کیا:

"مَعَاشِرَ النَّاسِ! فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ بَايِعُوا عَلِيًّا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ وَالْاَئِمَّةَ كَلِمَةً طَيِّبَةً بَاقِيَةً يُهْلِكُ اللّٰهُ مَنْ غَدَرَ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ وَفٰى وَ "فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهِ" (سورۃ الفتح، آیت ۱۰)"۔

("خطبۂ غدیر"، صفحہ ۳۱)

(لوگو! اللہ سے ڈرو اور امیر المؤمنین علیؑ، حسنؑ، حسینؑ اور ان آئمہؑ سے جو کلمۂ باقیہ ہیں، بیعت کرلو، (بعد اس کے) جو بے وفائی کرے گا، اللہ اسے ہلاک کرے گا، اور جو وفا کرے گا، اللہ اُس پر رحم فرمائے گا" اور جو اس بیعت کو توڑ دے گا، اس توڑنے کا ضرر اسی کی ذات پر پڑے گا"۔)

بیعت پہ قائم رہنے والوں کے لیے رسالتمآبؐ نے "جنات النعیم" کی بشارت دی:

"مَعَاشِرَ النَّاسِ! اَلسَّابِقُوْنَ اِلٰى مُبَايَعَتِهٖ وَ مُوَالَاتِهٖ وَالتَّسْلِيْمِ عَلَيْهِ بِاِمَارَةِ الْمُؤْمِنِيْنَ اُولٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُوْنَ فِيْ جَنَّاتِ النَّعِيْمِ۔"

("خطبۂ غدیر"، صفحہ ۳۲)

(لوگو! جو علیؑ سے بیعت کرنے میں، ان سے دوستی رکھنے میں، اور ان کو امیر المؤمنین تسلیم کرنے میں سبقت کرنے والے ہوں گے، وہی

''جنات النّعیم'' کے حقدار ہوں گے۔)

''جنات النعیم'' کا ترجمہ بالعموم مترجمینِ قرآن نے نعمتوں والی جنت کیا ہے، جو سراسر غلط ہے، کیونکہ جنت ہے ہی نعمتوں والی جگہ۔ کوئی ایسی جنت نہیں ہو سکتی جہاں زحمتیں ہوں۔ دنیا کے قید خانے میں ثابت قدمی سے زحمتیں برداشت کرنے کے صلے ہی میں تو جنت ملے گی۔ پھر اُس میں بھی زحمتیں ہوں، تو جنت کا کیا فائدہ؟

پھر یہ ''جنات النعیم'' ہے کیا؟

اس کو سمجھنے کے لیے ''نعیم'' کو سمجھنا پڑے گا۔ ''نَعِیمٌ'' کا ترجمہ ''نعمتیں'' کیا جاتا ہے، جو سراسر غلط ہے۔ ''نَعِیمٌ'' جمع کا صیغہ نہیں، بلکہ واحد مذکر ہے، اور اسمِ صفت کی آخری ڈگری اسمِ تفضیل ہے۔ اسمِ تفضیل میں کوئی بھی صفت بدرجۂ اُتم پائی جاتی ہے اور اس سے زیادہ اس صفت کا حامل اور کوئی نہیں ہوتا۔ لہٰذا ''نَعِیمٌ'' سے مراد ایسا واحد مرد ہے، جس پر تمام نعمتوں کا اتمام ہوا۔ جب ہم اتمامِ نعمت کا سوچتے ہیں تو ہمارے ذہن میں آیتِ اکمال الدین:

''اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ط'' (سورۃ المائدہ، آیت ۳)

(میں نے آج کے دن تمہارے دین کو تمہارے لیے کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی، اور میں نے تمہارے لیے دینِ اسلام کو پسند کر لیا۔)

آتی ہے، جو بتلا رہی ہے کہ ولایت و امامت نعمتِ عظمیٰ ہے جس کے اعلان و اشہاد پر نہ صرف تکمیلِ دین کا اعلان کیا گیا، بلکہ اللہ نے اتمامِ نعمت کا اعلانِ ذیشان بھی کیا۔ جس پر اتمامِ نعمت ہو، اُسے ''نَعِیمٌ'' کہا جاتا ہے، یعنی امام العالمین علیؑ ابنِ ابی طالبؑ۔ اسی ''نعیم'' سے منسوب جنّات کو ''جنّات النعیم'' کہا جاتا ہے، جہاں اس ''نعیم'' کی

اتباع کرنے والے ہمیشہ رہیں گے۔

''نعیم'' کی مذکورہ شرح کے ثبوت میں ہم ''عُیُونُ اَخبَارِالرِّضَاؑ'' مؤلفہ شیخ صدوقؒ میں منقول حدیثِ ذیل پیش کرتے ہیں:

''محمد بن یحییٰ الصولی سے ہی مروی ہے کہ ہمیں ابی زکوان قاسم بن اسماعیل نے بتایا کہ انہیں ابراہیم بن عباس الصولی نے سن ۲۲۷ ہجری میں یہ روایت سنائی کہ ایک دن ہم حضرت علیؑ بن موسیٰ الرضاؑ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ امامؑ نے فرمایا: ''دنیا میں نعیم حقیقی نہیں ہے'' چنانچہ اس موقع پر امامؑ کے پاس جو فقہاء موجود تھے ان میں سے بعض نے امامؑ کی خدمت میں عرض کی کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

''ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْم''

(ترجمہ: پھر تم لوگوں سے سوال کیا جائے گا نعیم کے بارے میں۔)

لہٰذا قیامت کے دن جس ''نعیم'' کے بارے میں سوال کیا جائے گا یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ دنیا میں ہی نہیں؟ حالانکہ وہ نعیم ٹھنڈا پانی ہے۔ چنانچہ امام رضاؑ نے بلند آواز میں فرمایا کہ یہ آپ لوگ ہیں جنہوں نے ''نعیم'' کی یہ تفسیر بیان کر کے اسے چند قسموں کا قرار دے دیا ہے۔ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ وہ (نعیم) ٹھنڈا پانی ہے، ایک گروہ نے اسے پاکیزہ کھانے سے تعبیر کیا ہے، جبکہ تیسرے گروہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد پُر سکون نیند ہے۔ حالانکہ میرے پدرِ بزرگوارؑ نے حضرت ابا عبد اللہ جعفر الصادقؑ کی یہ حدیث مجھے سنائی تھی کہ جب ''ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ'' (سورۃ التکاثر، آیت ۸) کے ضمن میں کچھ لوگوں

نے آپؑ کی خدمت میں اسی طرح کے اقوال بیان کیے تو امام جعفر صادقؑ نے غضبناک ہو کر فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ان چیزوں کے بارے میں ہرگز سوال نہیں کرے گا جو اس نے انہیں اپنے فضل و کرمِ خاص کی وجہ سے عنایت فرمائی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عطا کردہ ان نعمات کے بارے میں سوال کر کے ان پر اپنا احسان نہیں جتائے گا جو اس نے انہیں ان کی ضروریاتِ زندگی کے لیے فراہم فرمائی ہیں۔ اس لیے کہ خود مخلوق میں کسی کو اس کی ضرورت کی کوئی چیز اگر فراہم کی جائے تو اس کے حوالے سے اسے جتانا معیوب اور فعلِ قبیح تصور کیا جاتا ہے۔ چہ جائیکہ خدا اپنی مخلوق پر ایسی نعمتوں کے عطا کرنے پر اپنا احسان جتائے۔ حقیقتِ امر یہ ہے کہ وہ ''نعیم'' جس کا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے سوال کرے گا وہ ہم اہلِ بیتؑ کی محبت و ولایت ہے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن توحید اور نبوت کے بارے میں سوال کرنے کے بعد اپنے بندوں سے سوال کرے گا اور جس جس نے ہماری محبت و ولایت کا حقِ وفا ادا کیا ہوگا اسے اس بہشتِ نعیم کی طرف لے جایا جائے گا جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ اس کے بعد میرے پدرِ بزرگوارؑ نے آباؤ اجدادؑ کے حوالے سے جنابِ رسولِ خداؐ کی یہ حدیث نقل فرمائی کہ آنحضورؐ نے فرمایا: یا علیؑ! قیامت کے دن سب سے پہلے جس چیز کے بارے میں سوال کیا جائے گا وہ **لا الہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ** کی گواہی ہے اور اس کے بعد اس امر کا اقرار کہ تو (علیؑ) مومنین کا ولی اور امام ہے، جسے اللہ نے مقرر کیا۔ وہ پہلی گواہی (اقرارِ توحید و رسالت) ہے اور جسے میں (محمدؐ)

نے مقرر کیا وہ تیسری ولایت کی گواہی واقرار ہے، پس جو کوئی اس کا اقرار کرتا ہے اور اس پر عقیدہ وایمان بھی رکھتا ہے اسی کو "نعیم" عطا کی جائے گی، جو ابدی ہے اور اس کے لیے زوال نہیں۔

محمد بن یحییٰ الصولی کہتا ہے کہ ابو زکوان جب میرے لیے یہ حدیث بیان کر چکا تو بغیر کوئی سوال کیے مجھے کہا کہ میں نے تمہارے لیے اس حدیث شریف کو اس لیے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث تمہارے نزدیک چند وجوہات کی بناء پر قابلِ اعتبار ہے جن میں سے ایک وجہ تو یہ ہے کہ بصرہ میں تم نے احادیث بیان کرنے والوں میں سے مجھے ہی منتخب کیا تھا (یعنی مجھ سے ہی بیانِ حدیث کے لیے رجوع کیا تھا) جبکہ دوسری وجہ یہ ہے کہ تمہارے چچا ابراہیم بن عباس الصولی نے یہ حدیث میرے لیے بیان کی لہٰذا تم اپنے چچا کو ایک ذمہ دار فرد کے طور پر جانتے ہوئے اس پر اعتبار کرو گے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ میں لغت اور اشعار کے فن میں مہارت رکھنے کی بناء پر اسی شعبے میں مصروف رہتا ہوں، اور لغت اور اشعار کے علاوہ کسی دوسری چیز پر اعتبار نہیں رکھتا تھا، مگر ایک دن میں نے خواب میں جنابِ رسولِ خداؐ کی زیارت کی، اور دیکھا کہ لوگ آگے بڑھ کر آنحضورؐ کو سلام کر رہے ہیں، اور آپؐ ان کے سلام کا جواب بھی دے رہے ہیں۔ چنانچہ میں نے بھی آگے بڑھ کر آنحضورؐ کو سلام کیا مگر آنحضورؐ نے میری طرف سے رخ پھیر لیا۔ جب میں نے دست بستہ عرض کی: یا رسولؐ اللہ! کیا میں آپ کی امت میں سے نہیں ہوں؟ تو آنحضرتؐ نے فرمایا: کیوں نہیں! ہو تو تم میرے امتی، لیکن افسوس کہ تم نے لوگوں تک وہ "حدیثِ نعیم" نہیں

پہنچائی جو تم نے ابراہیم سے سنی تھی۔ صولی کہتا ہے کہ یہ وہ حدیث ہے جسے عامہ نے جنابِ رسولِؐ خدا سے نقل کیا ہے لیکن اس طرح کہ اس میں نہ تو ''نعیم'' کا ذکر ہے اور نہ ہی مذکورہ آیت (سورۃ التکاثر کی آیت ۸) کا ذکر ہے، بلکہ صرف یہ روایت منقول ہے کہ جنابِ رسولِؐ خدا نے فرمایا: قیامت کے دن جس چیز کے بارے میں سب سے پہلے سوال کیا جائے گا وہ توحید، نبوت (رسالت) اور علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کی ولایت کی شہادت ہے''۔ (صفحات ۵۵۲ تا ۵۵۴)

پیشتر اس کے کہ ہم اگلے موضوع پر گفتگو کریں، ایک وضاحت کرتے چلیں کہ ''آیت اللہ'' کی ترکیب آج کل انتہائی غلط انداز میں استعمال کی جا رہی ہے۔ ''آیت اللہ'' صرف اور صرف منصوص من اللہ معصوم امامؑ ہیں۔ کوئی غیرِ معصوم فردِ بشر، بھلے کتنا ہی برگزیدہ اور علمی اعتبار سے بالیدہ کیوں نہ ہو، ہرگز ہرگز ''آیت اللہ'' نہیں ہو سکتا۔ جس طرح لفظِ ''پیغمبر'' یا ''امام'' ہم اپنی مرضی سے کسی کی قابلیت کے پیشِ نظر استعمال نہیں کر سکتے، ایسے ہی ''آیت اللہ'' کسی غیرِ معصوم کے ساتھ چسپاں نہیں کر سکتے۔

''آیت اللہ'' نہ تو کوئی ڈگری ہے، جو کوئی شخص خاص تعلیمی درجے پر جا کر حاصل کر لے؛ نہ ہی یہ کوئی لقب ہے، جو معاشرہ کسی عالم و فاضل شخص کو عطا کر دے؛ نہ ہی یہ کوئی خطاب ہے، جو حکومت کسی علاّمہ و فہامہ شخص کو نواز دے۔ یہ تو فقط امتیازی خصوصیت ہے منصوص من اللہ معصوم امامؑ کی۔ ان کا یہ prerogative کسی غیرِ معصوم انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ کوئی یونیورسٹی یا حوزۂ علمیہ اس نام سے کوئی ڈگری جاری نہیں کر سکتی۔

کسی فردِ بشر کا پیغمبرؐ یا امامؑ کی کسی امتیازی خصوصیت کو اپنے ساتھ چسپاں کرنا،

پیغمبرؐ یا امامؑ کی ہمسری کرنے کے مترادف ہے، جو سراسر جہالت پر مبنی اور گناہِ عظیم ہے۔

برِ صغیر پاک و ہند میں دار العلوم دیو بند کا بانی محمد قاسم نانوتوی پہلا شخص ہے، جس نے اپنے ساتھ "آیت اللہ" کی ترکیب چسپاں کی۔ ان کے ہاں تو سب کچھ جائز ہے۔ جب اللہ کے بنائے ہوئے معصوم امامؑ کے مقابل خانہ ساز خلافت کا قیام جائز ہے، تو ہر مرتبے میں شرکت جائز ہوگی۔

مگر

انتہائی افسوس ہے اُن پر جن کے مکتب میں نماز پڑھانے والے عالم کے لیے بھی لفظِ "امام" کا استعمال ممنوع ہے، وہ اپنے ساتھ معصوم امام کے لیے مخصوص تراکیب کا استعمال کریں، اور اعتراض پر چیں بجبیں ہوں، اور کہیں کہ ہم چونکہ "نائبِ امام" ہیں، اس لیے ہمارے لیے یہ روا ہے۔

جہاں تک نیابتِ امامؑ کا تعلق ہے، اس پر آخری امام حضرت محمد مہدی عجل اللہ فرجہٗ الشریف نے اپنی توقیع مبارکہ میں یہ کہہ کر پابندی لگادی کہ:

"اے علی بن محمد سمری سنو! اللہ تعالیٰ تمہاری وفات پر تمہارے بھائیوں کو صبرِ عظیم کا ثواب عطا فرمائے اس لئے کہ اب تمہاری موت چھ دن میں واقع ہو جائے گی لہٰذا اپنے کام سمیٹ لو اور آئندہ اپنی وفات کے بعد کے لئے کسی کو اپنا قائم مقام مقرر کرنے کی وصیت نہ کرنا کیونکہ اب غیبتِ تامہ واقع ہو چکی ہے اور بغیر حکمِ خدا اب ظہور نہ ہوگا، اور وہ بھی ایک طویل عرصے کے بعد، جب لوگوں کے دل سخت ہو جائیں گے اور زمین ظلم و جور سے بھر جائے گی اور آئندہ میرے شیعوں میں سے کچھ لوگ میرا مشاہدہ کرنے کا دعویٰ کریں

گے لیکن جو شخص خروجِ سفیانی سے قبل میرا مشاہدہ کرنے کا دعویٰ کرے وہ بہت بڑا جھوٹا اور بہتان باندھنے والا ہے (یاد رہے اصل عبارت میں امامؑ نے لفظِ کذاب استعمال فرمایا ہے جس کے معنی ایسے جھوٹے کے ہیں جس کے جھوٹ سے دین میں حرج واقع ہو جیسے مسیلمہ کذاب وغیرہ)''

(ماہنامہ تنظیم الاسلام، لاہور بابت ماہِ
فروری 2009ء، صفحہ 26)

کسی غیرِ معصوم کے امام یا نائبِ امام بننے، کہلوانے اور کہے جانے پر سختی سے منع نہ کرنے پر انتہائی سخت وعیدیں آئی ہیں۔ اُصولِ کافی، کتاب الحجت، باب نمبر ۸۴ میں امام جعفرِ صادقؑ سے منقول ہے:

(۱) جس نے امامت کا دعویٰ کیا درآنحالیکہ وہ اس کا اہل نہیں، تو وہ کافر ہے۔ (حدیث نمبر ۱)

(۲) جو نااہل امرِ امامت کا دعویٰ کرے گا، خدا اس کی عمر کو اس دنیا میں وبال بنا دے گا۔ (حدیث نمبر ۵)

(۳) تین شخصوں سے روزِ قیامت خدا کلام نہیں کرے گا اور نہ ہی اُن کا تزکیہ کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا ـــــ اوّل، وہ کہ جس نے دعویٰ امامت کیا (کسی بھی معنی میں) حالانکہ وہ خدا کی طرف سے امام نہیں؛ دوسرے، وہ جس نے امام منصوص من اللہ سے انکار کیا؛ تیسرے، وہ جس نے ان دونوں کے لیے اسلام میں کوئی حصہ قرار دیا (یعنی جو کوئی ایسے لوگوں کو مسلمان سمجھے، وہ بھی غرق ہوا۔) (حدیث نمبر ۲۱)

''ثواب الاعمال وعقاب الاعمال'' میں شیخ صدوقؒ امام محمد باقرؑ سے روایت کرتے ہیں:

''میں اسلام میں ضرور اس رعیت پر عذاب نازل کروں گا کہ جو ایسے ظالم 'امام' کی اطاعت کرے کہ جو اللہ عزوجل کی جانب سے مقرر نہ ہو اگرچہ یہ رعیت اپنے اعمال میں نیک و پرہیز گار ہی کیوں نہ ہو، اور میں اسلام میں اس رعیت کو ضرور معاف کردوں گا کہ جو ایسے ہدایت کرنے والے امام کی اطاعت کرے کہ جو اللہ عزوجل کی جانب سے (معین شدہ) ہو، اگرچہ یہ رعیت اپنے اعمال میں ظالم اور گنہگار ہی کیوں نہ ہو۔'' (صفحات 222-223)

کسی کا امام نہ ہوتے ہوئے، امامت کا دعویٰ کرنا اللہ پر جھوٹ باندھنے کے مترادف ہے۔ ایسے مفتری کے لیے اللہ کی وعید ہے:

''**وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تَرَی الَّذِیْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِیْنَ ۝**'' (سورة الزمر، آیت ٦٠)

[اور (اے رسولؐ) تو قیامت کے دن ان لوگوں کو دیکھے گا جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا اُن کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ کیا دوزخ میں تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ نہیں؟]

اس آیت کی تفسیر میں امام جعفرِ صادقؑ فرماتے ہیں:

''اس سے مراد وہ شخص ہے، جو امام نہ ہو، لیکن دعویٰ کرے کہ وہ امام ہے۔

پوچھا گیا کہ اگر چہ وہ علوی وفاطمی (اولادِ فاطمہؑ وعلیؑ) ہی ہو؟ آپؑ نے فرمایا کہ بے شک اگر چہ وہ علوی وفاطمی ہی ہو"۔

(تفسیر المتقین، صفحہ ۶۰۳)

ایسے مدعیانِ امامت کی خبر اللہ تعالیٰ نے سورۃ القصص میں یوں لی ہے:

"وَ جَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ وَ اَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ۝ؑ" (آیات ۴۱۔۴۲)

(اور ہم نے اُن کو ایسے امام قرار دیا جو جہنم کی طرف بلاتے ہیں، اور قیامت کے دن وہ کوئی مدد نہیں دیئے جائیں گے اور ہم نے اسی دنیا میں اُن کے پیچھے لعنت لگا دی اور قیامت کے دن وہ بُرے حال والوں میں سے ہوں گے۔)

انہی 'اماموں' کی خبر رسالتمآبؐ نے خطبۂ غدیر میں بایں الفاظ دی تھی:

"مَعَاشِرَ النَّاسِ! سَيَكُوْنُ مِنْ بَعْدِيْ آئِمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ۔ اِنَّ اللّٰهَ وَ اَنَا بَرِيْٓاٰنِ مِنْهُمْ۔ اِنَّهُمْ وَ اَشْيَاعَهُمْ وَ اَتْبَاعَهُمْ وَ اَنْصَارَهُمْ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَ لَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ اَلَا اِنَّهُمْ اَصْحَابُ الصَّحِيْفَةِ فَلْيَنْظُرْ اَحَدُكُمْ فِيْ صَحِيْفَتِهٖ۔"

("خطبۂ غدیر"، صفحات ۱۸۔۱۹)

(لوگو! عنقریب میرے بعد ایسے 'امام' ہوں گے جو جہنم کی طرف بلائیں گے

اور قیامت کے دن ان کی مدد نہ کی جائے گی۔ اللہ اور میں دونوں ان سے بیزار ہیں۔ یقیناً وہ سب اور ان کے دوستدار، پیروکار اور مددگار جہنم کے سب سے نیچے والے طبقہ میں ہوں گے۔ تکبر کرنے والوں کی جگہ ایسی ہی بُری ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ یہی اشخاص اصحابِ صحیفہ (کتبہ لکھنے والے) ہیں۔ اب تم میں سے (جس کو مطلوب ہو) وہ صحیفہ میں نظر کرے۔)
دعا ہے کہ ربّ لم یزل ولا یزال ہمیں آئمہ معصومینؑ سے متمسّک رہنے کی توفیق عطا فرمائے، اور جہنم کی طرف بلانے والے "آئمہ" کے سایے سے بھی محفوظ رکھے۔

باب پنجم

ارتداد

''ارتداد'' سے مراد ہے اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کر لینا۔ ہر مسلمان سوچے گا کہ بھلا ایسے کوئی کیونکر کرے گا — مگر — ایسا ہو جاتا ہے جب مفادات پر زد پڑے۔ اسلام میں داخل ہوتے وقت لازم نہیں کہ ہر کوئی اسلام لانے کے نتائج کو پورے طور پر سمجھے اور ہر حکمِ الٰہی پر سرِ تسلیم خم کرنے کا عزمِ مصمّم کر لے، اور اس سے کبھی نہ پھرے۔

بڑے بڑے لوگ اسلام میں آئے، مگر جب حسبِ منشاء فوائد سے محرومی نظر آئی، تو اللہ و رسولؐ کے احکامات سے منہ موڑ کر اپنی ہوائے نفسانی کی اتباع میں لگ گئے۔ اس اتباع نے انہیں اللہ کے راستے یعنی علیؑ کے راستے سے دور کر دیا۔ علیؑ سے دُوری اسلام سے دُوری ہے۔ اسی کا نام ''ارتداد'' ہے۔ اللہ نے ''آیۂ بلغ'' میں واضح کر دیا تھا کہ جو میرے پیغام سے دل تنگ ہوگا، وہ رسولؐ کو درپئے آزار ہوگا۔ ایسے شخص کی ہدایت کا اللہ ذمہ دار نہیں ہے جو بعدِ اسلام کفر اختیار کر لے۔

ملاحظہ ہو آیۂ بلغ:

''يَآَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ط وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ٥'' (سورۃ المائدہ، آیت ۶۷)

(اے رسولؐ! پہنچا دیجئے جو آپؐ کے رب کی طرف سے آپؐ پر نازل کیا گیا

ہے۔ اگر آپؐ نے یہ فعل انجام نہ دیا تو گویا آپ نے رسالت کا کوئی کام انجام دیا ہی نہیں۔ آپؐ کو اللہ کچھ مخصوص انسانوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ یقیناً اللہ ایسے انسانوں کی ہدایت کا ذمہ دار نہیں جو (اس پیغام کا انکار ــــ جلی یا خفی طور پر کر کے) کفر اختیار کریں۔)

ظاہر ہے غدیرِ خم پہ سبھی مسلمان تھے، مگر اُن میں وہ بھی تھے، جو پیغامِ غدیر سے ناراض ہونے والے تھے، اور ناراضی اس قدر متوقع تھی کہ وہ رسولؐ کو درپئے آزار ہونے والے تھے، اور ولایتِ علیؑ کا انکار کرنے والے تھے۔ رسالتمآبؐ نے ایسے لوگوں کی خبر خطبۂ غدیر کے آغاز میں دی:

''مَعَاشِرَا النَّاسِ! مَا قَصَّرْتُ فِیْ تَبْلِیْغِ مَا اَنْزَلَهٗ اِلَیَّ وَ اَنَا مُبَیِّنٌ لَّکُمْ سَبَبَ هٰذِهِ الآیَةِ اَنَّ جِبْرَئِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ هَبَطَ اِلَیَّ مِرَارًا ثَلَاثًا یَاْمُرُنِیْ بِالسَّلَامِ مِنْ رَّبِّیْ وَ هُوَ السَّلَامُ، اَنْ اَقُوْمَ فِیْ هٰذَا الْمَشْهَدِ فَاُعَلِّمَ کُلَّ اَبْیَضَ وَ اَسْوَدَ اَنَّ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْطَالِبٍؑ اَخِیْ وَ وَصِیِّیْ وَ خَلِیْفَتِیْ وَ الْاِمَامُ مِنْ بَعْدِیْ، الَّذِیْ مَحَلُّهٗ مِنِّیْ مَحَلُّ هَارُوْنَؑ مِنْ مُّوْسٰیؑ اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ، وَ هُوَ وَلِیُّکُمْ بَعْدَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی عَلَیَّ بِذٰلِکَ آیَةً مِّنْ کِتَابِهٖ ''اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ وَ هُمْ رَاکِعُوْنَ'' (سورۃ المائدہ، آیت ۵۵) وَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍؑ اَقَامَ

الصَّلٰوةَ وَ آتَـى الزَّكٰوةَ وَهُـوَ رَاكِعٌ يُّـرِيْدُ اللّٰه عَزَّ وَجَلَّ فِيْ كُلِّ حَالٍ وَسَأَلْتُ جِبْرَئِيْلَ عَلَيْـهِ السَّلَامُ اَنْ يَّسْتَعْفِيَ لِيْ عَنْ تَبْلِيْغِ ذَالِكَ اِلَيْكُمْ اَيُّهَا النَّـاسُ لِعِلْـمِيْ بِقِلَّةِ الْـمُتَّقِيْنَ وَكَثْرَةِ الْمُنَافِقِيْنَ وَ اِدْغَالِ الْآثِـمِيْنَ وَخَتْلِ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ بِالْاِسْلَامِ ـ اَلَّـذِيْـنَ وَصَفَهُـمُ اللّٰهُ فِـيْ كِتَـابِـهٖ بِاَنَّهُمْ "يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ وَيَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّ هُوَ عِـنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ" وَكَثْرَةِ اِيْـذَا هُمْ لِـيْ غَيْرَ مَرَّةٍ حَتّٰـى سَـمُّـوْنِـيْ اُذُنًـا وَ زَعَمُوْا اَنِّيْ كَذَالِكَ لِكَثْرَةِ مُلَازَمَتِـهٖ اِيَّـاىَ وَ اِقْبَـالِـيْ عَـلَيْـهِ،حَتّٰى اَنْزَلَ اللّٰه عَزَّ وَجَلَّ فِيْ ذٰلِكَ ، "وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَ يَـقُـوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ،قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ يُـؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ "،(سورۂ توبہ،آیت۶۱) وَلَوْ شِئْتُ اَنْ اُسَمِّـيَ بِـاَسْـمَـائِهِمْ لَسَمَّيْـتُ، وَ اَنْ اُوْمِـئَ اِلَيْهِمْ بِـاَعْيَـانِهِـمْ لَاَوْمَـأْتُ، وَ اَنْ اَدُلَّ عَـلَيْهِمْ لَدَلَلْـتُ وَ لٰكِنِّيْ وَ اللّٰهِ فِيْ اُمُوْرِهِمْ قَدْ تَكَرَّمْتُ، وَكُلُّ ذَالِكَ لَا يَـرْضَـى اللّٰه مِـنِّـيْ اِلَّا اَنْ اُبَلِّغَ مَا اَنْزَلَ اِلَيَّ (ثُمَّ تَلَا عَـلَيْــهِ السَّلَامُ)"يَـآ اَيُّهَـا الـرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَـا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (فِيْ عَلِيٍّ) وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ"(سورۃ المائدہ،آیت ۶۷)

(''خطبۂ غدیر''، صفحات ۵۔۷)

(ایہا الناس! جو کچھ اس نے نازل فرمایا میں نے اس کے پہنچانے میں کوتاہی نہیں کی، اور اب میں اس آیت کی شانِ نزول بھی تمہارے لئے واضح طور پر بیان کرتا ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ جبرائیلؑ میرے پاس تین مرتبہ آئے اور یہ حکم لائے، سلام کے ساتھ میرے رب کی طرف سے جو خود سلام اور سلامی کا مبداء، کہ میں اس مقام پر کھڑے ہو کر ہر گورے اور کالے کو یہ اطلاع دوں، کہ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ میرے بھائی، میرے وصی، میرے خلیفہ اور میرے بعد امام ہیں، جن کی منزلت اور نسبت میرے ساتھ وہی ہے جو ہارونؑ کی موسیٰؑ سے تھی، فرق اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے بعد تم سب کا ولی ہے۔ اس بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی کتاب میں ایک آیت مجھ پر نازل فرما چکا ہے: ''سوائے اس کے نہیں ہے کہ تمہارا ولی اللہ ہے اور اس کا رسولؐ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں'' اور علیؑ ابنِ ابی طالبؑ نے اقامۂ صلوٰۃ کیا اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دی۔ خداوندِ عزّوجلّ کی خوشنودی اسے ہر حال میں مدِّ نظر رہتی ہے اور میں نے جبرائیلؑ سے خواہش کی کہ خداوند تعالیٰ مجھے اس حکم کو تم لوگوں تک پہنچانے سے معاف رکھے اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ متقین کی کمی ہے اور منافقین کی کثرت اور گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں کا مکروفریب، اور اسلام کا استہزاء کرنے والوں کی حیلہ بازیاں بروئے کار۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر خداوند تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے ''وہ اپنی زبان سے جو کچھ کہتے ہیں

وہ ان کے دلوں میں نہیں ہوتا اور وہ اسے معمولی بات سمجھتے ہیں حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ بڑی سخت بات ہے''، اور یہ لوگ مجھے بارہا اذیتیں دے چکے ہیں، یہاں تک کہ میرا نام رکھا اور کہا کہ یہ تو ''اُذُن'' (کانوں کا کچا یعنی جو کچھ کسی سے سُن لیتا ہے اُسی پر یقین کر لیتا) ہے اور یہ سمجھ لیا کہ میں ایسا ہی ہوں، اس وجہ سے کہ میں علیؑ کو اپنے پاس زیادہ رکھتا ہوں اور ان کی طرف توجہ زیادہ کرتا ہوں۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں مجھ پر یہ آیت نازل کی: ''اور ان میں سے ایسے بھی ہیں جو نبیؐ کو ''اُذُن'' کہہ کر تکلیف پہنچاتے ہیں۔ تم (ان لوگوں کے جواب میں جو تم کو ایسا سمجھتے ہیں) یہ کہہ دو کہ وہ (نبیؐ) کان دے کر تو صرف وہی بات سنتے ہیں جو تمہارے حق میں بہتر ہے۔ (ورنہ) وہ تو صرف اللہ (کی باتیں وحی سے معلوم کر کے ان) پر ایمان لاتے ہیں اور مومنین (مخلصین کی باتوں) کا یقین کرتے ہیں۔ اور اگر میں یہ چاہوں کہ ان کے نام بتلاؤں تو بتلا سکتا ہوں، اور اگر یہ چاہوں کہ ان کی طرف اشارہ کر دوں تو کر سکتا ہوں۔ اور اگر یہ چاہوں کہ ان کا پتہ بتاؤں تو بتا سکتا ہوں، لیکن اللہ کی قسم میں نے ان کے تمام معاملات میں اخلاقِ کریمانہ کا برتاؤ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ میرا کوئی عذر قبول نہیں فرماتا اور یہی حکم دیتا ہے کہ میری طرف جو کچھ بھی اس وقت نازل کیا ہے وہ پہنچا دوں۔ (پھر آنحضرتؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی) ''اے رسولؐ! جو کچھ (علیؑ کے بارے میں) تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہاری طرف نازل کیا گیا وہ پہنچا دو، اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو گویا اس کی رسالت ہی نہیں پہنچائی اور اللہ لوگوں کے شر سے تمہیں محفوظ رکھے گا''۔

منکرینِ امامتِ علیؑ کے لیے رسالتمآبؐ نے سخت ترین عذاب کی وعید سنائی:

''مَعَاشِرَ النَّاسِ! اِنَّهٗ اِمَامٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ لَنْ يَّتُوْبَ اللّٰهُ عَلٰى اَحَدٍ اَنْكَرَ وِلَايَتَهٗ، وَ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهٗ، حَتْمًا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يَّفْعَلَ ذٰلِكَ بِمَنْ خَالَفَ اَمْرَهٗ فِيْهِ وَ اَنْ يُّعَذِّبَهٗ عَذَابًا نُّكْرًا اَبَدَالْآبَادِ وَ دَهْرَالدُّهُوْرِ، فَاحْذَرُوْا اَنْ تُخَالِفُوْهُ فَتَصِلُوْا نَارًا وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكَافِرِيْنَ۔''

(''خطبۂ غدیر''، صفحات ۹۔۱۰)

(اے لوگو! یہ اللہ کی طرف سے امام ہے اور اللہ کسی ایسے شخص کی توبہ قبول نہ کرے گا جو اس کی امامت کا منکر ہوگا، اور اللہ کی طرف سے یہی ہوگا کہ جو علیؑ کے حکم کی مخالفت کرے اس کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرے کہ اس کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے سخت سے سخت عذاب دے۔ پس تم اس کی مخالفت سے بچتے رہنا کہ کہیں اس آگ میں نہ چلے جاؤ جس کا ایندھن آدمی ہوں گے اور پتھر، اور جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔)

''مَعَاشِرَالنَّاسِ! فَضِّلُوْا عَلِيًّا فَاِنَّهٗ اَفْضَلُ النَّاسِ بَعْدِيْ مِنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى۔ بِنَا اَنْزَلَ اللّٰهُ الرِّزْقَ وَ بَقِيَ الْخَلْقُ۔ مَلْعُوْنٌ مَلْعُوْنٌ مَغْضُوْبٌ مَغْضُوْبٌ عَلٰى مَنْ رَدَّ قَوْلِيْ هٰذَا وَلَمْ يُوَافِقْهُ، اِنَّ جِبْرَئِيْلَ اَخْبَرَنِيْ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى بِذٰلِكَ، وَ يَقُوْلُ مَنْ عَادٰى عَلِيًّا وَلَمْ يَتَوَلَّهُ فَعَلَيْهِ لَعْنَتِيْ وَ غَضَبِيْ فَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ

لِغَدٍ وَّ اتَّقُو اللّٰہ اَنْ تُخَالِفُوْہُ۔ فَتَزِلَّ قَدَمٌ بَعْدَ ثُبُوتِھَا اِنَّ اللّٰہ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔"

(''خطبۂ غدیر''،صفحہ ۱۱)

(لوگو!علیؑ کو بزرگ جانو، کہ وہ میرے بعد سب سے، وہ مرد ہو یا عورت، افضل ہے۔ ہمارے ہی سبب سے اللہ تعالیٰ رزق نازل فرماتا ہے اور اسی سے سب مخلوق کی زندگی و بقا ہے۔ جو شخص میرے اس قول کو رد کرے، وہ ملعون ہے، ملعون ہے، مغضوب ہے، مغضوب ہے، اگر چہ اس کے خیال کے موافق نہ ہو۔ آگاہ ہو جاؤ کہ جبرئیلؑ امین نے مجھے خدا کی طرف سے خبر پہنچائی ہے اور وہ فرماتا ہے کہ جو شخص علیؑ سے دشمنی کرے اور ان سے دوستی نہ رکھے اس پر میری لعنت ہوگی اور میرا غضب نازل ہوگا۔ تو ہر نفس کو غور کرنا لازم ہے کہ وہ کل کے لئے آگے کیا بھیجتا ہے۔ اللہ سے ڈرو، اور اس کی مخالفت نہ کرو، کہ ثابت قدمی کے بعد کہیں قدم لغزش نہ کر جائیں، بیشک جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس سے باخبر ہے۔)

بیعتِ علیؑ سے روگردانی کا انجام رسالتمآبؐ نے بایں الفاظ بیان فرمایا:

"مَعَاشِرَ النَّاسِ! فَاتَّقُوا اللّٰہ وَ بَایِعُوا عَلِیًّا اَمِیْرَالْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْحَسَنَ وَ الْحُسَیْنَ وَ الْاَئِمَّۃَ کَلِمَۃً طَیِّبَۃً بَاقِیَۃً یُھْلِکُ اللّٰہ مَنْ غَدَرَ وَ یَرْحَمُ اللّٰہُ مَنْ وَّفٰی وَ "فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ" (سورۃ الفتح، آیت ۱۰)

(''خطبۂ غدیر''،صفحہ ۳۱)

(لوگو! اللہ سے ڈرو اور امیر المومنین علیؑ، حسنؑ، حسینؑ اور ان آئمہؑ سے جو

کلمۂ باقیہ ہیں، بیعت کرلو، (بعد اس کے) جو بے وفائی کرے گا، اللہ اسے ہلاک کرے گا، اور جو وفا کرے گا، اللہ اُس پر رحم فرمائے گا" اور جو اس بیعت کو توڑ دے گا، اس توڑنے کا ضرر اسی کی ذات پر پڑے گا"۔)

ایسے ہی لوگ ہیں جن کے اعمال حبط ہو جائیں گے اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ البقرہ کی آیت ۲۱۷ میں فرماتا ہے:

"وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ط وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ج وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ٥"

(اور وہ برابر تم سے لڑائی کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ اگر ان کا بس چلے تو وہ تم کو تمہارے دین سے برگشتہ کر دیں، اور (یاد رکھو) تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے برگشتہ ہو جائے گا، پھر مر جائے گا اس حالت میں کہ وہ کافر ہو تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت گئے، اور یہی لوگ دوزخی ہیں (اور) وہ ہمیشہ اسی میں رہنے والے ہیں۔)

رسولِؐ خدا نے بھی انہی الفاظ میں منکرینِ امامتِ علیؑ کو حبطِ اعمال اور جہنم کی ہمیشگی کی وعید سنائی ہے:

"مَعَاشِرَ النَّاسِ! اِنَّمَا اَكْمَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ دِيْنَكُمْ بِاِمَامَتِهٖ، فَمَنْ لَّمْ يَأْتَمَّ بِهٖ وَبِمَنْ يَّقُوْمُ مَقَامَهٗ مِنْ وُّلْدِيْ مِنْ صُلْبِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَعُرِضَ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَاُولٰٓئِكَ

الَّذِیْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وَفِی النَّارِ هُمْ خَالِدُوْنَ، لَا یُخَفِّفُ اللّٰهُ عَنْهُمُ الْعَذَابَ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ۔"

("خطبۂ غدیر"، صفحہ ۱۴)

(اے لوگو! سوائے اس کے نہیں ہے کہ خدائے عزوجل نے دین کو اس کی امامت کے ساتھ کامل کیا ہے تو جو شخص اس کو امام نہ مانے اور اس کے بعد قیامت تک میری اولاد سے اور اس کے صلب سے جو اس کے قائم مقام ہوں، ان کو امام نہ مانے تو جب وہ خدا کے حضور پیش کیا جائے گا تو ان میں سے ہوگا جن کے کل اعمال حبط اور بے نتیجہ ہو جائیں گے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنے والے ہوں گے۔ اللہ ان کے عذاب میں تخفیف نہ فرمائے گا، اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔)

باب ششم

اللہ کی راہ سے روکنا

اللہ کی راہ ''صراطِ مستقیم'' ہے۔ ''صراطِ مستقیم'' علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کا راستہ ہے۔ رسالتمآبؐ نے فرمایا:

''یَا عَلِیُّ ! اَلصِّرَاطُ صِرَاطُكَ''

(''نہج الاسرار من کلامِ حیدرِ کرّارؑ''، جلد اوّل، صفحہ ۱۲۰)

(اے علیؑ! صراطِ مستقیم تیرا راستہ ہے)

اسی راستے پر چلنے کا اللہ نے حکم بھی دیا ہے، اور اس راستے سے روکنے والوں کے اعمالِ صالحہ نہ صرف حبط کرنے کی وعید سنائی ہے، بلکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں بھی رہیں گے۔

ملاحظہ ہو ارشادِ خداوندی:

''وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ'' (سورۃ البقرہ، آیت ۲۱۷)

(اور اللہ کے راستے پر چلنے سے نہ صرف روکتے ہیں، بلکہ (چلنے والوں کو) کافر کہتے ہیں۔)

ایسے روکنے والوں کا انجام یوں بیان کیا گیا ہے:

''فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝'' (سورۃ البقرہ، آیت ۲۱۷)

(یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت گئے، اور یہی

لوگ دوزخی ہیں (اور) وہ ہمیشہ اسی میں رہنے والے ہیں۔)
علیؑ کے راستے پر سختی سے کاربند رہنے کی تلقین حروفِ مقطعات میں بھی کی گئی ہے۔
آیئے دیکھیں ـــــ کیسے؟
قرآنِ مجید میں حسبِ ذیل 29 حروفِ مقطعات ہیں:

سورہ	آیت نمبر	حروف مقطعات
سورۃ البقرہ	۱	الٓمّٓ
سورۂ آلِ عمرانؑ	۱	الٓمّٓ
سورۃ العنکبوت	۱	الٓمّٓ
سورۃ الروم	۱	الٓمّٓ
سورۂ لقمانؑ	۱	الٓمّٓ
سورۃ السجدۃ	۱	الٓمّٓ
سورۃ الاعراف	۱	الٓمّٓصٓ
سورۂ یونسؑ	۱	الٓرٰ
سورۂ ہودؑ	۱	الٓرٰ
سورۂ یوسفؑ	۱	الٓرٰ
سورۂ ابراہیمؑ	۱	الٓرٰ
سورۃ الحجر	۱	الٓرٰ
سورۃ الرعد	۱	الٓمّٓرٰ

سورۂ مریمؑ	۱	کٓھٰیٰعٓصٓ
سورۂ طٰہٰ	۱	طٰهٰ
سورۃ الشعرآء	۱	طٰسٓمٓ
سورۃ القصص	۱	طٰسٓمٓ
سورۃ النمل	۱	طٰسٓ
سورۂ یٰسٓ	۱	یٰسٓ
سورۂ صٓ	۱	صٓ
سورۃ المؤمن	۱	حٰمٓ
سورۂ حٰم السجدۃ		حٰمٓ
سورۃ الزخرف		حٰمٓ
سورۃ الدخان		حٰمٓ
سورۃ الجاثیۃ		حٰمٓ
سورۃ الاحقاف		حٰمٓ
سورۃ الشورٰی	۱-۲	حٰمٓعٓسٓقٓ
سورۂ قٓ	۱	قٓ
سورۃ القلم	۱	نٓ

ان 29 حروفِ مقطعات میں سے مکررات کو نکال دیں، تو حسبِ ذیل 14 حروفِ مقطعات بچتے ہیں:

ان چودہ حروفِ مقطعات کے حروف کو اگر پھیلایا جائے، تو نتیجہ حسبِ ذیل 38 حروف ہوں گے:

الٓمّٓ — ا،ل،م

الٓمّٓصٓ — ا،ل، م، ص

الٓرٰ — ا،ل،ر

الٓمّٓرٰ — ا،ل،م،ر

کٓھٰیٰعٓصٓ — ک،ہ،ی،ع،ص

طٰہٰ — ط،ہ

طٰسٓمّٓ — ط،س،م

طٰسٓ — ط،س
یٰسٓ — ی،س
صٓ — ص
حٰمٓ — ح،م
حٰمٓعٓسٓقٓ — ح،م،ع،س،ق
قٓ — ق
نٓ — ن

ان حروف میں سے مکررات کو نکال دیا جائے تو مندرجہ ذیل چودہ حروف بچیں گے:

"ا، ل، م، ص، ر، ك، ه، ی، ع، ط، س، ح، ق، ن"

ان چودہ حروف سے صرف اور صرف حسبِ ذیل با معنی جملہ بن سکتا ہے:

"صراط علیؑ حق نمسکه"

یعنی علیؑ کا راستہ ہی حق ہے، اس پر ثابت قدم رہو۔

شیخ صدوقؒ اپنی تالیف "ثواب الاعمال وعقاب الاعمال" میں حدیثِ ذیل درج کرتے ہیں:

"بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ نے علی علیہ السلام کو اپنے اور اپنی مخلوقات کے درمیان عَلَم ونشانی قرار دیا ہے کہ ان کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی اور عَلَم ونشانی نہیں ہے، پس جس شخص نے علی علیہ السلام کی پیروی کی وہ مومن ہوگا، جس نے آپؑ کا انکار کیا وہ کافر ہوگا اور جس نے آپؑ کے سلسلے میں شک کیا وہ مشرک ہوگا۔" (ثواب الاعمال وعقاب الاعمال، صفحہ ۲۲۶)

ایسے کافر و مشرک کی سزا دنیا ہی میں شروع ہو جاتی ہے۔ ختمی مرتبتؐ فرماتے ہیں:

"بیشک جنت محبانِ علی علیہ السلام کی مشتاق ہے اور اس کی روشنی محبانِ علیؑ تک پہنچ جاتی ہے جب کہ وہ ابھی دنیا میں ہی ہوتے ہیں اور جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوتے، اور بیشک (جہنم کی) آگ سخت غضبناک ہے اور اس کی مصیبت دشمنانِ علیؑ تک پہنچ جاتی ہے جب کہ وہ ابھی دنیا میں ہی ہوتے ہیں اور (جہنم کی) آگ میں داخل نہیں ہوئے ہوتے۔" (ثواب الاعمال وعقاب الاعمال، صفحات ۲۲۳، ۲۲۴)

ولایتِ علیؑ کے اعلان و اشہاد میں اللہ کو کسی قسم کی کوئی بھی کوتاہی برداشت نہیں۔

ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ہر ناصبی (دشمنِ اہلِ بیتؑ) اگرچہ وہ عبادت گزار اور اجتہاد و کوشش کرنے والا ہو منتقل ہو جائے گا اس آیت کی طرف: **عَامِلَةٌ نَاصِبَةٌ ٥ تَصْلٰی نَارًا حَامِيَةً ٥** (سورۂ غاشیہ: آیات: ۳، ۴)

(طوق و زنجیر سے مشقت کرنے والے تھکے ماندے دھکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے)" (ثواب الاعمال وعقاب الاعمال، صفحہ ۲۲۴)

ناصبی کی وضاحت فرماتے ہوئے، امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"ناصبی وہ نہیں ہے جو ہم اہلِ بیت سے دشمنی رکھے چونکہ تم کسی بھی شخص کو نہیں پاؤ گے جو یہ کہتا ہو کہ میں محمدؐ و آلِ محمدؐ سے دشمنی رکھتا ہوں، بلکہ ناصبی وہ ہے کہ جو تم سے دشمنی رکھتا ہو جب کہ وہ جانتا ہے کہ تم لوگ ہماری ولایت کے قائل ہو اور ہمارے شیعوں میں سے ہو۔" (ثواب الاعمال وعقاب الاعمال، صفحہ ۲۲۴)

مولائے کائنات علیؑ ابنِ ابی طالبؑ فرماتے ہیں:

☆ ”سراج المؤمن معرفة حقنا۔“

(ہمارے حق کی معرفت مومن کے لئے چراغ ہے)

☆ ”اشد العمی من عمی عن فضلنا و ناصبنا العداوة بلا ذنب سبق الیه منا الا انا دعوناه الی الحق و دعاه من سوانا الی الفتنة و الدنیا فاثرهما و نصب البرائة منا و العدواة لنا“۔

(بدترین اندھا وہ ہے جو ہمارے فضائل سے اندھا رہے اور ہم سے دشمنی رکھے باوجودیکہ ہم نے اس کا کوئی گناہ نہیں کیا سوائے اس کے کہ ہم اس کو حق کی طرف دعوت دیتے ہیں اور دوسرے لوگ اس کو فتنہ اور دنیا کی طرف بلاتے ہیں، ہم سے بیزاری اختیار کرواتے اور ہم سے عداوت ڈلواتے ہیں۔)

☆ ”لنا رایة الحق من استظل بها کنة و من سبق الیها فازو من تخلف عنها هلك و من فارقها هوی تمسك بها نجی“

(پرچمِ حق ہمارے ہاتھ میں ہے جو شخص بھی اس کے سایہ میں آجائے اس کو اپنے قبضہ میں لے لیتا ہے۔ جس نے اس پر پیش دستی کی، وہ کامیاب ہے، اور جس نے اس کی مخالفت کی، وہ ہلاک ہوا۔ جس نے اس سے جدائی اختیار کی پستی میں گرا، اور جو اس سے متمسک ہوا، نجات پائی۔)

☆ ”لا تزلوا عن الحق ولایة اهل الحق فان من استبدل بنا هلك و فاتته الدنیا و خرج منها“

(حق اور اہلِ حق کی دوستی سے دست بردار نہ ہو۔ بتحقیق جس نے دوسروں کو ہم پر فضیلت دی، ہلاک ہوا، اور دنیا بھی اس کے ہاتھ سے گئی۔)

☆ ''من تمسك بنا لحق و من سلك غير (طريقتنا ح) طريقنا غرق''

(ہم سے جو متمسک ہوا وہ حق پر ہے، اور جس نے ہمارے غیر سے تمسک حاصل کیا، وہ غرق ہوا۔)

(نہج الاسرار من کلامِ حیدرِ کرّار، جلد دوم، صفحات ۳۱ تا ۳۳)

مامون الرشید نے امام علی رضاؑ سے پوچھا کہ خدا کے اس قول سے کیا مراد ہے:

''الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَ كَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا'' (سورۃ الکہف، آیت ۱۰۱)

(وہ کافر جن کی نگاہیں ہمارے ذکر سے پردہ میں تھیں اور وہ کچھ سننا بھی نہیں چاہتے تھے'')

حضرتؑ نے فرمایا کہ آنکھ کا بند ہونا یا بند کر لینا کسی چیز کے سمجھنے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کرتا۔ کیونکہ کسی گفتگو یا ذکر کو آنکھ سے دیکھا نہیں جاتا، بلکہ کان سے سنا جاتا ہے۔ لیکن یہاں پر حق تعالیٰ نے اس آیت میں یہ مثال دی ہے کہ جو لوگ حضرت علیؑ کی ولایت کے انکاری ہوتے ہیں وہ اندھوں کی مانند ہیں کیونکہ وہ چشمِ بینا نہیں رکھتے۔ جو اشیائے عالم کو آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا وہ خدا کی قدرت اور نشانیوں کو سمجھنے سے قاصر ہوگا۔ اس لئے کہ یہ عقل کے اندھے پیغمبرِؐ خدا کے اقوال جو حضرت علیؑ کی شان میں آپؐ نے فرمائے وہ سننے کی برداشت نہیں رکھتے۔ (عیون اخبار الرضاؑ، حصہ اوّل، صفحہ ۱۱۶)

باب ہفتم

معاشرے میں انصاف قائم کرنے کے خواہاں افراد کا قتل

فطرتاً انسان جُھنڈوں کی شکل میں زندگی بسر کرنا پسند کرتا ہے۔ اس طرح نہ صرف وہ خود کو محفوظ خیال کرتا ہے، بلکہ اس کی احتیاجات بھی پوری ہوتی رہتی ہیں، کیونکہ مختلف افراد مختلف کاموں میں مہارت پیدا کر کے نہ صرف اپنی معاشی ضروریات کو پورا کرتے ہیں، بلکہ دوسرے افراد کے کام بھی آتے ہیں۔ اس طرح کے جُھنڈ کو ''معاشرہ'' کا نام دیا جاتا ہے۔

معاشرہ چونکہ مختلف الخیال افراد کا مجموعہ ہوتا ہے، اس لیے ان کے درمیان اختلافات کا پیدا ہونا لازم ہے۔ ان اختلافات کے تصفیے کے لیے ہر معاشرے میں ایک نظامِ انصاف قائم کیا جاتا ہے، جو اس معاشرے کے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق افراد کے حقوق و ذمہ داریوں کا تعیّن کرتا ہے۔ اگر کسی معاشرے میں یہ نظامِ انصاف نہ ہو، تو اس معاشرے کو مسلسل لڑائی جھگڑے اور دنگا فساد سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ ہر کوئی اپنی حدود سے تجاوز کرتا ہے اور دوسرے کے حقوق کو پائمال کرتا ہے۔ اس کا نام ''ظلم'' ہے۔ ظلم معاشرے کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیتا ہے۔ اسی لیے مولا علیؑ نے فرمایا کہ ایک معاشرہ کفر پہ تو قائم رہ سکتا ہے، مگر ''ظلم'' پہ نہیں۔

ظلم کو روکنے کے لیے خالق و مالکِ کائنات نے انسانوں کے حقوق و ذمہ داریوں کا تعین اپنے انبیاءؑ پر نازل ہونے والے صحائف اور کتب میں کیا۔ آخری

دستورِ زندگی ''قرآن'' ہے۔ قرآن ایک صامت کتاب ہے جو انسانوں کے حقوق و فرائض کا تعین کرتا ہے، مگر اس پر عمل کرانے کے لیے اُس نے جو نظام قائم کیا ہے، وہ مشتمل ہے ''ناطقِ قرآن'' پر۔ بالفاظِ دیگر قرآن دیگر کتبِ قوانین کی طرح خاموش احکامات کا مجموعہ ہے۔ ان احکامات کا نفاذ بولتا قرآن یعنی اولی الامر کرتا ہے۔ اس لیے اللہ نے رسولؐ کے ساتھ اولی الامر کی اطاعت کو واجب ٹھہرایا۔ ملاحظہ فرمایئے:

''يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ج'' (سورۃ النساء، آیت ۵۹)

(اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اور رسولؐ و اولی الامر کی اطاعت کرو۔)

آیۂ اطاعت میں اولی الامر رسولؐ کے ساتھ بلافصل جڑا ہوا ہے۔ اس لیے اہلِ ایمان پہ بھی واجب ہے کہ وہ رسولؐ کے بعد بلافصل اولی الامر سے تمسک کریں۔ غدیرِ خم پہ صحابہؓ کو اکٹھا کر کے رسالتمآبؐ نے حکمِ الٰہی سے اسی بلافصل نظامِ اولی الامر کا تعارف کرایا۔ فرماتے ہیں:

''اُمَنَآءُ اللّٰهِ فِیْ خَلْقِهٖ وَ حُكَّامُهٗ فِیْ اَرْضِهٖ اَلَآ وَ قَدْ اَدَّيْتُ اَلَآ وَ قَدْ بَلَّغْتُ اَلَآ وَ قَدْ اَسْمَعْتُ اَلَآ وَ قَدْ اَوْضَحْتُ اَلَآ وَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ وَ اَنَا قُلْتُ عَنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اَلَآ اِنَّهٗ لَيْسَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرَ اَخِیْ هٰذَا وَ لَا تَحِلُّ اَمَارَةُ الْمُؤْمِنِيْنَ بَعْدِیْ لِاَحَدٍ غَيْرِهٖ، (ثُمَّ ضَرَبَ بِيَدِهٖ عَلٰی عَضُدِهٖ فَرَفَعَهٗ وَكَانَ مُنْذُ اَوَّلِ مَا صَعَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ ثُمَّ قَالَ) مَعَاشِرَ النَّاسِ! هٰذَا عَلِیٌّؑ اَخِیْ

وَ وَصِیِّیْ وَ وَاعِیْ عِلْمِیْ وَ خَلِیْفَتِیْ عَلٰی اُمَّتِیْ وَ عَلٰی تَفْسِیْرِ کِتَابِ اللّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ الدَّاعِیْ اِلَیْہِ وَ الْعَامِلُ بِمَا یَرْضَاہُ وَ الْمُحَارِبُ لِاَعْدَآئِہٖ وَ الْمُوَالِیْ عَلٰی طَاعَتِہٖ وَ النَّاھِیْ عَنْ مَّعْصِیَتِہٖ خَلِیْفَۃُ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْاِمَامُ الْھَادِیُّ وَ قَاتِلُ النَّاکِثِیْنَ وَ الْقَاسِطِیْنَ وَ الْمَارِقِیْنَ بِاَمْرِ اللّٰہِ اَقُوْلُ مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ بِاَمْرِ اللّٰہِ رَبِّیْ اَقُوْلُ: اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَ عَادِ مَنْ عَادَاہُ وَ الْعَنْ مَنْ اَنْکَرَہٗ وَ اغْضِبْ عَلٰی مَنْ جَحَدَ حَقَّہٗ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ اَنْزَلْتَ عَلَیَّ اَنَّ الْاِمَامَۃَ لِعَلِیٍّ وَلِیِّکَ عِنْدَ تَبْیَانِیْ ذٰلِکَ وَ نَصْبِیْ اِیَّاہُ بِمَا اَکْمَلْتَ لِعِبَادِکَ مِنْ دِیْنِھِمْ وَ اَتْمَمْتَ عَلَیْھِمْ نِعْمَتَکَ وَ رَضِیْتَ لَھُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا، فَقُلْتَ وَ مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَ ھُوَ فِی الْآخِرَۃِ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُشْھِدُکَ اَنِّیْ قَدْ بَلَّغْتُ رِسَالَتَکَ۔ "

("خطبۂ غدیر" صفحات ۱۲-۱۴)

(یہ خدائے تعالیٰ کی مخلوق میں اس کے امین ہیں اور اللہ کی زمین میں اسی کے مقرر کئے ہوئے حاکم۔ آگاہ رہو کہ میں نے آگاہ کر دیا ہے۔ سمجھ لو کہ میں نے پہنچا دیا۔ ہوشیار رہو کہ میں نے سنا دیا، خبردار رہو کہ میں نے کھول کر بیان کر دیا۔ دیکھو خدائے عزّ وجلّ نے فرمایا اور میں نے خدائے عزّ وجلّ کی طرف سے سنا دیا۔ سمجھ رکھو کہ میرے اس بھائی کے سوا کوئی اور

امیر المؤمنین نہ ہوگا اور میرے بعد اس کے سوا کسی دوسرے کے واسطے امارتِ مومنین جائز نہیں ہے۔ (پھر آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کے بازو پر ہاتھ مار کر ان کو اور بلند کیا، یہاں تک کہ ان کے پاؤں رسولؐ خدا کے گھٹنوں کے برابر آ گئے حالانکہ ہاتھ تو اسی وقت سے تھامے ہوئے تھے، جس وقت کہ آپ منبر پر تشریف لے گئے تھے، پھر فرمایا): لوگو! یہ ہے علیؑ، میرا بھائی اور میرا وصی اور میرے علم کا خزینہ دار، اور میری اُمت پر اور کتابِ خدا کی تفسیر پر میرا خلیفہ، اور خدا کی طرف بلانے والا اور جن چیزوں کو اللہ پسند فرماتا ہے، ان پر عمل کرنے والا، خدا کے دشمنوں سے لڑنے والا، خدا کی اطاعت پر دوستی کرنے والا، اس کی نافرمانی سے روکنے والا، خدا کے رسولؐ کا خلیفہ، مومنوں کا امیر، خدا تک پہنچانے والا اور خدا کے حکم سے ناکثین، قاسطین اور مارقین سے لڑنے والا۔ میں اپنے پروردگار کے حکم کے موجب کہتا ہوں اور میری بات پلٹی نہیں جائے گی، میں بحکمِ خدا یہ کہتا ہوں: یا اللہ! تو اس سے دوستی رکھنا جو اس سے دوستی رکھے اور اس سے دشمنی رکھنا جو اس سے دُشمنی رکھے، اور اس پر لعنت کرنا جو اس کا انکار کرے اور اس پر غضب نازل کرنا جو اس کے حق کا منکر ہو جائے۔ یا اللہ! تو نے مجھ پر یہ آیت نازل فرمائی کہ امامت تیرے ولی علیؑ کے لئے ہے اور جب میں نے اسے کھول کر بیان کیا تو علیؑ کو اپنا قائم مقام مقرر کر دیا تو تو نے وہ آیت نازل فرمائی جس سے اپنے بندوں کے دین کی تکمیل کر دی، اور ان پر اپنی نعمت پوری کر دی، اور تو نے ان کے لئے دینِ اسلام کو پسند فرما لیا ہے۔ پھر تو نے یہ ارشاد

فرمایا کہ "جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا خواستگار ہوگا تو وہ اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا"۔ یا اللہ! میں تجھ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا۔)

علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کو اپنا خلیفہ اور مومنین کا امیر مقرر کرنے کے بعد ان کی اطاعت کا حکم دیا:

"مَعَاشِرَ النَّاسِ! اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَمَرَنِیْ وَ نَهَانِیْ وَ قَدْ اَمَرْتُ عَلِیًّا وَ نَهَیْتُهٗ فَعَلِمَ الْاَمْرَ وَ النَّهْیَ مِنْ رَّبِّهٖ عَزَّ وَ جَلَّ فَاسْمَعُوْا لِاَمْرِهٖ تَسْلَمُوْا وَ اَطِیْعُوْا تَهْتَدُوْا وَ انْتَهُوْا لِنَهْیِهٖ تَرْشُدُوْا وَ سِیْرُوْا اِلٰی مُرَادِهٖ وَ لَا تَتَفَرَّقْ بِكُمُ السُّبُلُ عَنْ سَبِیْلِهٖ، اَنَا صِرَاطُ اللّٰهِ الْمُسْتَقِیْمُ الَّذِیْ اَمَرَكُمْ بِاِتِّبَاعِهٖ، ثُمَّ عَلِیٌّ مِّنْ بَعْدِیْ، ثُمَّ وُلْدِیْ مِنْ صُلْبِهٖ آئِمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ یَعْدِلُوْنَ۔"

("خطبۂ غدیر" صفحات ۲۰۔۲۱)

(اے لوگو! بے شک اللہ نے مجھ کو امر بھی فرمایا ہے اور نہی بھی فرمائی، اور میں نے علیؑ کو امر بھی کیا اور نہی بھی کی۔ علیؑ نے امر و نہی کا علم خدا کی طرف سے حاصل کیا، لہٰذا تم اس کے امر کو سنو، سلامت رہو گے، اور اس کی اطاعت کرو، ہدایت پاؤ گے۔ وہ جس بات سے تم کو روکے، اس سے رک جاؤ، صحیح راستے پر رہو گے، اور جدھر وہ لے جانا چاہتا ہے ادھر ہی چلو۔ مختلف راستے تم کو اس کے راستے سے ہٹا نہ دیں۔ میں خدا کا صراطِ مستقیم ہوں، جس کے اتباع کا خود خدا نے تم کو حکم دیا ہے۔ پھر میرے بعد

علیؑ (صراطِ مستقیم) ہیں۔ پھر میرے فرزند جو اس کے صلب سے ہیں؛ امام ہیں ـــــ ہادیانِ حق اور عادلانِ حق۔)

دیکھا آپ نے! سلامتی علیؑ اور اُن کے بعد آنے والے آئمہؑ کا حکم ماننے میں ہے۔ چونکہ یہ خالقِ عدل کے نمائندے ہیں، اس لیے ان کا ہر حکم عدل پہ مبنی ہے۔ اسی لیے رسالتمآبؐ نے انہیں ''عادلانِ حق'' قرار دیا۔ یہی ''عادلانِ حق'' معاشرے میں عدل قائم کر سکتے ہیں۔

بعدِ شہادتِ ختمی مرتبتؐ جب لوگوں نے اولی الامر اور عادلِ حق علیؑ ابنِ ابی طالبؑ سے منہ موڑ لیا تو جنابِ سیّدہ فاطمۃ الزہراؑ نے اُنہیں جھنجوڑا، اور امامؑ کی اطاعت و اتباع کرنے کی نصیحت کی:

''اَنۡتُمۡ عِبَادَ اللّٰهِ وَ نُصُبُ اَمۡرِهٖ وَ نَهۡيِهٖ وَ حَمَلَةُ دِيۡنِهٖ وَ وَحۡيِهٖ، وَ اُمَنَاءُ اللّٰهِ عَلٰى اَنۡفُسِكُمۡ وَ بُلَغَائُهٗ اِلَى الۡاُمَمِ، وَ زَعَمۡتُمۡ حَقٌّ لَّكُمۡ، لِلّٰهِ فِيۡكُمۡ وَ عَهۡدٌ قَدَّمَهٗ اِلَيۡكُمۡ وَ بَقِيَّةٌ اسۡتَخۡلَفَهَا عَلَيۡكُمۡ، كِتَابُ اللّٰهِ النَّاطِقُ وَالۡقُرۡاٰنُ الصَّادِقُ وَالنُّوۡرُ السَّاطِعُ وَالضِّيَاءُ اللَّامِعُ، بَيِّنَةٌ بَصَائِرُهٗ، مُنۡكَشِفَةٌ سَرَائِرُهٗ، مُنۡجَلِيَةٌ ظَوَاهِرُهٗ، مُغۡتَبَطٌ بِهٖ اَشۡيَاعُهٗ، قَائِدٌ اِلَى الرِّضۡوَانِ اتِّبَاعُهٗ، مُؤَدٍّ اِلَى النَّجَاةِ اسۡتِمَاعُهٗ، بِهٖ تَنَالُ حُجَجُ اللّٰهِ الۡمُنَوَّرَةُ وَ عَزَائِمُهُ الۡمُفَسَّرَةُ وَ مَحَارِمُهُ الۡمُحَذَّرَةُ وَ بَيِّنَاتُهُ الۡجَالِيَةُ وَ بَرَاهِيۡنُهُ الۡكَافِيَةُ، وَ فَضَائِلُهُ الۡمَنۡدُوۡبَةُ، وَ رُخَصُهُ الۡمَوۡهُوۡبَةُ وَ شَرَائِعُهُ الۡمَكۡتُوۡبَةُ۔''

(''خطبۂ لمّہ''، صفحہ 35)

(اللہ کے بندو! اللہ کے امر و نہی کا اطلاق تمہیں پر ہے۔ اللہ کا دین اور اس کی طرف سے وحی تمہارے ہی لیے آئے ہیں۔ اللہ نے نہ صرف تمہیں اپنے نفوس کی ذمہ داری سونپی ہے بلکہ تمہیں اللہ کے پیغام کو اقوامِ عالم تک بھی پہنچانا ہے۔ تم گمان کرتے ہو کہ تم ان مناصب الٰہیہ کے لائق ہو (حالانکہ تم میں اَب یہ صلاحیت نہیں رہی)۔ اللہ کا ایک عہد و پیان (پیامِ غدیر) تمہارے ساتھ ہے جو تمہیں پہلے ہی بتایا جا چکا ہے۔ تمہارے درمیان اللہ کی ایک یادگار اس کا مقرر کردہ خلیفہ ہے، جو کتابِ ناطق ہے، قرآنِ صادق ہے، اس سے نورِ ہدایت کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں، اس کی روشنی درخشاں ہے، اس کے دلائل بصیرت افروز ہیں، وہ اسرارِ الٰہی کو عیاں کرتا ہے، وہ ظواہر کی تشریح کرتا ہے۔ اس کے شیعہ قابلِ رشک ہیں، وہ اس کی اتباع میں جنت میں جائیں گے، جو اس کی بات پر کان دھرتا ہے وہ نجات پاتا ہے، اس کے باعث اللہ کی حجتیں منور ہیں، وہی واجبات و محرمات کی شرح کرتا ہے۔ اس کے دلائل روشن اور براہین (منزلِ یقین تک پہنچانے کے لیے) کافی ہیں، اسی سے مستحبات کی فضیلت، مباحات اور شریعت کے ہر حکم کا پتہ چلتا ہے۔)

مگر کسی نے اس نصیحت کو گوشِ نیوش سے نہ سُنا کیونکہ ہویٰ و ہوس اُن کے نفوس پر غالب آ چکی تھی۔ جنابِ سیّدہؑ نے اس صورتِ حال کو یوں بیان فرمایا:

"فَلَمَّا اخْتَارَ اللّٰهُ لِنَبِيِّهٖ دَارَ اَنْبِيَائِهٖ وَ مَأْوٰى اَصْفِيَائِهٖ ظَهَرَ فِيْكُمْ حَسِيْكَةُ النِّفَاقِ وَ سَمَلَ جِلْبَابُ الدِّيْنِ وَ نَطَقَ كَاظِمُ الْغَاوِيْنَ وَ نَبَغَ خَامِلُ الْاَقَلِّيْنَ وَ هَدَرَ فَنِيْقُ الْمُبْطِلِيْنَ فَخَطَرَ فِيْ عَرَصَاتِكُمْ وَ اَطْلَعَ

الشَّیطَانُ رَأسَهٗ مِنْ مَّغْرِزِهٖ هَاتِفًا بِکُمْ، فَاَلْفَاکُمْ لِدَعْوَتِهٖ مُسْتَجِیْبِیْنَ وَلِلْغِرَّةِ فِیْهِ مُلَاحِظِیْنَ، ثُمَّ اسْتَنْهَضَکُمْ فَوَجَدَکُمْ خِفَافًا وَ اَحْمَشَکُمْ فَاَلْفَاکُمْ غِضَابًا، فَوَسَمْتُمْ غَیْرَ اِبِلِکُمْ وَ وَرَدْتُمْ غَیْرَ مَشْرَبِکُمْ، هٰذَا وَ الْعَهْدُ قَرِیْبٌ وَ الْکَلْمُ رَحِیْبٌ وَالْجُرْحُ لَمَّا یَنْدَمِلْ وَ الرَّسُوْلُ لَمَّا یُقْبَرْ، اِبْتِدَارًا زَعَمْتُمْ خَوْفَ الْفِتْنَةِ [اَلَا فِی الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِیْطَةٌ بِالْکَافِرِیْنَ (سورۂ توبہ، آیت ۴۹)] فَهَیْهَاتَ مِنْکُمْ وَ کَیْفَ بِکُمْ وَ اَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ۔“

(”خطبۂ لُمّہ“، صفحات 42-43)

(پھر وہ وقت آیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کے لیے انبیائے ماسبق اور برگزیدہ بندوں کی آرامگاہ کا انتخاب کیا یعنی آپؐ خالقِ حقیقی سے جا ملے، تو تمہارے دلوں میں پوشیدہ نفاق کے خارِ مغیلاں باہر نکل آئے، جن سے تمہارا دینی لبادہ تار تار ہو گیا۔ وہ لوگ جن کی زبانیں عہدِ رسالت میں حمایتِ اسلام میں گنگ تھیں، وہ اچانک اسلام کے علمبردار بن بیٹھے۔ پست اور گمنام لوگ اُبھر آئے۔ باطل کے سورما پھر گرجنے لگے۔ وہ لوگ ریشہ دوانیاں کر کے تمہارے درمیان مقام و منصب پا چکے ہیں۔ شیطان نے اپنی کمین گاہ سے سر نکال کر تمہیں پکارا اور تمہیں اپنی آواز پر لبیک کہتے ہوئے پایا۔ تم حصولِ جاہ و منصب کے لیے شیطان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ شیطان نے چاہا کہ تم حصولِ مقصد کے لیے اٹھو اور تم بڑی کمینگی سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ شیطان

نے جب تمہارے اندر (ہم اہلِ بیتؑ کے خلاف حسد، بغض اور دشمنی کے) جذبات کو بھڑکایا تو تم شعلہ بار ہو گئے۔ تم نے دوسروں کے اونٹوں پر اپنے نشان لگا دیئے یعنی تم (صاحبِ اقتدار ہو کر) اپنی حدود سے متجاوز ہو گئے۔ تم نے اپنا گھاٹ چھوڑ کر دوسروں کے گھاٹ پر قبضہ جما لیا یعنی اُس منصب پر جا بیٹھے جس کے تم اہل نہیں ہو۔ (تم ان کارستانیوں کے مرتکب ہوئے) حالانکہ عہدِ رسالتمآبؐ تمہارے بہت ہی قریب ہے، اور فرقتِ پیغمبرؐ کا زخم ابھی ہرا ہے، اور ہمارے دل پر (تمہارے سلوکِ بد کے) چرکے ابھی مندمل نہیں ہوئے۔ رسولؐ ابھی قبر میں بھی نہیں اُتارے گئے تھے کہ تم نے (غصبِ اقتدار میں) انتہائی جلدی کی اور بہانہ یہ بنایا کہ یہ جلدی فتنہ کے خوف سے کی گئی ہے۔ آگاہ رہو! یہ (اہلِ حکومت) گہرے فتنے میں پھنس چکے ہیں۔[اور یقیناً جہنم کافروں کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے ہے۔ (سورۂ توبہ، آیت ۴۹)] تم (مہاجرین وانصار) سے یہ حرکتیں ہرگز متوقع نہ تھیں! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم کہاں بھٹک رہے ہو؟)

''ثُمَّ لَمْ تَلْبَثُوا اِلَّا رِيْثَ اَنْ تَسْكُنَ نَفْرَتُهَا وَ يَسْلَسَ قِيَادُهَا ثُمَّ اَخَذْتُمْ تُوْرُوْنَ وَ قْدَتَهَا وَ تُهَيِّجُوْنَ جَمْرَتَهَا وَ تَسْتَجِيْبُوْنَ لِهِتَافِ الشَّيْطَانِ الْغَوِيِّ وَ اِطْفَاءِ اَنْوَارِ الدِّيْنِ الْجَلِيِّ وَ اِهْمَالِ سُنَنِ النَّبِيِّ الصَّفِيِّ، تَشْرَبُوْنَ حَسْوًا فِي ارْتِغَاءٍ وَ تَمْشُوْنَ لِاَهْلِهٖ وَ وُلْدِهٖ فِي الْخَمَرِ وَالضَّرَاءِ وَ نَصْبِرُ مِنْكُمْ عَلٰى مِثْلِ

حَزِّ الْمُدٰی وَ وَخْزِ السِّنَانِ فِی الْحَشَاءِ۔"
(''خطبہ لُمّہ''، صفحہ 45)

(رحلتِ پیغمبرؐ کے بعد قرآن سے منہ موڑ کر تم نے اتنا بھی انتظار نہ کیا کہ اقتدار کا سرکش ناقہ ذرا ساکت ہو جائے، اور اس کی لگام آسانی سے ہاتھ آ جائے۔ تم نے (غصبِ اقتدار کے بعد) فتنہ کے شعلوں کو مزید بھڑکانا شروع کر دیا۔ تم ظلم کی اس آگ کے انگاروں کو بھڑکانے اور پھیلانے میں مشغول ہو۔ تم گمراہ و مردود شیطان کی پکار پر لبیک کہتے ہو اور دین کے روشن چراغوں کو بجھانے کی کوششیں کر رہے ہو۔ تم نے اللہ کے برگزیدہ پیغمبرؐ کے آثار کو مٹانا شروع کر دیا ہے۔ تم بالائی لینے کے بہانے پورے دودھ کو ہی پی رہے ہو یعنی تم (غصبِ اقتدار کے) ثمرات سے بڑے داؤ پیچ سے دھیرے دھیرے لطف اندوز ہو رہے ہو۔ تم خفیہ اور اعلانیہ ہم اہلِ بیتؑ کے خلاف چالیں چل رہے ہو۔ ہم تمہارے ظلم و ستم پر ایسا صبر کر رہے ہیں، جو خنجر کی طرح کاٹتا ہے، اور یوں لگتا ہے جس طرح کسی نے نیزے کی اَنی سینے میں گھونپ دی ہو۔)

غصبِ فدک اور احراقِ خانہ کے بعد سیّدہ فاطمہؑ بوجہ شہادتِ محسنؑ شدید بیماری میں مبتلا ہو گئیں۔ ایک روز زنانِ مہاجرین و انصار آپؑ کی عیادت کے لیے آئیں، تو آپؑ نے ان سے یہ خطاب فرمایا:

"اَصْبَحْتُ وَاللّٰهِ عَائِفَةً لِدُنْيَاكُنَّ قَالِيَةً لِرِجَالِكُنَّ، لَفَظْتُهُمْ بَعْدَ اَنْ عَجَمْتُهُمْ وَ شَنِئْتُهُمْ بَعْدَ اَنْ

سَبَرْتُهُمْ، فَقُبْحًا لِّفُلُوْلِ الْحَدِّ وَاللَّعْبِ بَعْدَ الْجِدِّ وَ قَرْعِ الصَّفَاةِ وَصَدْعِ الْقَنَاةِ وَ خَطَلِ الْاٰرَاءِ وَ زَلَلِ الْاَهْوَاءِ: وَ[لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ فِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُوْنَ (سورۃ المائدہ، آیت ۸۰)] لَا جَرَمَ لَقَدْ قَلَّدْتُهُمْ رِبْقَتَهَا وَ حَمَّلْتُهُمْ اَوْقَتَهَا وَ شَنَنْتُ عَلَيْهِمْ غَارَاتِهَا، فَجَدْعًا وَّ عَقْرًا وَّ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ وَ يْحَهُمْ اَنّٰى زَعْزَعُوْهَا عَنْ رَوَاسِي الرِّسَالَةِ وَ قَوَاعِدِ النُّبُوَّةِ وَالدَّلَالَةِ وَ مَهْبِطِ الرُّوْحِ الْاَمِيْنِ وَالطَّبِيْنِ بِاُمُوْرِ الدُّنْيَا وَالدِّيْنِ؟! اَلَا [ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ (سورۃ الحج، آیت ۱۱)] وَ مَا الَّذِيْ نَقَمُوْا مِنْ اَبِي الْحَسَنِ؟ نَقَمُوْا مِنْهُ وَ اللّٰهِ نَكِيْرَ سَيْفِهٖ وَ قِلَّةَ مُبَالَاتِهٖ لِحَتْفِهٖ وَ شِدَّةَ وَطْاَتِهٖ وَ نَكَالَ وَقْعَتِهٖ وَ تَنَمُّرَهٗ فِي ذَاتِ اللّٰهِ وَ تَاللّٰهِ لَوْ مَا لُوْا عَنِ الْمَحَجَّةِ اللَّائِحَةِ وَ زَالُوْا عَنْ قَبُوْلِ الْحُجَّةِ الْوَاضِحَةِ لَرَدَّهُمْ اِلَيْهَا وَ حَمَلَهُمْ عَلَيْهَا وَ لَسَارَبِهِمْ سَيْرًا سُجُحًا، وَلَا يَكْلُمُ خِشَاشُهٗ وَ لَا يَكِلُّ سَائِرُهٗ وَ لَا يَمَلُّ رَاكِبُهٗ، وَ لَاَوْرَدَهُمْ مَنْهَلًا نَمِيْرًا صَافِيًا رَوِيًّا، تَطْفَحُ ضَفَّتَاهُ وَ لَا يَتَرَنَّقُ جَانِبَاهُ، وَ لَاَصْدَرَهُمْ بِطَانًا وَ نَصَحَ لَهُمْ سِرًّا وَّ اِعْلَانًا، وَلَمْ يَكُنْ يَحْلٰى مِنَ

الْغِنٰی بِطَائِلٍ وَ لَا یَحْظٰی مِنَ الدُّنْیَا بِنَائِلٍ غَیْرَ رَیِّ النَّاهِلِ وَ شَبْعَةِ الْكَافِلِ، وَلَبَانَ لَهُمُ الزَّاهِدُ مِنَ الرَّاغِبِ وَالصَّادِقُ مِنَ الْكَاذِبِ [وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓی اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْن (سورۃ الاعراف، آیت ۹۶)] [وَالَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَاءِ سَیُصِیْبُهُمْ سَیِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِیْنَ (سورۃ الزّمر، آیت ۵۱)] اَلَا هَلُمَّ فَاسْتَمِعْ وَمَا عِشْتَ اَرَاكَ الدَّهْرُ عَجَبًا! [وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ (سورۃ الرّعد، آیت ۴)] لَیْتَ شِعْرِیْ اِلٰی اَیِّ سَنَادٍ اِسْتَنَدُوْا؟ وَاِلٰی اَیِّ عِمَادٍ اعْتَمَدُوْا؟ وَبِاَیِّ عُرْوَةٍ تَمَسَّكُوْا؟ وَعَلٰی اَیَّةِ ذُرِّیَّةٍ اَقْدَمُوْا وَاحْتَنَكُوْا؟ [وَلَبِئْسَ الْمَوْلٰی وَلَبِئْسَ الْعَشِیْرُ (سورۃ الحج، آیت ۱۳)] وَ[بِئْسَ لِلظَّالِمِیْنَ بَدَلًا (سورۃ الکہف، آیت ۵۰)] اِسْتَبْدَلُوْا وَاللّٰهِ الذُّنَابِیْ بِالْقَوَادِمِ وَالْعَجُزَ بِالْكَاهِلِ، فَرَغْمًا لِمَعَاطِسِ قَوْمٍ یَّحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا اَلَا [اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ (سورۃ البقرہ، آیت ۱۲)] وَیْحَهُمْ: [اَفَمَنْ یَّهْدِیْ اِلَی الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا یَهِدِّیْٓ اِلَّا اَنْ

يُّهْدٰى فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ (سورۂ یونس، آیت ۳۵)]
اَمَّا لَعَمْرِىْ لَقَدْ لَقِحَتْ فَنَظِرَةً رَيْثَمَا تُنْتِجُ ثُمَّ
احْتَلَبُوْا مِلْءَ الْقَعْبِ دَمًا عَبِيْطًا وَ ذُعَافًا مُّبِيْدًا،
هُنَالِكَ يَخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ وَ يَعْرِفُ التَّالُوْنَ غِبَّ مَا
اَسَّسَ الْاَوَّلُوْنَ ثُمَّ طِيْبُوْا عَنْ دُنْيَاكُمْ اَنْفُسًا
وَ اطْمَاَنُّوْا لِلْفِتْنَةِ جَأْشًا، وَ اَبْشِرُوْا بِسَيْفٍ صَارِمٍ وَ
سَطْوَةِ مُعْتَدٍ غَاشِمٍ وَ بِهَرَجٍ شَامِلٍ وَاسْتِبْدَادٍ مِّنَ
الظَّالِمِيْنَ، يَدَعُ فَيْئَكُمْ زَهِيْدًا وَ جَمْعَكُمْ حَصِيْدًا ـ
فَيَا حَسْرَةً لَّكُمْ وَ اَنّٰى بِكُمْ وَ قَدْ: [عُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ
اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَ اَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ـ (سورۂ ہود، آیت ۲۸)]
(''خطبۂ لُمّہ''، صفحات 61 تا 66)

(سیّدہ فاطمہؑ نے حمدِ باری تعالیٰ کے بعد اپنے باباؐ پر درود بھیجا اور فرمایا: میں نے اس حال میں صبح کی کہ تمہاری اس دنیا سے بیزار ہوں اور تمہارے مردوں سے متنفر ہوں۔ میں نے ان کی آزمائش کر کے ان کو مردود قرار دیا ہے اور امتحانِ وفا میں ناکامی کے بعد ان سے نفرت کرتی ہوں۔ کسی تیز دھار ہتھیار کا کُند ہونا کس قدر برا لگتا ہے یعنی انصار کا اہلِ بیتؑ سے اعراض کس قدر معیوب ہے۔ سنجیدگی کے بعد کھیل تماشے میں پڑنا کس قدر قبیح ہے یعنی ایمان لانے کے بعد الٹے پاؤں پھرنا کس قدر مضحکہ خیز ہے۔ ان سے کوئی دادوفریاد سنگِ خارا پر تلوار مارنے کے مترادف ہے۔ کس قدر قبیح ہے نیزے

کی اَنی کا ٹوٹ جانا یعنی انصار کا نصرت سے منہ موڑنا۔ کس قدر برا ہے نظریات کا مختل (خلط ملط) ہونا اور ہویٰ و ہوس کی آبیاری۔ [کیا ہی برا توشۂ اعمال انہوں نے جمع کیا اور وہ یہ کہ اللہ کا عذاب ان پر نازل ہوا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے (سورۃ المائدہ، آیت ۸۰)] اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا کہ فدک کے پھندے کو ان کے گلے میں ڈال دوں اور اس کے بھاری بوجھ کو ان کے کندھوں پر ڈال دوں۔ (غصبِ اقتدار و فدک اور حقوقِ اہلِ بیتؑ کے) مظالم اور مضمرات کی ذمہ داری ان پر عائد کرتی ہوں۔ پس اس ظالم قوم کی ہلاکت، نابودی اور رحمتِ باری سے دوری ہو۔ وائے ہو ان پر کہ انہوں نے اقتدار کو اس (علیؑ ابنِ ابی طالبؑ) سے دور رکھا کہ جو رسالت کے کاز کو مستحکم کرنے والا اور نبوت کی بنیادوں اور اصولوں کو استوار رکھنے والا ہے۔ جو وحی سے واقف اور اُمورِ دین و دنیا سے مکمل آگاہی رکھتا ہے۔ آگاہ رہو! [ان لوگوں نے صریح خسارے کا سودا کیا ہے (سورۃ الحج، آیت ۱۱)] ان لوگوں نے ابوالحسن (علیؑ ابنِ ابی طالبؑ) سے کس بات کا انتقام لینا تھا؟ (میں سمجھتی ہوں کہ) بخدا انہوں نے انتقام لیا ان (علیؑ) کی باطل شکن تلوار کا؛ (اللہ کی راہ میں) موت سے بے پروا جہاد کا؛ باطل کو شدت سے اپنے پاؤں تلے روندنے کا؛ جہاد میں دشمن پر ضربِ کاری کا؛ اور دین کی دلیرانہ اشاعت کا۔ بخدا! اگر علیؑ اقتدار پہ متمکّن ہوتے تو لوگ حق کے روشن راستے اور خدا کی واضح حجت کو ماننے سے روگردانی نہ کرتے۔ آپؑ انہیں حق کے روشن راستے اور آشکار دلائل کی طرف پلٹا دیتے یعنی صراطِ مستقیم

پر قائم رکھتے۔ آپؑ لوگوں کو انتہائی نرمی اور عطوفت سے راہِ حق پر چلاتے۔ لوگوں کو کوئی نقصان نہ پہنچتا اور وہ کوئی تکان محسوس نہ کرتے۔ اسلام کا سفر بلا تکان جاری رہتا۔ آپؑ لوگوں کو ایسے صاف وشفاف اور خوشگوار چشموں کے کنارے پہنچا دیتے جہاں وہ سیر ہو کر پانی پیتے۔ ایسے چشمے جن کے دونوں کنارے پانی سے لبریز ہوتے اور ان کے آس پاس گندگی نہ ہوتی۔ انہیں سیراب کر کے واپس لے آتے۔ انہیں اعلانیہ اور پوشیدہ طور پر نصیحت کرتے۔ وہ قومی خزانے سے اپنے لیے کوئی اثاثہ نہ بناتے اور تمہاری اس دنیا سے کوئی استفادہ نہ فرماتے، سوائے پیاس بجھانے کے لیے پانی کے ایک گھونٹ کے اور یتیم کے کفیل کی طرح بھوک مٹانے کے لیے ایک روٹی کے۔ دنیا پر واضح ہو جاتا کہ دنیا سے بے رغبت کون ہے اور طالبِ دنیا کون؟ اور صادق کون ہے اور کاذب کون؟ [اگر اُم القریٰ (مکہ) کے مکین ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم اُن پر آسمان وزمین کی برکات کے در وا کر دیتے، مگر انہوں نے تکذیب کی، جس پر ہم نے اُن کی گرفت کی۔ (سورۃ الاعراف، آیت ۹۶)] [جن لوگوں نے ظلم کیا، انہیں عنقریب اپنے بُرے اعمال کے نتائج بھگتنا ہوں گے اور وہ اللہ کی گرفت سے نکل نہیں سکیں گے۔ (سورۃ الزمر، آیت ۵۱)]

خواتین وحضرات سن لو! جب تک تم زندہ رہو گے زمانہ تمہیں عجوبے دکھاتا رہے گا۔ [اگر تمہیں اس بات میں کچھ تعجب ہے تو تعجب تو اُن کے اقوال میں ہے (سورۃ الرّعد، آیت ۴)] کاش کہ میں جان لیتی کہ انہوں نے کس سند کا سہارا

لیا ہے؛ کس عماد (یعنی امام) کے سہارے کھڑے ہیں اور عروۃ الوثقیٰ یعنی آئمہ طاہرینؑ کو چھوڑ کر کس سے متمسک ہیں؛ کس کی اولاد کے خلاف نبرد آزما ہیں اور ان کی نابودی کے در پے ہیں؟ [ان کا کتنا بُرا مولا ہے اور کتنا بُرا رفیق۔ (سورۃ الحج، آیت ۱۳)] [اور ظالموں کے لیے کیا ہی بُرا بدلہ ہے۔ (سورۃ الکہف، آیت ۵۰)] بخدا! ان لوگوں نے پرندے کے اگلے پروں کو چھوڑ کر پچھلے پروں کو پکڑا ہوا ہے اور کوہان کو چھوڑ کر دُم کو پکڑا ہوا ہے۔ ان لوگوں کی ناک رگڑی جائے یعنی ذلیل وخوار ہوں جو (ایسے کام کر کے) یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ تو بہت اچھے کام کر رہے ہیں۔ آگاہ رہو! [یہی لوگ فسادی ہیں مگر وہ اس کا شعور نہیں رکھتے (سورۃ البقرہ، آیت ۱۲)] عقل کی مار ہو ان لوگوں کو! [وہ جو ان کو حق کی طرف بلاتا ہے وہ مستحق ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، یا وہ جو خود محتاجِ ہدایت ہے؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم کیسے فیصلے کر رہے ہو؟ (سورۂ یونس، آیت ۳۵)] قسم ہے مجھے اپنی جان کی کہ ناقۂ اقتدار حاملہ ہو چکی ہے، اس لیے انتظار کریں کہ نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ برتن بھر کر دودھ ملتا ہے یا گندہ خون، جو زہرِ قاتل ہے۔ اہلِ باطل اسی دنیا میں خسارے میں رہیں گے۔ آنے والی نسلیں جان لیں گی کہ اُن کے اسلاف نے جو غلط بنیاد رکھی تھی اُس کا انجام کیا ہے۔ اَب جب تم اپنے مقصد کو حاصل کر چکے ہو تو دنیائے فانی کی رنگینیوں میں گم رہو، مگر آنے والے فتنوں کے لیے تیار رہو۔ تمہیں تیز دھار والی تلواروں کی خبر دیتی ہوں یعنی شدید خونریزی ہو گی۔ تمہیں بشارت ہو ایسے ظالم ترین حکمران کی جو ظلم کی انتہا کو چھو لے گا۔ تمہیں بشارت ہو ہمہ گیر فتنہ و فساد کی اور ظالموں کے جبر واستبداد کی، جو بیت المال کو خالی کر دیں گے اور تمہارا

قتلِ عام کریں گے۔ افسوس تمہارے حال پر! تم کہاں بھٹک رہے ہو؟ [تم (راہِ حق سے) آنکھیں موندھے ہوئے ہو۔ ہم زبردستی تمہیں اس راہ پر کیونکر رکھیں جبکہ تم اس سے گریز پا ہو (سورۂ ہود، آیت ۲۸)]

چونکہ بندگانِ ہویٰ وہوس کے نفوس خوابِ خرگوش کے مزے لے رہے تھے، اس لیے کسی نے جنابِ سیّدہؑ کی نصیحتوں پر کان نہ دھرا، مگر امامِ ہدایت اور عادلِ حق علیؑ ابنِ ابی طالبؑ اپنے کارِ منصبی میں مشغول رہے۔ انہیں امرِ ربی تھا:

"قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ" (سورۃ الاعراف، آیت ۲۹)

(آپؐ فرمادیجئے کہ میرے رب نے انصاف کرنے کا حکم دیا ہے۔)

نہ صرف امام علیؑ بلکہ تمام آئمۃ الہدیٰؑ معاشرے میں "اَلْقِسْط" (انصاف) کے قیام کے لیے کوشاں رہے، جبکہ بندگانِ ہویٰ وہوس یعنی حزب الشیطان پے در پے مظالم پہ تلی رہی۔ اسی لیے ہر امامؑ کو راستے سے ہٹانے کے لیے قتل کیا گیا۔ ایسے قاتل بھلے کتنے ہی نیک نام اور اعمالِ صالحہ کے حامل ہوں، اللہ نے انہیں "عذابِ الیم" اور "حبطِ اعمال" کی "خوشخبری" سنائی ہے:

"اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ ۙ وَّ یَقْتُلُوْنَ الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۬ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ۝" (سورۂ آلِ عمرانؑ، آیات ۲۱-۲۲)

(بے شک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں، اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے ہیں اور انسانوں میں سے جو لوگ عدل کا حکم دیتے ہیں، ان

کو بھی قتل کرتے ہیں، آپ انہیں دردناک عذاب کی بشارت دیجئے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے، اور اُن کا کوئی بھی مددگار نہ ہوگا۔)

اسی بات کی تصدیق رسالتمآبؐ نے ''خطبۂ غدیر'' میں یوں فرمائی تھی:

''مَعَاشِرَ النَّاس ! سَيَكُوْنُ مِنْ بَعْدِیْ آئِمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ''

(''خطبۂ غدیر''، صفحات ۱۸۔۱۹)

(لوگو! عنقریب میرے بعد ایسے 'امام' ہوں گے جو جہنم کی طرف بلائیں گے اور قیامت کے دن ان کی مدد نہ کی جائے گی۔)

ایسے آئمۂ ضلالت اور اُن کے متبعین سے اللہ و رسولؐ نے کلیتاً برأت کا اظہار یوں فرمایا ہے:

''اِنَّ اللّٰهَ وَ اَنَا بَرِيْٓاٰنِ مِنْهُمْ۔ اِنَّهُمْ وَ اَشْيَا عَهُمْ وَ اَتْبَاعَهُمْ وَ اَنْصَارَهُمْ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَ لَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ اَلَا اِنَّهُمْ اَصْحَابُ الصَّحِيْفَةِ فَلْيَنْظُرْ اَحَدُكُمْ فِیْ صَحِيْفَتِهٖ۔''

(''خطبۂ غدیر''، صفحات ۱۸۔۱۹)

(اللہ اور میں دونوں ان سے بیزار ہیں۔ یقیناً وہ سب اور ان کے دوستدار، پیروکار اور مددگار جہنم کے سب سے نیچے والے طبقہ میں ہوں گے۔ تکبر کرنے والوں کی جگہ ایسی ہی بُری ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ یہی اشخاص اصحابِ صحیفہ (کتبہ لکھنے والے) ہیں۔ اب تم میں سے (جس کو مطلوب ہو) وہ صحیفہ میں نظر کرے۔)

باب ہشتم

جہاد سے جی چُرانا

لفظِ 'جہاد' 'جہد' سے مشتق ہے، جس کے معنی کوشش کرنا؛ جدوجہد کرنا ہیں۔
جہاد کا آغاز ہتھیار جمع کر کے نہیں ہوتا، بلکہ اس کی ابتداء اپنے اقوال وافعال میں اللہ وحدہٗ لاشریک کے احکامات کی اطاعت سے ہوتی ہے۔ اسی اطاعتِ مطلق کا نام حقیقی اسلام ہے۔ حقیقی اسلام کو پانے کے لیے اللہ کے فرستادہ رول ماڈل علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کی اتباع کی ضرورت ہے۔ جب ایک مسلمان علیؑ کی اتباع کرے گا تو وہ اللہ کے ہر دشمن کے خلاف ڈٹ جائے گا — وہ دشمن چاہے اس کے اندر ''ہوائے نفس'' کی شکل میں آمادۂ پیکار ہو — چاہے میدانِ جنگ میں اس کو للکار رہا ہو۔ میدانِ جنگ میں اللہ کی راہ میں اللہ کے دشمن سے انسان تبھی لڑ سکتا ہے جب وہ اپنے اندر پائے جانے والے دشمن ''ہوائے نفس'' پر غالب آ چکا ہو۔ اگر ''ہوائے نفس'' اُس پر غالب ہو، تو ایسا مغلوب کبھی بھی کسی دشمنِ خدا کے مقابل نہیں جا سکتا، چاہے رسولؐ ہی کیوں نہ بھیج رہے ہوں۔
''ہوائے نفس'' انسان کے اندر جاگزیں وہ دشمن ہے جو انسان کو اللہ کی راہ سے بھٹکائے رکھتا ہے۔ ارشادِ رب العزت ہے:
''لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ'' (سورۂ صٓ، آیت ۲۶)
اگر ہم ''ہوائے نفس'' کی اتباع کریں گے تو اللہ کے راستے پر نہیں چل سکتے۔ اللہ کے راستے پر تبھی چل سکتے ہیں، جب اُس نور کی اتباع کریں، جسے اللہ نے اپنے رسولؐ کے

ساتھ نازل فرمایا ہے۔ وہ نور علیؑ ابنِ ابی طالبؑ ہے۔ علیؑ کی اتباع ہی ''ہوائے نفس'' پر غلبہ پانے کے لیے لازم ہے، اس لیے اللہ نے علیؑ کی اتباع کا حکم دیا ہے۔

علیؑ کی اتباع کرتے ہوئے چلیں، تو جہاد کی سب سے پہلی منزل ''جہاد بالنفس'' کی آتی ہے، جو ''ہوائے نفس'' کو مات دینے سے سر ہو جاتی ہے۔ اس سے اگلی منزل ہے ''جہاد بالسیف'' (تلوار سے جہاد)۔ ''جہاد بالسیف'' کی نوبت تب آتی ہے، جب ''ہوائے نفس'' کو اپنا معبود ماننے والے طاغوت کے پجاری اسلام کے خلاف علمِ بغاوت بلند کر کے آمادۂ پیکار ہوتے ہیں۔ اس وقت اسلام مسلمانوں کو اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنا دفاع بالسیف کریں۔ گویا اسلام میں جہاد بالسیف ''offensive war'' نہیں ہے، بلکہ ''defensive war'' ہے۔ حقِ دفاع (right of self-defence) چاہے کوئی فرد ہو، یا جماعتِ افراد، اُن کا حق ہے۔ عہدِ رسالتمآبؐ میں 26 غزوات ہوئے اور 43 سرایا، مگر کسی ایک میں بھی پہل رسالتمآبؐ کی طرف سے نہیں ہوئی۔ تمام کی تمام جنگیں دفاعی تھیں۔ اس لیے ہم بجا طور پر فخر کرتے ہیں کہ اسلام جنگ کا نہیں، امن کا مذہب ہے۔ رسولِ اسلامؐ پیغامبرِ امن ہیں۔

اسلام کے نام پر جس مارا ماری کا آغاز شہادتِ رسالتمآبؐ کے بعد ہوا، اُس کا کوئی تعلق اسلام کے تصورِ جہاد سے ہرگز ہرگز نہیں ہے۔ وہ جنگیں مال و منال پانے، جاہ و جلال قائم کرنے، اور علاقوں پر تسلط جمانے کے لیے لڑی گئیں۔ اسی لیے آپ دیکھتے ہیں کہ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ نے اُن جنگوں میں سے کسی ایک جنگ میں بھی حصہ نہیں لیا، کیونکہ وہ انہیں ''جہاد فی سبیل اللہ'' نہیں سمجھتے تھے، ورنہ وہ جہاد سے پہلو تہی کیسے کر سکتے تھے! اُن جنگوں نے اسلام کے تصورِ جہاد کو ''فساد فی سبیل اللہ'' بنا کر رکھ

دیا، جس کا خمیازہ ہم آج تک بھگت رہے ہیں۔

"جہاد بالسیف" وہی ہے، جو علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کی اتباع میں ہو یا علیؑ کے بعد اُن کے جانشین آئمہ طاہرینؑ میں سے کسی امامؑ کی اقتداء میں ہو۔ بغیر اذنِ امامؑ 'جہاد' 'فساد' بن جاتا ہے، جس سے اللہ و رسولؐ نے شدت سے روکا ہے۔ فرمانِ خداوندی ہے:

"وَ اِذَا قِیۡلَ لَہُمۡ لَا تُفۡسِدُوۡا فِی الۡاَرۡضِ قَالُوۡۤا اِنَّمَا نَحۡنُ مُصۡلِحُوۡنَ o اَلَاۤ اِنَّہُمۡ ہُمُ الۡمُفۡسِدُوۡنَ وَ لٰکِنۡ لَّا یَشۡعُرُوۡنَ o" (سورۃ البقرہ، آیات ۱۱۔۱۲)

(اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ تم زمین میں فساد مت کرو تو وہ کہتے ہیں کہ ماسوا اس کے نہیں ہے کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ خبردار رہو یہی لوگ فساد کرنے والے ہیں، لیکن وہ شعور نہیں رکھتے۔)

آج کل 'فساد' بنامِ 'جہاد' کرنے والے وہی لوگ ہیں، جو عہدِ رسالت مآبؐ میں جہاد سے جی چرایا کرتے تھے۔ ارشادِ رب العزت ہے:

'کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِتَالُ وَ ہُوَ کُرۡہٌ لَّکُمۡ ۚ وَ عَسٰۤی اَنۡ تَکۡرَہُوۡا شَیۡئًا وَّ ہُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ ۚ وَ عَسٰۤی اَنۡ تُحِبُّوۡا شَیۡئًا وَّ ہُوَ شَرٌّ لَّکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ وَ اَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ o" (سورۃ البقرہ، آیت ۲۱۶)

(تم پر جہاد واجب کیا گیا ہے حالانکہ وہ تم کو ناگوار ہے اور شاید تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمہارے لیے اچھی ہو، اور عجب نہیں کہ تم ایک چیز کو پسند کرو، درآنحالیکہ وہ تمہارے حق میں بری ہو اور خدا تو جانتا (ہی) ہے، مگر تم نہیں جانتے ہو۔)

اللہ تعالیٰ ایسے مسلمانوں کے انجام کو یوں بیان کرتا ہے:

''فَاُولٰٓئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ج وَ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ہ''(سورۃ البقرہ، آیت ۲۱۷)

(تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت گئے، اور یہی لوگ دوزخی ہیں (اور) وہ ہمیشہ اسی میں رہنے والے ہیں۔)

جہاد کی ایک قسم ''جہاد باللسان'' ہے، یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔ یہ جہاد اسلامی معاشرے میں ہر وقت جاری رہتا ہے۔ اسلام میں لانے کے لیے جبر واکراہ کا استعمال ہرگز نہیں ہوسکتا، مگر اختیاری طور پر اسلام میں داخل ہونے کے بعد کسی مسلمان کے لیے روا نہیں ہے کہ وہ احکاماتِ الٰہیہ کی بجا آوری سے انکار محض یہ کہہ کر کرے کہ ''لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ''۔

چونکہ شیطان ہمہ وقت انسانوں کو بھٹکانے میں مصروف ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کی بھی خواہش ہے کہ:

''اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ ط'' (سورۃ الحج، آیت ۴۱)

مگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بعنوانِ شائستہ ہونا چاہیے، نہ کہ بزورِ شمشیر۔ آپ نے صرف ترغیب دینی ہے، ڈکٹیٹ نہیں کرنا۔ ڈکٹیشن کے نتیجے میں کیا جانے والا عمل، عامل کا شمار نہیں ہوتا، بلکہ وہ ڈکٹیٹر (جابر) کا ہوتا ہے۔

''جہاد باللسان'' کے ساتھ ساتھ ''جہاد بالقلم'' بھی جاری رہنا چاہیے۔ ''جہاد بالقلم'' کی ضرورت نہ صرف اس لیے ہے کہ اسلام دشمنوں کے اسلام پر تحریری

حملوں کا منہ توڑ جواب دیا جائے، بلکہ اسلام دشمن اسلامیان کے اندر جو بدعات و رسوماتِ قبیحہ پھیلانے کی کوشش کریں، اُس کی اصلاح بھی بذریعہ "جہاد بالقلم" کی جائے۔ یہ جہاد ہر صاحبِ علم پر واجب ہے۔

جہاد یہ بھی ہے کہ کسی مستحق کو اُس کے حق سے زبردستی محروم کیا جا رہا ہو، تو غاصب کے خلاف مستحق کا ساتھ دیا جائے۔ اس جہاد سے پہلوتہی نہ صرف مستحق سے اُس کا حق چھین لیتی ہے، بلکہ غاصب کو قوت بھی فراہم کرتی ہے۔ ایسی پہلوتہی بڑے بڑے حقوق پر ڈاکہ ڈلواتی ہے، جیسے بعدِ شہادتِ ختمی مرتبتؐ امام العالمین حضرت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کے حقِ حکومت پر ڈاکہ، اور رسالتمآبؐ کی لختِ جگر سیّدہ فاطمہؑ کی جاگیرِ فدک پر ڈاکہ۔

پہلے ڈاکے کے نتیجے میں حضرت علیؑ پہ کیا گزری، انہی کی زبانی سنیئے:

"اَمَا وَ اللّٰهِ لَقَدْ تَقَمَّصَهَا ابْنُ اَبِیْ قُحَافَةَ وَ اِنَّهٗ لَيَعْلَمُ اَنَّ مَحَلِّیْ مِنْهَا مَحَلُّ الْقُطْبِ مِنَ الرَّحٰی۔ يَنْحَدِرُ عَنِّی السَّيْلُ وَ لَا يَرْتَقِیْ اِلَیَّ الطَّيْرُ فَسَدَلْتُ دُوْنَهَا ثَوْبًا وَ طَوَيْتُ عَنْهَا كَشْحًا۔ وَ طَفِقْتُ اَرْتَاِئُ بَيْنَ اَنْ اَصُوْلَ بِيَدٍ جَذَّاءَ اَوْ اَصْبِرَ عَلٰی طَخْيَةٍ عَمْيَاءَ يَهْرَمُ فِيْهَا الْكَبِيْرُ۔ وَ يَشِيْبُ فِيْهَا الصَّغِيْرُ وَ يَكْدَحُ فِيْهَا مُؤْمِنٌ حَتّٰی يَلْقٰی رَبَّهٗ فَرَاَيْتُ اَنَّ الصَّبْرَ عَلٰی هَاتَا اَحْجٰی فَصَبَرْتُ وَ فِی الْعَيْنِ قَذًی وَ فِی الْحَلْقِ شَجًا اَرٰی تُرَاثِیْ نَهْبًا حَتّٰی مَضَی الْاَوَّلُ بِسَبِيْلِهٖ فَاَدْلٰی بِهَا اِلَی ابْنِ الْخَطَّابِ بَعْدَهٗ (ثُمَّ تَمَثَّلَ

بِقَولِ الْاَعْشٰی)

شَتَّانَ مَا یَوْمِیْ عَلٰی کُوْرِھَا
وَ یَوْمُ حَیَّانَ اَخِیْ جَابِرِ

فَیَا عَجَبًا بَیْنَا ھُوَ یَسْتَقِیْلُھَا فِیْ حَیَاتِہٖ اِذْ عَقَدَھَا لِاٰخَرَ بَعْدَ وَفَاتِہٖ لَشَدَّ مَا تَشَطَّرَا ضَرْعَیْھَا فَصَیَّرَھَا فِیْ حَوْزَۃٍ خَشْنَآءَ یَغْلُظُ کُلَا مُھَا وَ یَخْشُنُ مَسُّھَا وَ یَکْثُرُ الْعِثَارُ فِیْھَا، وَ الْاِعْتِذَارُ مِنْھَا نَصَاحِبُھَا کَرَاکِبِ الصَّعْبَۃِ اِنْ اَشْنَقَ لَھَا خَرَمَ وَ اِنْ اَسْلَسَ لَھَا تَقَحَّمَ فَمُنِیَ النَّاسُ لَعَمْرُ اللّٰہِ بِخَبْطٍ وَ شِمَاسٍ وَ تَلَوُّنٍ وَ اعْتِرَاضٍ فَصَبَرْتُ عَلٰی طُوْلِ الْمُدَّۃِ وَ شِدَّۃِ الْمِحْنَۃِ حَتّٰی اِذَا مَضٰی لِسَبِیْلِہٖ جَعَلَھَا فِیْ جَمَاعَۃٍ زَعَمَ اَنِّیْ اَحَدُھُمْ فَیَا لَلّٰہِ وَلِلشُّوْرٰی مَتٰی اعْتَرَضَ الرَّیْبُ فِیَّ مَعَ الْاَوَّلِ مِنْھُمْ حَتّٰی صِرْتُ اُقْرَنُ اِلٰی ھٰذِہِ النَّظَائِرِ لٰکِنِّیْ اَسْفَفْتُ اِذ اَسَفُّوْا وَ طِرْتُ اِذ طَارُوا۔ فَصَغٰی رَجُلٌ مِّنْھُمْ لِضِغْنِہٖ وَمَالَ الْاٰخَرُ لِصِھْرِہٖ مَعَ ھَنٍ وَ ھَنٍ اِلٰی اَنْ قَامَ ثَالِثُ الْقَوم نَافِجًا حِضْنَیْہِ بَیْنَ نَثِیْلِہٖ وَ مُعْتَلَفِہٖ وَ قَامَ مَعَہٗ بَنُوْ اَبِیْہِ یَخْضِمُوْنَ مَالَ اللّٰہِ خَضْمَۃَ الْاِبِلِ نِبْتَۃَ الرَّبِیْعِ اِلٰی اَنِ اَنْتَکَثَ فَتْلُہٗ وَ اَجْھَزَ عَلَیْہِ عَمَلُہٗ وَ کَبَتْ بِہٖ بِطْنَتُہٗ فَمَا رَاعَنِیْ اِلَّا وَ النَّاسُ کَعُرْفِ الضَّبُعِ اِلَیَّ

یَنْثَالُوْنَ عَلَیَّ مِنْ کُلِّ جَانِبٍ حَتّٰی لَقَدْ وُطِئَ الْحَسَنَانِ وَ شُقَّ عِطْفَایَ مُجْتَمِعِیْنَ حَوْلِیْ کَرَبِیْضَةِ الْغَنَمِ فَلَمَّا نَهَضْتُ بِالْاَمْرِ نَکَثَتْ طَآئِفَةٌ وَ مَرَقَتْ اُخْرٰی وَ قَسَطَ اٰخَرُوْنَ کَاَنَّهُمْ لَمْ یَسْمَعُوْا کَلَامَ اللّٰهِ حَیْثُ یَقُوْلُ۔ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ، بَلٰی وَ اللّٰهِ لَقَدْ سَمِعُوْهَا وَ وَعُوْهَا وَلٰکِنَّهُمْ حَلِیَتِ الدُّنْیَا فِیْ اَعْیُنِهِمْ وَ رَاقَهُمْ زِبْرِجُهَا اَمَا وَ الَّذِیْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَ بَرَأَ النَّسَمَةَ لَوْلَا حُضُوْرُ الْحَاضِرِ وَ قِیَامُ الْحُجَّةِ بِوُجُوْدِ النَّاصِرِ وَ مَا اَخَذَ اللّٰهُ عَلَی الْعُلَمَآءِ اَنْ لَّا یُقَارُّوْا عَلٰی کِظَّةِ ظَالِمٍ وَّ لَا سَغَبِ مَظْلُوْمٍ لَاَلْقَیْتُ حَبْلَهَا عَلٰی غَارِبِهَا وَ لَسَقَیْتُ اٰخِرَهَا بِکَاْسِ اَوَّلِهَا وَلَاَلْفَیْتُمْ دُنْیَاکُمْ هٰذِهٖ اَزْهَدَ عِنْدِیْ مِنْ عَفْطَةِ عَنْزٍ"

("نہج البلاغہ"،صفحات ۸۸ تا ۹۰)

(خدا کی قسم! فرزندِ ابوقحافہ نے پیراہنِ خلافت پہن لیا، حالانکہ وہ میرے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا کہ میرا حکومت میں وہی مقام ہے جو چکّی کے اندر اس کی کیلی کا ہوتا ہے۔ میں وہ (کوہِ بلند ہوں) جس پر سے سیلاب کا پانی گزر کر نیچے گر جاتا ہے اور مجھ تک پرندہ پَر نہیں مار سکتا۔ (اس کے باوجود) میں نے حکومت کے آگے پردہ لٹکا دیا اور اُس سے پہلو تہی کر

لی اور سوچنا شروع کیا کہ اپنے کٹے ہوئے ہاتھوں سے حملہ کروں یا اُس سے بھیانک تیرگی پر صبر کرلوں جس میں سن رسیدہ بالکل ضعیف اور بچہ بوڑھا ہو جاتا ہے، اور مومن اس میں جدوجہد کرتا ہوا اپنے پروردگار کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ مجھے اس اندھیر پر صبر ہی قرینِ عقل نظر آیا۔ لہٰذا میں نے صبر کیا۔ حالانکہ آنکھوں میں (غبارِ اندوہ کی) خلش تھی اور حلق میں (غم و رنج کے) پھندے لگے ہوئے تھے۔ میں اپنی میراث کو لٹتے دیکھ رہا تھا یہاں تک کہ پہلے نے اپنی راہ لی اور اپنے بعد حکومت ابنِ خطاب کو دے گیا۔ (پھر حضرت نے بطورِ تمثیل اعشی کا یہ شعر پڑھا۔)

”کہاں یہ دن جو ناقہ کے پالان پر کٹتا ہے

اور کہاں وہ دن جو حیّان برادر جابر کی صحبت میں گزرتا تھا“

تعجب ہے کہ وہ زندگی میں تو خلافت سے سبکدوش ہونا چاہتا تھا لیکن اپنے مرنے کے بعد اس کی بنیاد دوسرے کے لیے استوار کر گیا۔ بے شک ان دونوں نے سختی کے ساتھ حکومت کے تھنوں کو آپس میں بانٹ لیا۔ اُس نے حکومت کو ایک سخت و درشت محل میں رکھ دیا، جس کے چرکے کاری تھے۔ جس کو چھو کر بھی درشتی محسوس ہوتی تھی۔ جہاں بات بات میں ٹھوکر کھانا اور پھر عذر کرنا تھا۔ جس کا اس سے سابقہ پڑے، وہ ایسا ہے جیسے سرکش اونٹنی کا سوار کہ اگر مہار کھینچتا ہے تو (اُس کی منہ زوری سے) اس کی ناک کا درمیانی حصہ ہی شگافتہ ہوا جاتا ہے جس کے بعد مہار دینا ہی ناممکن ہو جائے گا) اور اگر باگ کو ڈھیلا چھوڑ دیتا ہے تو وہ اس کے ساتھ مہلکوں میں پڑ جائے گا۔ اس کی وجہ سے بقائے ایزد کی قسم! لوگ کجروی، سرکشی، متلون مزاجی اور بے

راہ روی میں مبتلا ہو گئے۔ میں نے اس طویل مدت اور شدید مصیبت پر صبر کیا، یہاں تک کہ دوسرا بھی اپنی راہ لگا، اور حکومت کو ایک جماعت میں محدود کر گیا، اور مجھے بھی اس جماعت کا ایک فرد خیال کیا۔ اے اللہ! مجھے اس شوریٰ سے کیا لگاؤ؟ ان میں کے سب سے پہلے کے مقابلہ ہی میں میرے استحقاق وفضیلت میں کب شک تھا جواب اُن لوگوں میں مَیں بھی شامل کر لیا گیا ہوں۔ مگر مَیں نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ جب وہ زمین کے نزدیک ہو کر پرواز کرنے لگیں تو میں بھی ایسا ہی کرنے لگوں اور جب وہ اونچے ہو کر اُڑنے لگیں تو میں بھی اسی طرح پرواز کروں (یعنی حتی الامکان کسی نہ کسی صورت سے نباہ کرتا رہوں۔) ان میں سے ایک شخص تو کینہ وعناد کی وجہ سے مجھ سے منحرف ہو گیا اور دوسرا دامادی اور بعض ناگفتہ بہ باتوں کی وجہ سے اُدھر جھک گیا۔ یہاں تک کہ اس قوم کا تیسرا شخص پیٹ پھلائے سرگین اور چارے کے درمیان کھڑا ہوا اور اُس کے ساتھ اس کے بھائی بند اُٹھ کھڑے ہوئے، جو اللہ کے مال کو اس طرح نگلتے تھے جس طرح اونٹ فصلِ ربیع کا چارہ چرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ وقت آ گیا جب اُس کی بٹی ہوئی رسّی کے بَل کھل گئے اور اُس کی بداعمالیوں نے اس کا کام تمام کر دیا اور شکم پُری نے اُسے منہ کے بَل گرا دیا۔ اُس وقت مجھے لوگوں کے ہجوم نے دہشت زدہ کر دیا جو میری جانب بجو کے ایال کی طرح ہر طرف سے لگاتار بڑھ رہا تھا یہاں تک کہ عالم یہ ہوا کہ حسنؑ اور حسینؑ کچلے جا رہے تھے اور میری ردا کے دونوں کنارے پھٹ گئے تھے۔ وہ سب میرے گرد بکریوں کے گلے کی طرح گھیرا ڈالے ہوئے تھے۔ مگر اس کے باوجود جب میں امرِ حکومت کو لے کر اُٹھا تو

ایک گروہ نے بیعت توڑ ڈالی اور دوسرا دین سے نکل گیا اور تیسرے گروہ نے فسق اختیار کرلیا۔ گویا اُنہوں نے اللہ کا یہ ارشاد سنا ہی نہ تھا کہ ''یہ آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کے لیے قرار دیا ہے جو دنیا میں نہ (بے جا) بلندی چاہتے ہیں، نہ فساد پھیلاتے ہیں، اور اچھا انجام پرہیز گاروں کے لیے ہے۔'' ہاں، ہاں، خدا کی قسم! ان لوگوں نے اس آیت کو سنا تھا اور یاد کیا تھا۔ لیکن ان کی نگاہوں میں دنیا کا جمال کھب گیا اور اس کی سج دھج نے انہیں لبھا دیا۔ دیکھو، اُس ذات کی قسم! جس نے دانے کو شگافتہ کیا اور ذی روح چیزیں پیدا کیں، اگر بیعت کرنے والوں کی موجودگی اور مدد کرنے والوں کے وجود سے مجھ پر حجت تمام نہ ہوگئی ہوتی اور وہ عہد نہ ہوتا جو اللہ نے علماء سے لے رکھا ہے کہ وہ ظالم کی شکم پُری اور مظلوم کی گرسنگی پر سکون و قرار سے نہ بیٹھیں تو میں حکومت کی باگ ڈور اسی کے کندھے پر ڈال دیتا اور اس کے آخر کو اسی پیالے سے سیراب کرتا جس پیالے سے اس کو اوّل سیراب کیا تھا اور تم اپنی دنیا کو میری نظروں میں بکری کی چھینک سے بھی زیادہ نا قابلِ اعتنا پاتے۔)

دوسرے ڈاکے کے نتیجے میں جنابِ سیّدہ کسقدر آزردہ خاطر ہوئیں، وہ بھی انہی کی زبانی سنیئے:

''[ثُمَّ رَمَتْ بِطَرْفِهَا نَحْوَ الْاَنْصَارِ فَقَالَتْ:] يَا مَعْشَرَ الْفِتْيَةِ وَ اَعْضَادَ الْمِلَّةِ وَ حَضَنَةَ الْاِسْلَامِ! مَا هٰذِهِ الْغَمِيْزَةُ فِي حَقِّي وَالسِّنَةُ عَنْ ظُلَامَتِي؟ اَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَبِيْ يَقُوْلُ: اَلْمَرْءُ يُحْفَظُ فِي وُلْدِهِ سَرْعَانَ مَا اَحْدَثْتُمْ وَ عَجْلَانَ ذَا اِهَالَةً وَ لَكُمْ طَاقَةٌ

بِمَا اُحَاوِلُ وَ قُوَّةٌ عَلٰى مَا اَطْلُبُ وَ اُزَاوِلُ اَتَقُوْلُوْنَ مَاتَ مُحَمَّدٌ؟ فَخَطْبٌ جَلِيْلٌ اِسْتَوْسَعَ وَهْيُهٗ وَ اسْتَنْهَرَ فَتْقُهٗ وَانْفَتَقَ رَتْقُهٗ، اُظْلِمَتِ الْاَرْضُ لِغَيْبَتِهٖ وَ كُسِفَتِ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَانْتَثَرَتِ النُّجُوْمُ لِمُصِيْبَتِهٖ وَ اَكْدَتِ الْاٰمَالُ وَ خَشَعَتِ الْجِبَالُ وَ اُضِيْعَ الْحَرِيْمُ وَ اُزِيْلَتِ الْحُرْمَةُ عِنْدَ مَمَاتِهٖ، فَتِلْكَ وَ اللّٰهِ النَّازِلَةُ الْكُبْرٰى وَالْمُصِيْبَةُ الْعُظْمٰى لَا مِثْلُهَا نَازِلَةٌ وَ لَا بَائِقَةٌ عَاجِلَةٌ اَعْلَنَ بِهَا كِتَابُ اللّٰهِ جَلَّ ثَنَائُهٗ فِىْ اَفْنِيَتِكُمْ هِتَافًا وَ صُرَاخًا وَ تِلَاوَةً وَاِلْحَانًا وَ لَقَبْلَهٗ مَا حَلَّ بِاَنْبِيَاءِ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ، حُكْمٌ فَصْلٌ وَ قَضَاءٌ حَتْمٌ [وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَ سَيَجْزِى اللّٰهُ الشَّاكِرِيْنَ (سورۂ آلِ عمران، آیت ۱۴۴)]

اَيُّهَا بَنِىْ قَيْلَةَ! ءَ اُهْضَمُ تُرَاثَ اَبِىْ؟ وَ اَنْتُمْ بِمَرْاٰى مِنِّىْ وَمَسْمَعٍ وَ مُنْتَدًى وَ مَجْمَعٍ، تَلْبَسُكُمُ الدَّعْوَةُ وَ تَشْمَلُكُمُ الْخُبْرَةُ وَ اَنْتُمْ ذَوُو الْعَدَدِ وَ الْعُدَّةِ وَالْاَدَاةِ وَ الْقُوَّةِ وَ عِنْدَكُمُ السِّلَاحُ وَ الْجُنَّةُ تُوَافِيْكُمُ الدَّعْوَةُ فَلَا تُجِيْبُوْنَ وَ تَأْتِيْكُمُ الصَّرْخَةُ فَلَا تُغِيْثُوْنَ وَ اَنْتُمْ مَوْصُوْفُوْنَ بِالْكِفَاحِ، مَعْرُوْفُوْنَ بِالْخَيْرِ

وَالصَّلَاحِ، وَالنُّخْبَةُ الَّتِیْ اُنْتُخِبَتْ وَالْخِیَرَةُ الَّتِیْ اُخْتِیَرَتْ لَنَا اَهْلَ الْبَیْتِ، قَاتَلْتُمُ الْعَرَبَ وَ تَحَمَّلْتُمُ الْكَدَّ وَ التَّعَبَ وَ نَاطَحْتُمُ الْاُمَمَ وَ كَافَحْتُمُ الْبُهَمَ، لَا نَبْرَحُ اَوْ تَبْرَحُوْنَ نَأْمُرُكُمْ فَتَأْتَمِرُوْنَ حَتّٰی اِذَا دَارَتْ بِنَا رَحَی الْاِسْلَامِ وَ دَرَّحَلَبُ الْاَیَّامِ وَ خَضَعَتْ نَعْرَةُ الشِّرْكِ وَ سَكَنَتْ فَوْرَةُ الْاِفْكِ وَ خَمِدَتْ نِیْرَانُ الْكُفْرِ وَ هَدَأَتْ دَعْوَةُ الْهَرْجِ، وَاسْتَوْسَقَ نِظَامُ الدِّیْنِ فَاَنّٰی حِرْتُمْ بَعْدَالْبَیَانِ؟ وَ اَسْرَرْتُمْ بَعْدَ الْاِعْلَانِ؟ وَ نَكَصْتُمْ بَعْدَ الْاِقْدَامِ؟ وَ اَشْرَكْتُمْ بَعْدَالْاِیْمَانِ؟ [اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَیْمَانَهُمْ مِنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ هَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَ هُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ اَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (سورۃ التوبہ، آیت ۱۳)] اَلَا وَ قَدْ اَرٰی اَنْ قَدْ اَخْلَدْتُمْ اِلَی الْخَفْضِ وَ اَبْعَدْتُمْ مَنْ هُوَ اَحَقُّ بِالْبَسْطِ وَ الْقَبْضِ وَ اَقْوَاهُمْ عَلَیْهِ، وَ خَلَوْتُمْ بِالدِّعَةِ وَ نَجَوْتُمْ مِنَ الضِّیْقِ بِالسِّعَةِ فَمَجَجْتُمْ مَا وَعَیْتُمْ وَ دَسَعْتُمُ الَّذِیْ تَسَوَّغْتُمْ [فَاِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ حَمِیْدٌ (سورۂ ابراہیم، آیت ۸)] اَلَا وَ قَدْ قُلْتُ مَا قُلْتُ هٰذَا عَلٰی مَعْرِفَةٍ مِنِّیْ بِالْخَذْلَةِ الَّتِیْ

خَامَرَتْکُمْ وَ الْغَدْرَةِ الَّتِیْ اسْتَشْعَرَتْهَا قُلُوْبُکُمْ وَ لٰکِنَّهَا فَیْضَةُ النَّفْسِ وَ نَفْثَةُ الْغَیْظِ وَ خَوَرُ الْقَنَاةِ وَ بَثَّةُ الصَّدْرِ وَ تَقْدِمَةُ الْحُجَّةِ۔''

(''خطبہ لُمّہ''صفحات 49 تا 54)

[پھر جنابِ سیّدہؑ انصار کی جانب متوجہ ہوئیں اور فرمایا:]

(اے گروہِ جوانمرداں ! اے ملّتِ اسلامیہ کے دست و بازوو ! اور اے اسلام کے محافظو! میرے حق میں یہ کمزوری کیوں ہے؟ میرے غصبِ حق پر تم اونگھ کیوں رہے ہو یعنی لاتعلق کیوں ہو؟ کیا میرے بابا رسولؐ اللہ نہیں فرماتے تھے کہ کسی شخصیت کا تحفظ اس کی اولاد کے تحفظ سے ہوتا ہے؟ کتنی جلدی تم نے اپنی روش بدل لی۔ کتنی جلدی تمہاری چربی تمہارے ناک سے بہہ نکلی ہے۔ حالانکہ تم میں اتنی طاقت ہے کہ تم میرا حق لینے میں میری مدد کر سکو۔ تم اتنا تو کر سکتے ہو کہ میرے ادعائے حق میں میرا ساتھ دو۔ کیا تم یہ کہو گے کہ حضرت محمدؐ وفات پا گئے ہیں (اور اب ہماری کوئی ذمہ داری نہیں رہی)؟ حضرت محمدؐ کی رحلت ایک عظیم سانحہ ہے۔ اس کے اثرات انتہائی گھمبیر ہیں۔ اس کے بعد پیدا ہونے والا افتراق بڑھتا جا رہا ہے، اور ملّت کا شیرازہ بکھر رہا ہے۔ (ایسا لگتا ہے کہ) ان کی پردہ پوشی سے زمین پر تاریکی چھا گئی ہے، سورج اور چاند گہنا گئے ہیں؛ اور ستاروں نے سوگ میں ٹمٹمانا چھوڑ دیا ہے۔ اُمیدیں نااُمیدی میں بدل گئی ہیں۔ پتھر پانی ہو گئے ہیں۔ حریمِ رسولؐ یعنی اہلِ بیتؑ کی حرمت ضائع ہو گئی ہے۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد اُن کے گھر کا احترام ختم ہو کر رہ گیا ہے۔ خدا کی قسم!

آنحضرتؐ کی وفات ایک بڑا سانحہ اور عظیم مصیبت ہے۔ کوئی اور مصیبت اس کے مثل نہیں ہے، اور نہ ہی اس سے بڑھ کر کوئی اور مصیبت ہو سکتی ہے۔ اس سانحہ کا اعلان اللہ جلّ شانہٗ نے پہلے ہی اپنی کتاب میں کر دیا تھا، جسے تم اپنے گھروں میں کبھی باآوازِ بلند، کبھی گریہ وزاری کیساتھ، کبھی عام طریقِ تلاوت سے، اور کبھی خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔ اس سے پہلے بھی اللہ کے انبیاء و رُسل کو موت آئی، جو ایک فیصلہ کُن اور حتمی امر ہے۔ (اس کے بعد جنابِ سیّدہؑ نے قرآن مجید کی مذکورہ آیت تلاوت فرمائی) [اور حضرت محمدؐ بھی پہلے رسولوں کی طرح ایک رسول ہیں۔ اگر انہیں موت آ جائے یا وہ قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں (اپنے سابقہ مذاہب کی طرف) پھر جاؤ گے؟ جو الٹے پاؤں پھر جائے گا وہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ اللہ اپنے شکر گزار بندوں کو عنقریب جزا دے گا (سورۂ آلِ عمرانؑ، آیت ۱۴۴)] اے قیلہ کے فرزندو (یعنی قبیلۂ اوس و خزرج کے لوگو)! کیا میں اپنے باباؐ کی میراث سے محروم ہی رہوں گی؟ حالانکہ تم میری آنکھوں کے سامنے ہو، تمہاری باتیں میں سن سکتی ہوں اور ہم ایک ہی جگہ موجود ہیں یعنی تمہاری موجودگی میں میں اپنے باباؐ کی میراث سے محروم کی جا رہی ہوں۔ اس قضیہ میں میرا ساتھ دینے کی استدعا تم تک پہنچ رہی ہے اور تم تمام حالات سے بخوبی آگاہ ہو۔ تم افرادی قوت، وسائل، سیاسی اثر و نفوذ اور طاقت کے حامل ہو۔ تمہارے پاس اسلحہ اور ڈھال یعنی جنگی سامان بھی موجود ہے۔ تم تک میری پکار پہنچ رہی ہے مگر تم نے چپ سادھ رکھی ہے۔ میری فریاد بڑی صراحت سے تم تک پہنچ رہی ہے مگر تم فریادرسی کو

تیار نہیں، حالانکہ تم شجاعت میں یکتا ہو اور خیر وصلاح میں شہرت رکھتے ہو۔ تم وہ برگزیدہ اور منتخب لوگ ہو جنہیں ہم اہلِ بیتؑ کے لیے چنا گیا۔ تم نے مشرکینِ عرب سے قتال کیا اور جنگوں کی سختیاں اور مصیبتیں برداشت کیں۔ تم (اہلِ ضلالت کے خلاف) بے خطر کود پڑے اور بڑے بڑے سورماؤں کا مقابلہ کیا۔ ماضی میں جب بھی پیغمبرؐ یا ان کے اہلِ بیتؑ نے تمہیں پکارا تم نے ہمارے احکامات کی بجا آوری کی۔ تم پیغمبرؐ اور ہم اہلِ بیتؑ کے وفادار رہے، یہاں تک کہ ہماری کوششوں سے اسلام اپنے مدار پہ گھومنے لگا اور اس کی برکتیں فراواں ہو گئیں، شرک کی ناک خاک پر رگڑ دی گئی یعنی مشرکین دب گئے اور جھوٹ وتہمت کا طوفان تھم گیا۔ کفر کی آگ فرو ہو گئی۔ فتنہ وفساد کی آواز بند ہو گئی۔ دین کا نظام مستحکم ہو گیا۔ ان سب کامرانیوں کے بعد تم حق سے روگردانی کیوں کر رہے ہو؟ اعلانِ حق کے بعد تم حق کو چھپا کیوں رہے ہو؟ حق کی طرف پیشقدمی کے بعد پیچھے کیوں ہٹ رہے ہو؟ ایمان لانے کے بعد شرک کے مرتکب کیوں ہو رہے ہو؟ [کیا تم اس قوم سے قتال نہیں کرو گے جنہوں نے عہد کرنے کے بعد اپنی قسمیں توڑیں اور رسولؐ کو نکالنے کا ارادہ کیا، اور انہوں نے ہماری دشمنی میں دوسروں کو ملانے کی ابتداء تم سے کی۔ کیا تم ان سے ڈرتے ہی رہو گے حالانکہ اللہ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اُس سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ (سورۂ توبہ، آیت ۱۳)] آگاہ رہو! میں جانتی ہوں کہ تم عیش وآرام میں پڑ گئے ہو۔ تم نے اس شخص (علیؑ ابنِ ابی طالبؑ) کو اقتدار سے دور کر دیا جو اسلامی ریاست کی باگ ڈور سنبھالنے میں سب سے زیادہ حقدار ہے اور (حکومت کو چلانے

کی) پوری قوت وصلاحیت رکھتا ہے۔تم نے عیش کوشی میں عافیت تلاش کر لی ہے۔تم نے (ہمارا ساتھ دینے میں) تنگی محسوس کرتے ہوئے (حکومتِ وقت کا ساتھ دے کر) راحت پانے کی ٹھانی ہے۔تم نے دین کی جو باتیں سیکھی تھیں انہیں دماغ سے محو کر دیا ہے۔ جس طعام کو گوارا جان کر نگل لیا تھا، اسے اُگل دیا ہے۔[پس اگر تم اور زمین پر بسنے والے تمام لوگ بھی کفر اختیار کر لیں تو بھی لائقِ حمد اللہ کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ (سورۂ ابراہیم، آیت ۸)]۔آگاہ رہو! جو کچھ میں نے کہا ہے وہ اُس ترکِ نصرت کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے کہا ہے جو تمہارے مزاج میں رچ بس گئی ہے، اور اس غداری کے پیشِ نظر کہا ہے جو تمہارے دلوں میں جڑ پکڑ چکی ہے۔ یہ جو کچھ میں نے کہا ہے یہ (اسلام سے انحراف پر) وفورِ غم اور (غصبِ حق پر) غضب کا اظہار ہے۔تمہاری طرف سے نصرت سے پہلو تہی پر دل شکستگی کا اظہار ہے۔بس تم پر حجت تمام کرنا چاہتی تھی۔)

جہاد ہی کی ایک قسم عزاداریٔ حسینؑ بھی ہے۔اسے سمجھنے کے لیے ہمیں شہادتِ حسینؑ کے سبب اور مقصد کا ادراک کرنا ہوگا۔

شہادتِ حسینؑ کا سبب اور مقصد

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ"** (سورۃ الذّٰریٰت، آیت ۵۶) (میں نے جنّوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں)۔اس آیۂ کریمہ کی رو سے خلقتِ انسانی کا مقصد صرف اور صرف عبادتِ الٰہی ہے یعنی انسانوں پر فرض ہے کہ وہ اپنی دنیاوی

زندگیوں کو اپنے خالق کے احکامات کی مطلق اطاعت میں گزاریں اور اس کے احکامات سے ہرگز انحراف نہ کریں۔ اسی کا نام عبادت ہے۔ لہٰذا اگر بندہ احکامِ الٰہی کی اطاعت چھوڑ کر کسی اور کے احکامات کی کلی یا جزوی طور پر پیروی کرتا ہے تو گویا وہ اپنی خلقت کے مقصد کو پورا نہیں کر رہا اور اپنے خالق ـــ اللہ، کے سوا کسی اور کو بھی لائقِ عبادت سمجھتا ہے۔ یعنی اس کی عبادتِ الٰہی خالص نہیں ہے بلکہ اس میں کسی اور کی عبادت بھی شریک ہے۔ اس طرح بندہ شرک کا مرتکب ہو جاتا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے "ظلمِ عظیم" قرار دیا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اللہ کے سوا کوئی اور معبود بھی ہے کہ جس کی اطاعت انسانوں کے لئے اتنی پُرکشش ہو کہ وہ اپنے خالق اور معبودِ حقیقی کی عبادت چھوڑ کر اس کی عبادت شروع کر دیں اور اسے اپنے معبودِ حقیقی کا شریک ٹھہرائیں۔ اس کا جواب صاحبِ منبرِ سلونی علیؑ ابنِ ابی طالبؑ یوں دیتے ہیں:-

"اِن اکبر معبود عبد فی الدنیا الھوی"

(سب سے بڑا معبود جس کی دنیا میں عبادت کی جاتی ہے ہوائے نفس ہے۔)

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اس 'معبود' کی طرف جھکاؤ سے یوں تنبیہہ کی ہے:

"وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط" (سورۃ صٓ، آیت ۲۶)

(پس ہوائے نفس کی اتباع نہ کرو کہ تمہیں اللہ کے راستے سے ہٹا دے گی۔)

اور فرماتا ہے کہ:

"وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى" (سورۃ النّٰزعٰت، آیات

۴۰،۴۱) (اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اور ''ہوائے نفس'' کی پیروی سے گریز کرتا رہا، پس اسی کا ٹھکانہ جنت ہے۔)

مذکورہ بالا احکامِ الٰہیہ کے مطالعے سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ جو انسان اپنے معبودِ حقیقی ـــ اللہ، کی اطاعت چھوڑ کر ہوائے نفس کی پیروی کرتا ہو، وہ شرک کا مرتکب ہوتا ہے، اور یوں اپنے مقصدِ خلقت سے روگردانی کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ان کا مقصدِ خلقت یاد دلانے اور ان کے نفوس کو ہویٰ وہوس سے پاک کرنے کے لئے ہر زمانے اور ہر قوم میں انبیاء مبعوث فرمائے۔ مندرجہ ذیل آیۂ کریمہ بعثتِ انبیاء کے اس مقصد پر روشنی ڈالتی ہے:-

''لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ آيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ج'' (سورۂ آلِ عمرانؑ، آیت ۱۶۴)

(بے شک اللہ نے مومنوں پر احسان کیا جب کہ اس نے بھیجا ان میں ایک رسول جو اُن پر اس کی آیتیں تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔)

اسی مضمون کی کئی اور آیات بھی ہیں، مثلاً

''كَمَا اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ آيٰتِنَا وَ يُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ'' (سورۃ البقرہ، آیت ۱۵۱)

(جیسا کہ تم میں ایک رسول تم ہی میں سے بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت

کرتا ہے اور تمہارا تزکیہ کرتا ہے اور تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔)

"هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ق" (سورۃ الجمعہ، آیت ۲)

(وہ اللہ وہی تو ہے جس نے اُمّ القریٰ یعنی مکہ والوں میں ان ہی میں سے ایک رسول مبعوث کیا کہ تلاوت کرتا ہے ان پر اس کی آیتیں اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔)

تزکیۂ نفس کے لئے ہزاروں انبیائے کرام مبعوث کرنے کی ضرورت اس وجہ سے پیش آئی کہ انسان دنیا میں آنے کے بعد اس کی رنگینیوں میں کھو کر چند دن کی عارضی زندگی کو بہت کچھ سمجھ بیٹھا، اور آخرت کی ابدی زندگی کو بُھلا بیٹھا۔ جب آخرت کی زندگی کا تصور اس کے دل و دماغ سے محو ہو گیا تو اس کا نفس خوابِ غفلت میں چلا گیا اور اُس نے اللہ کی عبادت کو عبث جانا کیونکہ اس کی جزا وسزا کا تعلق تو آخرت سے ہے اور غافل نفس کی پیروی میں دنیاوی جاہ وجلال اور مال و دولت حاصل کرنے میں لگ گیا۔ اس کی یہ خواہشات اسے اس قدر اندھا کئے رکھتی ہیں کہ جب اسے ہوش آتی ہے تو خود کو قبر میں پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ٥ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ٥" (سورۃ التکاثر، آیات ۱، ۲)

(تمہیں تو کثرتِ (مال ومنال اور جاہ وجلال) کی خواہش نے غفلت میں رکھا یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں)۔

جو انسان اندھا دھند ہوائے نفس کی پیروی کرتا رہتا ہے اس پر انبیاء کی تعلیمات کا

بھی کچھ اثر نہیں ہوتا:

''اَرَءَ یتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۙ'' (سورۃ الفرقان، آیت ۴۳)

(اے رسولؐ! کیا آپ نے اس کو دیکھا جس نے اپنی ہوائے نفس کو اپنا معبود بنایا ہوا ہے۔ پس آپ اس کے امور درست کرنے والے کیسے ہو سکتے ہیں؟)

اس بحث سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ دنیا میں انسانوں کے دو گروہ ہیں:

ایک گروہ وہ ہے، جس نے انبیائے کرام کی تعلیمات کو قبول کرتے ہوئے ان پر عمل کر کے اپنے نفس کو ہویٰ و ہوس سے پاک رکھا اور اپنے خالق و معبودِ حقیقی کی خالص عبادت کی۔ پس یہی گروہ راہِ حق پر گامزن ہے اور ''حزب اللہ'' (اللہ کی جماعت) ہے۔

دوسرا گروہ وہ ہے جس نے انبیائے کرام کی تعلیمات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ''ہوائے نفس'' کی پیروی جاری رکھی، اور انبیاء اور ان کے پیروکاروں کو اپنا دشمن جانا اور ان کی مخالفت کی۔ اس سے وہ مشرک ہوئے، اور ''حزب اللہ'' کو اپنا دشمن گردانتے ہوئے اس کے خلاف برسرِ پیکار رہے (اور ہیں)۔ یہ گروہ ''حزب الشیطان'' ہے۔ اس گروہ نے انبیائے کرام پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے یہاں تک کہ ان کو قتل کرنے سے بھی گریز نہ کیا کیونکہ وہ انہیں اپنی راہ کا روڑہ سمجھتے تھے۔ اس گروہ نے انبیاء اور ان کے پیروکاروں پر اس حد تک عرصۂ حیات تنگ کیا کہ اکثر ترکِ وطن پر مجبور ہوئے۔ قِصّہ مختصر کہ اس گروہ نے ہر وہ تدبیر کی جس سے اس کی دانست میں ''حزب اللہ'' کا اس دنیاوی جنّت سے قلع قمع ہو جائے اور ان کے خوابیدہ نفس پر دنیا کی ناپائیداری اور آخرت کے تصور کا کچوکہ لگانے والا کوئی نہ

رہے۔ اللہ تعالیٰ اس گروہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

"اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ" (سورۃ البقرہ، آیت ۸۷)

(جب بھی کوئی رسول تمہارے پاس تمہاری نفسانی خواہشات کے برعکس کوئی حکم لے کر آیا تو تم اکڑ بیٹھے۔ پھر تم نے بعض پیغمبروں کو جھٹلایا اور بعض کو جان سے مار ڈالا۔)

لیکن وہ خالقِ مطلق ہی کیا جو مخلوق کے آگے ہتھیار ڈال دے۔ اُس نے ہزاروں سال تک انبیاء کی بعثت کا سلسلہ جاری رکھا یہاں تک کہ خاتم المرسلین حضرت محمد مصطفیٰؐ کی تشریف آوری ہوئی۔ حزب الشیطان نے سلسلۂ نبوت کی اس آخری کڑی کو ختم کرنے کے لئے بھی وہی ہتھکنڈے استعمال کئے جو اس سے قبل آزما چکے تھے، اور جب خاتم المرسلینؐ کی شہادت ہوگئی تو اس گروہ نے سکون کا سانس لیا کہ اب قیامت تک کوئی پیغمبر نہیں آئے گا۔ اس طرح اب ان کا راستہ صاف ہے، اور قیامت تک اب انکی حکومت ہوگی، لیکن وہ بھول گئے تھے کہ خاتم المرسلینؐ نے اپنے آخری خطبۂ حج کے بعد جمیع مسلمانوں کے سامنے غدیرِ خم کے مقام پر حکمِ خداوندی سے اپنا وصی و جانشین مقرر کیا تھا جس نے شرعِ اسلام یعنی احکاماتِ الٰہیہ کی حفاظت کرنی تھی، اور یوں حزب الشیطان کے خلاف برسرِ پیکار رہنا تھا۔ حزب الشیطان کے لیڈروں نے سب کچھ بھلا کر اور اُمّت کو جانشینیٔ رسولؐ سے متعلق مغالطے میں ڈال کر اپنی ہوائے نفس کی پیروی کرتے ہوئے دنیاوی شان و شوکت کو حاصلِ حیات سمجھتے ہوئے نبیؐ کے جانشین اور محافظِ دین علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کی اطاعت سے روگردانی کرتے ہوئے اپنی حکومت قائم کرلی۔

حزب الشیطان نے شروع میں ہاتھ ذرا ہلکا رکھا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حزب اللہ کے خلاف ان کی چیرہ دستیاں بڑھتی رہیں یہاں تک کہ یزید ابن معاویہ جیسا بدترینِ خلائق مسندِ سقیفائی خلافت پر بٹھا دیا گیا، اور اس نے احکامِ الٰہیہ سے کھلم کھلا بغاوت شروع کردی۔ اُس نے علی الاعلان کہا کہ نہ کوئی نبی آیا تھا، نہ کوئی وحی اُتری تھی، بنو ہاشم کے محمد بن عبداللہ نے ملک گیری کے لئے محض ایک ڈھونگ رچایا تھا۔ اس کا یہ اعلان حزب اللہ کے خلاف اعلانِ جنگ تھا جس کا اگر جواب نہ دیا جاتا تو قیامت تک آنیوالی نسلیں اسی اعلان کو "حق" مانتی رہتیں، اور یوں خالقِ جن و بشر کا مشن ناکام ہو جاتا۔

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ وہ خالقِ مطلق ہی کیا جو کبھی مخلوق کے سامنے بے بس ہو جائے۔ اس نے یزید کے اس اعلانِ جنگ کا جواب دینے کے لئے پہلے ہی سلسلۂ امامت کا آغاز کر دیا تھا۔ اس سلسلے کی تیسری کڑی اور حزب اللہ کے سالار امام حسینؑ اس یزیدی اعلان کا جواب دینے کے لئے اٹھے۔ مولا حسینؑ نے پہلے یزید کو راہِ راست پر آنے کی دعوت دے کر اتمامِ حُجّت کیا۔ جب اس نے انکار کیا تو مولاؑ نے اپنی جماعت — حزب اللہ، کو یزید کی جماعت — حزب الشیطان، کے خلاف کربلا کے میدان میں صف آرا کیا۔ یوں ۱۰ محرم ۶۱ھ کو دو نظریوں اور دو معبودوں — معبودِ حقیقی "اللہ"، اور "ہوائے نفس"، کے ماننے والوں کے درمیان معرکۂ حق و باطل ہوا، جس میں ہمیشہ کی طرح کثیر حزب الشیطان نے ہمیشہ کی طرح قلیل حزب اللہ کو اپنی دانست میں ختم کر کے جنگ جیت لی، لیکن اصلی جیت اور ہار کا فیصلہ آنے والے وقت نے کیا۔

یوں تو حسینؑ اور ان کے اصحابؓ حزب الشیطان کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش فرما گئے، لیکن شاہِؑ کربلا نے اپنے خون سے ریگزارِ کربلا پر نقشِ **لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه** ایسے انمٹ انداز میں ثبت کردیا کہ خواجہ معین الدین چشتیؒ کو کہنا پڑا ؎

حقّا کہ بنائے لَا اِلٰہ است حسینؑ

مولا حسینؑ اور ان کے اصحابؓ نے زندگی کو موت پر قربان کرکے اور ان کے پسماندگان نے یزیدیوں کے ہاتھوں ذلت آمیز سلوک اور ظلم وستم سہہ کر بندگانِ ہوٰی وہوس کے خوابیدہ نفوس پر وہ کچوکے لگائے کہ جس کا ذکر قیامت تک غافل نفسوں کو جگاتا رہے گا کیونکہ نفسِ انسان کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ عیش وآرام میں خوابِ خرگوش کے مزے لیتا رہتا ہے اور یہی اس کی خواہش ہوتی ہے اور جب اس کا واسطہ کسی دردوالم سے پڑتا ہے تو وہ بے چین ہوکر بیدار ہوجاتا ہے اور انسان کو اپنا معبودِ حقیقی یاد آنے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نفسِ انسانی کی اس کیفیت کو یوں بیان کیا ہے:

"وَ اِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ" (سورۃ الروم، آیت ۳۳)

(اور جب لوگوں کو مصیبت پہنچتی ہے تو پکارتے ہیں اپنے رب کو اسکی طرف پوری رغبت کرتے ہوئے۔ پھر جب وہ ان کو اپنی رحمت سے سرفراز کرتا ہے تو کچھ گروہ ان میں سے اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں۔)

اسی مضمون کی چند آیات اور بھی ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے:

"وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ

مولا حسینؑ، ان کے اصحابؓ اور ان کے پسماندگان نے تمام مصائب و آلام اس لئے سہے کہ ان پر ڈھائے جانے والے مظالم کا نظارہ کر کے یزیدی لشکر کے کلمہ گوؤں، جو ہویٰ و ہوس کے بندے ہو چکے تھے، کے خوابیدہ نفوس پسیجیں اور وہ بے چین ہو کر بیدار ہوں اور ہوائے نفس کی پیروی چھوڑ کر اپنے خالق و مالک ـــــ اللہ، کو اِلٰہ الا کبر مانیں۔ مولا حسینؑ کا استغاثہ بھی انہی تمام بندگانِ ہویٰ و ہوس سے تھا، اور ہے، کیونکہ جب تک بندگانِ خدا کے نفوس ہویٰ و ہوس سے پاک نہیں ہو جاتے، حسینؑ کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔

جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ کربلا کی جنگ دو نظریوں اور دو معبودوں کے ماننے والوں کے درمیان معرکہ تھا۔ اس لئے جب تک مخلوقِ انسانی اپنے خالق و مالک کو اِلٰہ الا کبر نہیں مانتی اور ہوائے نفسانی کی پیروی نہیں چھوڑتی معرکۂ کربلا جاری رہے گا، اور حزب اللہ کے سالار مولا حسینؑ بندگانِ ہویٰ و ہوس سے استغاثہ کرتے رہیں گے: ''**هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا**'' (ہے کوئی جو میری مدد کو آئے) یا بقولِ جوشؔ ؎

جب تک اس خاک پہ باقی ہے وجودِ اشرار
دوشِ انسان پہ ہے جب تک حشمِ تخت کا بار
جب تک اقدار سے اغراض ہیں گرمِ پیکار
کربلا ہاتھ سے پھینکے گی نہ ہرگز تلوار
کوئی کہہ دے یہ حکومت کے نگہبانوں سے
کربلا اِک ابدی جنگ ہے سلطانوں سے

یوں تو حسینؑ اور ان کے اصحابؓ حزب الشیطان کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش فرما گئے، لیکن شاہِ کربلا نے اپنے خون سے ریگزارِ کربلا پر نقشِ **لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ** ایسے انمٹ انداز میں ثبت کر دیا کہ خواجہ معین الدین چشتیؒ کو کہنا پڑا

حقّا کہ بنائے لَا اِلٰہ است حسینؑ

مولا حسینؑ اور ان کے اصحابؓ نے زندگی کو موت پر قربان کر کے اور ان کے پسماندگان نے یزیدیوں کے ہاتھوں ذلت آمیز سلوک اور ظلم و ستم سہہ کر بندگانِ ہوئی و ہوس کے خوابیدہ نفوس پر وہ کچوکے لگائے کہ جس کا ذکر قیامت تک غافل نفسوں کو جگاتا رہے گا کیونکہ نفسِ انسان کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ عیش و آرام میں خوابِ خرگوش کے مزے لیتا رہتا ہے اور یہی اس کی خواہش ہوتی ہے اور جب اس کا واسطہ کسی دردوالم سے پڑتا ہے تو وہ بے چین ہو کر بیدار ہو جاتا ہے اور انسان کو اپنا معبودِ حقیقی یاد آنے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نفسِ انسانی کی اس کیفیت کو یوں بیان کیا ہے:

''وَ اِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ'' (سورۃ الروم، آیت ۳۳)

(اور جب لوگوں کو مصیبت پہنچتی ہے تو پکارتے ہیں اپنے رب کو اسکی طرف پوری رغبت کرتے ہوئے۔ پھر جب وہ ان کو اپنی رحمت سے سرفراز کرتا ہے تو کچھ گروہ ان میں سے اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں۔)

اسی مضمون کی چند آیات اور بھی ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے:

''وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ

فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ج ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ '' (سورۃ النحل، آیات ۵۳، ۵۴)

(جتنی کچھ نعمتیں تمہارے پاس ہیں سب اللہ ہی کی طرف سے ہیں پھر جب تم پر مصیبت پڑتی ہے تو اسی کے آگے فریاد کرنے لگتے ہو۔ پھر جب وہ تم سے تکلیف کو دور کر دیتا ہے تو تم میں سے ایک گروہ اللہ کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے۔)

اس بحث کے نتیجے کے طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ شہادتِ حسینؑ کا اصل سبب حزب الشیطان کی حزب اللہ سے مخالفت اور دشمنی تھا۔ اور حسینؑ اور ان کے اصحابؓ کے حقیقی قاتل حزب الشیطان کے معبود ـــ ہویٰ وہوس، تھے جو شمر، ابنِ سعد، خولی یا یزیدی لشکر کے دیگر فوجیوں کے بھیس میں تھے۔ اور شہادتِ حسینؑ کا مقصد بندگانِ ہویٰ وہوس کے خوابیدہ نفوس کو بیدار کر کے انہیں حزب اللہ میں لانا تھا، اور پھر اسے حزب الشیطان کے خلاف صف آرا کرنا تھا۔

شہادتِ حسینؑ کے تقاضے

ہم اس نتیجے پر پہنچ چکے ہیں کہ مولا حسینؑ اور ان کے اصحابؓ نے یونہی بے مقصد جامِ شہادت نوش نہیں فرمائے تھے بلکہ ان کے پیشِ نظر تعلیماتِ محمدی اور دینِ الٰہی کی حفاظت تھی کیونکہ یزید کی سربراہی میں بندگانِ ہویٰ وہوس نے مسلمانی کا دعویدار ہونے کے باوجود تعلیماتِ محمدیؐ کو جھٹلاتے ہوئے اللہ کی معبودیت ماننے سے انکار کر دیا تھا، اور ہویٰ وہوس کو اپنے خوابیدہ نفوس میں بسا کر اس کی پوجا شروع کر دی تھی۔ اب حفاظتِ دین اس امر کی متقاضی تھی کہ بندگانِ ہویٰ وہوس کے نفوس کا تزکیہ کر کے اس میں خالصتاً خالقِ جنّ وبشر کی معبودیت کو بسایا جائے۔ تزکیہ کے لئے

ضروری تھا کہ خوابِ غفلت میں ڈوبے ہوئے نفوس پر وہ چرکہ لگایا جائے کہ جس سے وہ بے چین ہوکر بیدار ہوجائیں اور جب بھی وہ غفلت میں پڑنے لگیں اس چرکے کی یاد انہیں پھر بے چین کرکے غافل نہ ہونے دے۔

اس پسِ منظر میں دیکھیں تو ہم سمجھ سکتے ہیں کہ مولا حسینؑ نے ایک رات کے نوشہ قاسمؑ، شبیہِ پیغمبرؐ علی اکبرؑ جیسے کڑیل جوان، اور شیر خوار علی اصغرؑ کی قربانی کیوں دی؟ حسینؑ معجز نما تھے، زمین پر ایڑی مارتے، پانی کے چشمے پھوٹ پڑتے، سکینہؑ اور دوسرے بچوں کو پیاسا کیوں تڑپنے دیا؟ حسینؑ کا استغاثہ سن کر اجنّہ وملائکہ نصرت کو آئے تھے، اور انہوں نے یزیدی لشکر کا صفایا کرنے کی پیش کش کی تھی، مگر حسینؑ نے اس پیش کش کو رد کرکے خود کو اور اپنے اصحابؓ کو یزیدیوں کی تیغِ جفا کے سپرد کیوں کیا تھا؟ شہادتِ حسینؑ کے بعد خانوادۂ رسولؐ کی عورتوں اور بچوں نے یزیدیوں کے ہاتھوں کوفہ وشام کے بازاروں میں رسوائی اور قید وبند کی صعوبتیں کیوں برداشت کی تھیں؟ حالانکہ حسینؑ کو عازمِ کربلا ہوتے وقت بہی خواہوں نے ان سب واقعات کی پیش گوئی کی تھی، اور مولا حسینؑ کو خود بھی علم تھا۔

اب ان سوالات کا جواب کچھ زیادہ مشکل نظر نہیں آتا۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ مولا حسینؑ تو منصبِ امامت پر فائز ہونے کی بدولت معجز نما تھے، مگر عام انسان تو ایسا نہیں ہوسکتا۔ مولا حسینؑ تو امامِ جنّ وبشر تھے اس لئے اجنّہ وملائکہ ان کا استغاثہ سن کر ان کی نصرت کو پہنچ گئے تھے، مگر عام انسان کی مدد کرنے سے تو اس کے ہم جنس انسان بھی گریز کرتے ہیں۔ ان حقائق کے پیشِ نظر مولا حسینؑ نے پیش آمدہ حالات میں وہ کچھ کیا جو ایک عام انسان کرسکتا ہے، اور اُسے حفاظتِ دینِ الٰہی میں کرنا چاہئے۔

مولا حسینؑ، ان کے اصحابؓ اور ان کے پسماندگان نے تمام مصائب و آلام اس لئے سہے کہ ان پر ڈھائے جانے والے مظالم کا نظارہ کر کے یزیدی لشکر کے کلمہ گوؤں، جو ہویٰ و ہوس کے بندے ہو چکے تھے، کے خوابیدہ نفوس پسیجیں اور وہ بے چین ہو کر بیدار ہوں اور ہوائے نفس کی پیروی چھوڑ کر اپنے خالق و مالک ـــ اللہ، کو اِلٰہ الا کبر مانیں۔ مولا حسینؑ کا استغاثہ بھی انہی تمام بندگانِ ہویٰ و ہوس سے تھا، اور ہے، کیونکہ جب تک بندگانِ خدا کے نفوس ہویٰ و ہوس سے پاک نہیں ہو جاتے، حسینؑ کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔

جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ کربلا کی جنگ دو نظریوں اور دو معبودوں کے ماننے والوں کے درمیان معرکہ تھا۔ اس لئے جب تک مخلوقِ انسانی اپنے خالق و مالک کو اِلٰہ الا کبر نہیں مانتی اور ہوائے نفسانی کی پیروی نہیں چھوڑتی معرکۂ کربلا جاری رہے گا، اور حزب اللہ کے سالار مولا حسینؑ بندگانِ ہویٰ و ہوس سے استغاثہ کرتے رہیں گے: ''هَلْ مِنْ نَاصِرٍ يَنْصُرُنَا'' (ہے کوئی جو میری مدد کو آئے) یا بقولِ جوشؔ ؎

جب تک اس خاک پہ باقی ہے وجودِ اشرار
دوشِ انسان پہ ہے جب تک حشمِ تخت کا بار
جب تک اقدار سے اغراض ہیں گرمِ پیکار
کربلا ہاتھ سے پھینکے گی نہ ہرگز تلوار
کوئی کہہ دے یہ حکومت کے نگہبانوں سے
کربلا اِک ابدی جنگ ہے سلطانوں سے

مولا حسینؑ کی قربانی قیامت تک آنے والے انسانوں سے متقاضی ہے کہ وہ ہوائے نفسانی کی پیروی چھوڑ کر حزب اللہ میں آ جائیں اور اللہ کی راہ میں حزب الشیطان کے خلاف جہاد کریں۔ لیکن یہ تقاضا اس وقت تک پورا نہیں ہو سکتا جب تک ہویٰ و ہوس کی آغوش میں خوابِ خرگوش کے مزے لینے والے نفوس پر مصائب و آلام کا چرکہ لگا کر اور مسلسل کچوکوں سے انہیں بیدار نہ رکھا جائے، اس لئے اس تقاضے کو پورا کرنے کا سامان بھی مولا حسینؑ خود ہی کر گئے ہیں۔ اُن پر اور ان کے اصحابؓ اور پسماندگان پر ڈھائے جانے والے مظالم کا ذکر قیامت تک آنے والے انسانوں کے خوابیدہ نفوس پر غم والم کے کچوکے لگا کر انہیں خوابِ غفلت سے بیدار کرتا رہے گا۔

اگر ہم اپنے خوابیدہ نفوس کو جگا کر حزب اللہ میں شامل ہو کر حزب الشیطان کے خلاف مولا حسینؑ کا ساتھ دینا چاہتے ہیں تو ہمیں چاہئے کہ مسلسل ذکرِ حسینؑ سے اپنے نفوس پر کچوکے لگا کر انہیں بیدار رکھیں۔

عزاداری کا مقصدِ شہادتِ حسینؑ سے تعلق

مبحثِ بالا میں ہم اس نتیجے پر پہنچ چکے ہیں کہ ہم حزب اللہ میں شامل ہو کر راہِ حق پر گامزن رہنا چاہتے ہیں تو ہم پر فرض ہے کہ ذکرِ حسینؑ سے اپنے نفوس کو بیدار رکھیں، اور خوابیدہ نفوس کو بیدار کریں۔ اسی مقصد کو حاصل کرنے کی خاطر مکتبِ تشیع میں عزاداری کا انسٹی ٹیوشن وجود میں آیا۔

موجودہ دور میں عزاداریٔ حسینؑ مجالسِ عزا، ماتم اور ماتمی جلوسوں پر مشتمل ہے۔ مجالسِ عزا میں ذاکر مقصدِ شہادتِ حسینؑ پر روشنی ڈالنے کے ساتھ ساتھ حسینؑ، ان کے اصحابؓ اور ان کے پسماندگان پر یزیدیوں کے مظالم کا تذکرہ کرتا ہے اور

سامعین کو مولا حسینؑ کے مقصدِ شہادت کی اہمیت کا احساس دلاتے ہوئے انہیں مولا حسینؑ کے کاز (CAUSE) کے حق میں کھڑا ہونے کے لئے اُبھارتا ہے، اور یزیدیوں کے مظالم کے تذکرے سے ظالم ٹولے کی پہچان کرا کے اس سے نفرت پر آمادہ کرتا ہے۔ اس طرح دیکھا جائے تو عزاداریٔ حسینؑ، حسینؑ اور حسینیت سے محبت وتولاّ، اور یزید اور یزیدیت سے نفرت و تبرّا کا دوسرا نام ہے۔ بالفاظِ دیگر عزاداری لوگوں کے دلوں میں اللہ سے محبت اور شیطان سے نفرت پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔

ماتم اور ماتمی جلوسوں کے حوالے سے عزاداری کو دیکھا جائے تو عزاداری طاغوتیت کے خلاف اتحاد و یگانگت کے اظہار کا وسیلہ ہے۔ ماتم (سینہ کوبی، زنجیر زنی، شمشیر زنی وغیرہ) درسِ شجاعت کے ساتھ ساتھ جذبۂ جہاد پیدا کرنے کا موجب بنتا ہے، اور جب حسینی ماتمی جلوسوں کی صورت میں گوشہ نشینی سے نکل کر یزیدی طاغوتی طاقتوں کے خلاف مظاہرہ کرتے ہیں تو یزیدیت کو حسینیوں کی طاقت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ماتمی نوحوں میں یزیدیت کا پردہ چاک کیا جاتا ہے۔ اس طرح ماتمی جلوس ظلم اور ظالم کے خلاف احتجاجی مظاہرے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ جلوس اہلِ حق کی عملی حمایت کا بھرپور اعلان اور چلتا پھرتا حسینی مدرسہ ہیں۔

عزاداری کا انسٹی ٹیوشن مقصدِ شہادتِ حسینؑ کو نسل در نسل منتقل کرنے میں کس حد تک مددگار رہا ہے، اس کا جواب دلیلوں کا محتاج نہیں، بلکہ معرکۂ کربلا سے لے کر آج تک کی تاریخ اس کی شاہد ہے کہ عزاداری نے حسینیوں میں وہ روح پھونکی کہ حسینی ہر دور کے یزید کے خلاف علمِ حسینی کے سائے میں ڈٹ گئے۔ یزیدی ورثے کی امین نام نہاد خلافتوں، امارتوں اور سلطنتوں نے عزادارانِ حسینؑ کو خاموش کرنے کے لئے ہر حربہ آزمایا، لیکن خونِ ناحق کا یہ خاصہ ہے کہ

خون چلتا ہے تو رکتا نہیں سنگینوں سے
سر اٹھاتا ہے تو دبتا نہیں آئینوں سے

اور

خون پھر خون ہے سو شکل بدل سکتا ہے
ایسی شکلیں کہ مٹاؤ تو مٹائے نہ بنے
ایسے نعرے کہ دباؤ تو دبائے نہ بنے
ایسے شعلے کہ بجھاؤ تو بجھائے نہ بنے

(ساحرؔ لدھیانوی)

یہ عزاداری کی صورت میں ظلم اور ظالم کے خلاف احتجاج کا اعجاز ہے کہ یزید کے جانشین حکمرانوں نے یزیدیت پر پردہ ڈالنے کے لئے اس کے خلاف اٹھنے والی آوازوں کو دبانے کی تو ہر ممکن کوشش کی کیونکہ اس سے بہت سے پردہ نشینوں کے پردے چاک ہوتے تھے، لیکن کسی کو یزید کی طرح تعلیماتِ محمدی کو کھلم کھلا جھٹلانے اور دینِ الٰہی کے خلاف علَمِ بغاوت بلند کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

عزاداریٔ حسینؑ اصل میں ایک لٹمس ٹیسٹ (LITMUS TEST) ہے جو راہِ حق پر چلنے والوں اور طاغوت کے پجاریوں میں تمیز کا باعث بنتا چلا آیا ہے، اور رہے گا۔ جبھی ماتمِ حسینؑ کی فلک شگاف صدائیں قصرِ یزیدی کے کواڑوں پر دستک دیتی ہیں، اور حسینیوں کے خون کی ندیاں اس کے چاروں اور گھیرا ڈالتی ہیں، تو قصرِ یزیدی کے مکین کبھی باؤلے ہو کر اپنے محل کی دیواروں اور چھتوں سے پتھر پھینک کر کوفے کے بازاروں کا منظر یاد دلاتے ہیں، اور کبھی بے بس ہو کر اپنے شاہوں سے فریادی ہوتے ہیں کہ حسینیوں کو روکو! روکو!! ورنہ ان کے خون کی ندیاں ہمارے محل کی

بنیادوں کو بودا کر کے گرادیں گی، اور ہماری بگڑی شکلیں اور خونِ حسینؑ سے رنگین عبائیں دنیا والوں کے سامنے عیاں ہو جائیں گی، اور انہیں پوچھنا نہیں پڑے گا۔

لگائی آگ کس نے، کس نے لوٹا گلشنِ زہراؑ
نہ کھلواؤ زباں ہم سے کہ ہم بہتر سمجھتے ہیں

(سیّد احسن عمرانی)

اور

کوفیوں کا حوصلہ ہرگز نہ تھا قتلِ حسینؑ
اے خلافت کون یہ ان کو سبق سکھلا گیا؟

(حضرت اختیار حسین اختر)

شہادتِ حسینؑ کے تقاضوں اور مقصدِ شہادت پورا کرنے میں عزاداری کے کردار پر روشنی ڈالنے کے بعد ہم اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتے کہ سنّی حضرات کے امام حسینؑ کی یاد میں ختمِ قرآن کرا کے بخشنے اور نیازیں بانٹنے وغیرہ پر تفصیلی بات کی جائے۔ اس کا فیصلہ ہر باشعور قاری خود کر سکتا ہے کہ یہ شعار کس حد تک مقصدِ شہادت کو دنیا کے سامنے اُجاگر کرنے کا کردار ادا کر سکتے ہیں، یا کرتے ہیں۔ دراصل ان شعار کو رواج دینے کا مقصد ذکرِ حسینؑ کو عام ہونے سے روکنا، اور برسرِ عام ذکرِ حسینؑ سے یزیدیت کے پردے چاک ہونے سے بچانا ہے۔ سنّیوں میں صرف بریلوی فرقہ ان شعار کو بجالاتا ہے۔ باقی فرقے ذکرِ حسینؑ کے اس وجہ سے قائل نہیں، اور ذکرِ حسینؑ کرنے والوں کو قابلِ گردن زدنی سمجھتے ہیں کہ ذکرِ حسینؑ سے ''بغضِ صحابہ'' پیدا ہوتا ہے، اور بڑھتا ہے۔ اب ہر باشعور قاری خود غور کرے کہ حسینؑ کے ذکر سے اصحابِؓ رسولؐ کے خلاف بغض کیونکر پیدا ہو سکتا ہے۔

عزاداری — سیّدہ زینبؑ کی بد دعا،
یا دعائے زہراؑ کا اثر؟

سُنّی حضرات کا کہنا ہے کہ شیعوں نے امام حسینؑ کو خود ہی مارا اور اپنا جُرم چھپانے کے لیے خود ہی روتے پیٹتے ہیں۔ ان کے بقول جنابِ زینبؑ نے شیعوں کو بد دُعا دی تھی کہ انہوں نے دھوکے سے امامؑ کو کوفے بلا کر مار دیا، اب وہ یونہی روتے پیٹتے رہیں گے۔

سُنّی حضرات کا کہنا ہے کہ ''ہم بھی حسینؑ کو مانتے یں۔ہمیں بھی انکی شہادت پر افسوس ہے، مگر ہم شیعوں کی طرح روتے پیٹتے نہیں ہیں، بلکہ خاموش آنسو بہاتے ہیں اور امام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کے درجات میں بلندی کے لئے قرآن خوانی کر کے انہیں بخشتے ہیں، اور ان کے نام پر نیازیں دیتے ہیں''۔

ہم سُنّی حضرات کے الزامات اور صفائی کو جب تاریخی تناظر میں دیکھتے ہیں، تو بڑے دلچسپ حقائق سامنے آتے ہیں۔ ہر چشمِ بینا رکھنے والے انسان کا مشاہدہ ہے کہ روتا قاتل بھی ہے، اور روتے مقتول کے ورثاء بھی ہیں، مگر دونوں کے رونے میں بہت بڑا اور نمایاں فرق ہے۔

قاتل کے ضمیر کو جب احساسِ جُرم کی شدت جھنجوڑتی ہے، تو وہ احساسِ ندامت و پشیمانی سے آنسو بہاتا ہے۔اسی حالت کے بارے میں شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

(میرزا غالبؒ)

اس اظہارِ پشیمانی میں بہنے والے آنسوؤں کی کوئی آواز نہیں ہوتی، بلکہ وہ چھپ چھپ کر خاموشی سے بہائے جاتے ہیں، کیونکہ اگر کسی نے رونے کی وجہ پوچھ لی تو کیا بتائے گا۔ احساسِ ندامت کے ساتھ ساتھ جُرم کو چھپانا بھی تو قاتل کی مجبوری ہوتی ہے۔

اس کے برعکس مقتول کے ورثاء کسی احساسِ جرم اور ندامت کی وجہ سے نہیں روتے، بلکہ اپنے پیارے کی فرقت و جُدائی پر روتے ہیں۔ ان کا رونا خاموش نہیں ہوتا، بلکہ ان کے بینوں میں مقتول کی خوبیوں اور کارناموں کا تذکرہ ہوتا ہے، قاتل کے مظالم سے پردہ اٹھایا جاتا ہے، اور قاتل کے لئے بددُعا ہوتی ہے۔ مقتول کے ورثاء کے یہی نالے ہیں، جن کے لئے شاعر نے کہا ہے ؎

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دُعا کردن
استجاب از بہرِ حق استقبال می آید

خاموش آنسو بہانے والا قاتل اور اس کے حواری مقتول کے ورثاء کے بولتے آنسوؤں سے اس قدر پریشان ہوتے ہیں کہ وہ ان بولتے آنسوؤں کو خاموش کرنے کا ہر طریقہ آزماتے ہیں۔ اس طرح وہ جُرم کو چھپانے کے لئے نئے جُرم کر بیٹھتے ہیں، جس کا سلسلہ کبھی نہ رُکنے والا ہے، کیونکہ ہر نیا جُرم ایک نئے ظلم کو جنم دیتا ہے، اور ہر نیا ظلم مظلوم کو پہلے سے بلند اور طاقت ور نالے بلند کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ جس قدر ظلم بڑھتا ہے، اسی قدر ظلم کے خلاف احتجاج بڑھتا جاتا ہے، اور وہ کیوں نہ بڑھے، کہ یہ مظلوم کا حق ہے، جو اس کو خالقِ عدل نے ان الفاظ میں دیا ہے:

''لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ط ''(سورۃ النساء، آیت ۱۴۸)

جہاں تک اس الزام کا تعلق ہے کہ شیعوں کو سیّدہ زینبؑ کی بددُعا ہے کہ وہ

یونہی روتے رہیں، تو اس الزام کا بطلان بھی بہت ہی آسان ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ سیّدہ زینبؑ کی بددُعا شیعوں کے لئے نہیں تھی، بلکہ ان اہلِ کوفہ کے لئے تھی جنہوں نے حکومتِ یزید کے ایماء پر امامؑ کو خطوط لکھے تھے۔ ان خطوط میں امامؑ کی بیعت کرنے کی خواہش کا اظہار بتاتا ہے کہ وہ پہلے سے امامؑ کی بیعت میں نہیں تھے۔ اگر وہ پہلے سے شیعیانِ علیؑ ہوتے، تو انہیں کسی تجدیدِ بیعت کی ضرورت نہیں تھی، بلکہ امام حسنؑ کی شہادت کے بعد وہ امام حسینؑ کی اتباع میں خود بخود آ چکے تھے۔ خطوط حکومتی سرپرستی میں لکھوائے گئے تھے، تاکہ امام حسینؑ کو ایک ایسے موڑ پر لا کھڑا کر دیا جائے، کہ جہاں سوائے موت کے کوئی اور راستہ نہ ہو۔ اگر امام حسینؑ ان خطوط کے جواب میں اہلِ کوفہ کی دعوت قبول نہیں کرتے، تو حکومت بدنام کرتی اور تاریخ بڑی شد و مد سے رقم کرتی کہ اہلِ کوفہ امام حسینؑ سے ہدایت چاہتے تھے، مگر امام حسینؑ نے پہلوتہی کی اور یوں عہدۂ امامت سے انصاف نہیں کیا۔ بالفاظِ دیگر وہ امامِ حق تھے ہی نہیں۔ اگر برحق امامؑ ہوتے، تو بلا چون و چرا متلاشیانِ حق کی فریاد رسی کرتے۔ اور اگر امام حسینؑ ان خطوط کی اصلیت کو جاننے کے باوجود اتمامِ حجت کے لئے کوفہ چلے آتے ہیں، تو خطوط لکھنے والے کوفی تو چونکہ حکومت کے زیرِ اثر تھے، اس لئے وہ امامؑ کی مدد کریں گے نہیں، اور حکومتِ یزید امامؑ کو موت کے گھاٹ اتارنے میں کامیاب ہو جائے گی، اور اس کا الزام دھرا جائے گا، کوفیوں کی بے وفائی کے سر۔ تاریخ کا ہر منصف مزاج طالبعلم جانتا ہے کہ جنابِ مسلمؑ بن عقیلؑ کے ہاتھ پر بیعت انہی کوفیوں نے کی تھی، جنہیں حکومتِ وقت امام حسینؑ کو trap کرنے کے لئے استعمال کر رہی تھی۔ امام حسینؑ چونکہ ولیٔ امرِ حق تھے، اس لئے وہ اس تمام سازش سے بخوبی آگاہ تھے، اسی لئے انہوں نے پہلے جناب مسلمؑ بن عقیلؑ کو اس صورتِ حال کو تاریخ کے سامنے عیاں کرنے کے

لئے بھیجا، اور بعد ازاں کارِ امامت سے عہدہ برآ ہونے کے لئے خود تشریف لے گئے، کیونکہ کسی پیغمبرؑ یا امامؑ نے موت کو تبلیغِ دین کے راستے کا روڑہ کبھی نہیں سمجھا۔

اب ہر ذی شعور خود فیصلہ کرے کہ امام حسینؑ کو شیعیانِ علیؑ نے دھوکے سے کوفے بلا کر مارا، یا امامؑ کو مارنے کے لیے حکومتِ یزید نے ایسا جال پھیلایا کہ جس سے بچ نکلنا ممکن نہیں تھا۔ امام حسینؑ کی جنگ کو ٹالنے کے لیے حکومتِ یزید کو پیش کی جانے والی شرائط بھی اسی حقیقت کو واضح کرنے کی کوشش تھی، کہ حکومتِ یزید کسی بھی قیمت پر امام حسینؑ کو زندہ رہ کر تبلیغِ اسلام کا موقع نہیں دینا چاہتی تھی، اور وہ امام حسینؑ سے اس قدر خائف تھی کہ اسے امام حسینؑ کے جیتے جی اپنے خواب شرمندۂ تعبیر ہوتے نظر نہیں آتے تھے۔ عیسائیت نے جس محنتِ شاقہ سے یزید کی صورت میں ایک شامی عیسائیہ میسون (زوجہ معاویہ بن ابی سفیان) کی گود میں پروان چڑھا کر اسے معاویہ کے توسط سے نام نہاد اسلامی امارت کے تخت پر بٹھایا تھا، وہ مباہلہ کی شکست کا بدلہ لینے کے لیے بیتاب تھی۔ اس لیے حسینؑ کسی دھوکے میں آکر کوفہ کے لئے گھر سے نہیں نکلے، بلکہ سفرِ کربلا کے دوران امام حسینؑ سے جبھی کسی نے اس سفر کا مقصد جاننا چاہا، تو امامؑ نے فرمایا کہ ہم "شہادت" دینے کے لئے جا رہے ہیں۔ یہ شہادت اللہ کے "اللہ اکبر" ہونے، اور محمدؐ کے "رسول اللہ" ہونے کی گواہی تھی، اور حسینؑ اپنے نانا کے دعویٰ ــــ **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ**، کے اثبات کے لیے گواہی دینے جا رہے تھے، کیونکہ طاغوت کا نمائندہ اس دعوے کا منکر تھا، اور امام حسینؑ نہ صرف آلِ رسولؐ ہونے کے ناتے اپنے جدؐ کے دعوے کے اثبات کے لیے شہادت پیش کرنے کے پابند تھے، بلکہ ولیٔ امرِ حق ہونے کی بدولت دینِ الٰہی

کے تحفظ کے بھی ذمہ دار تھے۔اس لئے حسینؑ اس دہری ذمہ داری کو نبھانے کے لئے کوفہ جا رہے تھے، نہ کہ جان دینے کے لیے۔

اب یہ حقیقت واضح ہوگئی ہوگی کہ امام حسینؑ کو نہ شیعیانِ علیؑ نے کوفہ بلایا تھا، اور نہ ہی انہوں نے امام حسینؑ سے کوئی بے وفائی کی تھی، بلکہ امام حسینؑ کو اپنے اصحابؓ پر اس قدر ناز تھا کہ وہ فرماتے تھے کہ جیسے اصحابؓ مجھے ملے، ویسے نہ میرے ناناؐ کو ملے اور نہ میرے باباؑ کو۔ایسی صورت میں سیّدہ زینبؑ کا کوفے کے شیعیانِ علیؑ کو کسی قسم کی بددُعا دینا بعید از قیاس ہے۔سُنّیوں کی طرف سے پیش کی جانے والی بددعا ان کوفیوں کے لئے تو ضرور ہوسکتی ہے جو حکومتِ یزید کا آلہ کار بنے، مگر یہ شیعیانِ علیؑ کے لیے ہرگز نہیں ہوسکتی۔

شیعیانِ علیؑ تو دُعائے زہراؑ کا ثمر ہیں۔ان کے بولتے آنسوؤں کی تاثیر کی مؤثر دُعائے زہراؑ ہے۔عزاداری عزادارانِ حسینؑ کے سر پر نہیں کھڑی، بلکہ اس کی محافظ زہراؑ و ثانیٔ زہراؑ ہیں۔فاطمہؑ کا عدد علم الاعداد میں ''9'' ہے، جس سے ٹکرانے والا ہر عدد اور عددی قوت ختم ہو جاتے ہیں۔عزادارانِ حسینؑ تو محض وہ خوش قسمت قالب ہیں، جن میں دُعائے زہراؑ سے خالقِ جنّ و بشر نے عزاداری کی روح پھونکی۔ عزاداروں کی زندگیاں مادرِ حسینؑ کی امانت ہیں۔یہ جان دے کر بھی صدیوں سے یہی کہتے چلے آرہے ہیں کہ ؎

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

ہر ذی شعور قاری اب فیصلہ کرے کہ شیعوں کی عزاداری کے پیچھے دُعائے زہراؑ کارفرما ہے، یا سیّدہ زینبؑ کی یزیدی حکومت کے آلہ کار کوفیوں کے لئے بددُعا۔

سُنّی حضرات کی طرف سے عزاداریٔ حسینؑ پر پابندی کے مطالبات کے اسباب

سُنّی حضرات کا اجتماع خواہ کسی بھی نوعیت کا ہو اس میں سُنّی ''حکماء'' اپنے ''مریضوں'' کو یہ نصیحت بالخصوص کرتے ہیں کہ چونکہ پرہیز علاج سے بہتر ہے اس لئے عزاداریٔ حسینؑ سے پرہیز کرواور کراؤ۔ اس میں 'چھوت' کے جراثیم ہیں۔ اگر ان جراثیموں کو بڑھنے سے نہ روکا گیا تو ایک دن تمہارے بچے، بوڑھے، جوان سب اس کا شکار ہو جائیں گے، اور دوا کرنے کے باوجود مرض بڑھتا جائے گا۔ اس لئے بچو! بچو!! بچو!!!

یہ تو پری محرم پریپریٹری سیشنز (PRE-MUHARRAM PREPARATORY SESSIONS) کی باتیں ہیں۔ جب محرم آتا ہے تو سُنّی ''حکماء'' دیکھ کر دنگ رہ جاتے ہیں کہ وہ جنہیں وہ سارا سارا سال نصیحتیں کرتے رہے، 'مرضِ عزاداری' میں مبتلا شیعوں کے ساتھ گھل مل رہے ہیں، اور ان کے ماتمی جلوسوں کو نہ صرف دیکھنے سے باز نہیں آتے، بلکہ ان سے کسی حد تک تعاون بھی کرتے ہیں، تو غیض وغضب کے بارود سے بھرے سُنّی ''حکماء'' فتووں کی صورت میں پھٹنے لگتے ہیں۔ ہر واہیات بات شیعوں کے سر تھوپتے ہیں، تا کہ ان کے مریضوں کو شیعوں اور شیعہ شعار سے نفرت ہو۔ کبھی انہیں یہ دھمکی دیتے ہیں کہ اگر شیعوں کے ماتمی جلوس میں تعزیہ اور ذوالجناح دیکھا تو نکاح ٹوٹ جائے گا۔ بچوں کو ڈراتے ہیں کہ محرم کے دنوں میں شیعہ امامبارگاہوں اور جلوسوں کی طرف مت جاؤ، ورنہ شیعہ تمہیں پکڑ لیں گے، اور ذبح کر کے تمہارے گوشت کا پلاؤ پکا کر بانٹیں گے؛ اور کبھی

انہیں ترغیب دیتے ہیں کہ ماتمی جلوسوں کا مذاق اڑاؤ اور پتھر مارو تو ثواب ہوگا۔ ان خرافات کا سلسلہ طولانی ہے۔ ہم نے چند ایک کا ذکر صرف اس لئے کیا ہے کہ باشعور قارئین سُنّی حکماء کی حکمت اور دماغی صحت کا اندازہ کرسکیں۔

جب نصیحتوں سے بات نہیں بنتی ہے اور نہ فتوے کچھ اثر دکھاتے ہیں تو حکومت کی شامت آجاتی ہے، اور سُنّی حکماء حکومت سے پُرزور مطالبات کرتے ہیں کہ عزاداریٔ حسینؑ پر مکمل پابندی عائد کر دی جائے (تاکہ نہ رہے بانس، نہ بجے بانسری)۔ جب ہم حیران ہوکر سُنّی حکماء سے پوچھتے ہیں کہ عزاداری تو صرف اور صرف ذکرِ حسینؑ کا ایک منظّم طریقہ ہے، وہ اس پر پابندی کے مطالبات کیوں کرتے ہیں؟ تو ہمیں غزالی، ابن تیمیہ اور ابنِ حجر مکی جیسے بڑے بڑے سُنّی حکماء کہتے نظر آتے ہیں کہ واعظ کو چاہیئے کہ محرم میں حسینؑ کی شہادت کا ذکر نہ کرے کیونکہ اس سے ''بغضِ صحابہ'' بڑھتا ہے۔ جب لوگوں کو یزید کی سیاہ کاریوں کا پتہ چلتا ہے تو وہ یزید پر تبرّا کرتے کرتے اس کے روحانی وجسمانی اجداد تک پہنچ جاتے ہیں (جنہوں نے آئینِ محمدی کے خلاف مارشل لاء لگایا تھا) [حوالے کے لئے دیکھئے غزالی کی ''احیاء العلوم''، ابنِ حجر مکی کی ''صواعقِ محرقہ'' اور فتاویٰ مولانا عبدالحیؒ وغیرہ]

ان کا یہ جواب ایک طرف تو ہماری عزاداری کے اثر کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ اس سے ظالموں کے مکروہ چہروں سے پردے چاک ہوتے ہیں، اور لوگ ان سے اور ان کے مظالم سے برأت چاہتے ہیں۔ دوسری طرف ہمیں ان کی ان غیر فطری اور ناکام کوششوں پر حیرانی ہوتی ہے جو وہ ظالموں کے ظلم پر پردہ ڈالنے کے لئے کرتے ہیں کیونکہ فطرت کا یہ اصول ہے کہ۔

لاکھ بیٹھے کوئی چھُپ چھُپ کے کمیں گاہوں میں
خون دے دیتا ہے جلادوں کے مسکن کا سراغ

(ساحرؔ لدھیانوی)

اور ہم ان سے عرض کرتے ہیں کہ ؎

تم نے جس خون کو مقتل میں چھپانا چاہا
آج وہ کوچہ و بازار میں آ نکلا ہے

(ساحرؔ لدھیانوی)

امام حسینؑ کی نصرت کے لیے پُکار

امامِ برحق حسینؑ ابنِ علیؑ کی نصرت کے لئے پُکار آج بھی فضائے بسیط میں گونج رہی ہے۔ وہ کان جو سُنتے ہیں، وہ اس پُکار کو سن کر ''لبیک یا حسینؑ! یا حسینؑ! یا حسینؑ ــــ'' کرتے ہوئے عَلَمِ حسینی دوش پر اٹھائے نکلتے ہیں، اور جو کربلا میں حسینؑ کے خلاف تھے اُن کے جانشین ان حسینیوں کے خلاف ہر ممکن سازشوں اور دہشت گردیوں کے جال بُنتے ہیں۔

حسینیت کے مشن کی تاثیر یہ ہے کہ حُرؒ کی تاسّی میں ہر سال اُدھر سے کچھ نہ کچھ حسینی لشکر میں شامل ہوتے رہتے ہیں۔

ہر حسینی حسینیت کا سفیر ہے۔ اس لئے اسے چاہیے کہ جب ''یا حسینؑ! یا حسینؑ'' کرتا نکلے تو سیرت و کردار میں حسینیت نمایاں ہو، تا کہ کوئی انگشت نمائی نہ کر سکے۔ علماء و ذاکرین کے لئے اشدّ ضروری ہے کہ وہ ہمہ وقت جلوسِ عزا میں موجود رہیں تا کہ وہ عزاداروں کی مناسب رہنمائی کر سکیں۔

روزِ عاشورہ اور دیگر ایامِ عزا میں جلوس کے روٹ پر مجالس کا انعقاد نہ کریں تا کہ زیادہ سے زیادہ مومنین جلوسِ عزا میں شریک ہوسکیں۔

دیکھنے میں آیا ہے کہ روزِ عاشورہ بہت سی امام بارگاہوں میں مجالس وغیرہ کا انعقاد کیا جاتا ہے اور جلوسِ عزا بے رونق ہو جاتے ہیں۔ بانیانِ مجالس سے ہماری دست بستہ گزارش ہے کہ روزِ عاشورہ تمام توجہات مرکزی جلوسِ عزا پر مرکوز کریں اور تبلیغِ حسینی کے اس چلتے پھرتے مکتب کو زیادہ سے زیادہ مؤثر بنائیں کیونکہ آپ نے اسی کے ذریعے حسینیت کا پیغام اُن خوابیدہ نفوس تک پہنچانا ہے جو مجالسِ عزا و دروسِ حسینی میں آنا بدعت و حرام جانتے ہیں۔ اس لئے روزِ عاشورا صرف اور صرف

جلوسِ عزا

اور

یا حسینؑ! یا حسینؑ! یا حسینؑ ......

بس

یا حسینؑ!

یاد رہے عزاداری چونکہ جہاد ہے، اس لیے عزاداری سے جی چُرانا بھی جہاد سے جی چُرانے کے مترادف ہے، جس کی سزا حبطِ اعمال ہے۔

جہاد کوئی سا بھی ہو، جس پر واجب ہے، اُس سے پہلو تہی کا نتیجہ حبطِ اعمال ہے، اور حبطِ اعمال بھی ایسا کہ پہلو تہی کرنے والے ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

باب نہم

ماہِ حرام میں لڑنا

اللہ تعالیٰ سورۃ التوبہ میں فرماتا ہے:

"اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۵ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ" (آیت ۳۶)

(یقیناً اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہی ہے جب سے آسمان وزمین خلق کیے گئے ہیں۔ البتہ ان میں سے چار مہینے حُرمت والے ہیں۔ یہی دینِ قیّم ہے۔ پس تم ان حُرمت والے مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم مت کرو۔)

حُرمت والے چار مہینے ہیں — محرم، رجب، ذی القعدہ اور ذی الحجہ۔

ان میں بالخصوص لڑائی ممنوع قرار دی گئی ہے۔ یہ امتناع حضرت ابراہیمؑ کے زمانے سے چلا آ رہا ہے۔ ان مہینوں میں لڑائی بھی حبطِ اعمال کا باعث قرار دی گئی ہے۔

فرمانِ خداوندی ہے:

"يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ" (سورۃ البقرہ، آیت ۲۱۷)

((اے رسولؐ!) وہ تم سے حُرمت والے مہینہ کی بابت پوچھتے ہیں کہ اس میں لڑنا کیسا ہے؟ کہہ دو کہ اس میں جنگ کرنا بڑا گناہ ہے۔)

ایسے لوگوں کے اعمالِ صالحہ کے حبط کی خبر بایں الفاظ دی گئی ہے:

"فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ج وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ج هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝" (سورۃ البقرہ، آیت ۲۱۷)

(تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت گئے، اور یہی لوگ دوزخی ہیں (اور) وہ ہمیشہ اسی میں رہنے والے ہیں۔)

اَب تک جو ہم نے بیان کیا ہے وہ مذکورہ آیات کے ظاہری معنی ہیں۔ باطنی معنی کے مطابق "اَثْنَا عَشَرَ شَهْرًا" سے مراد بارہ آئمہ معصومینؑ ہیں۔ امام محمد باقرؑ سے سورۂ توبہ کی مذکورہ آیت کی تفسیر کا سوال کیا گیا، تو باقر العلومؑ نے فرمایا:

"سال سے مقصود میرے جد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ ہیں۔ اس سال کے بارہ مہینے ہیں۔ ان کی نسبت امیر المومنین و امام حسن و امام حسین و امام علی بن الحسین و میں خود (امام محمد باقر) و میرے بعد میرے پسر جعفر، انکے پسر موسیٰ، ان کے پسر محمد، ان کے پسر علی، ان کے پسر حسن، اور ان کے پسر مہدی صلوٰۃ اللہ علیہم یہ بارہ امام ہیں۔ یہ سب حجتِ خدا علی الخلق ہیں اور وحی و علمِ الٰہیہ کے امانتدار ہیں۔ ان میں چار مہینے وہ کہ جنہیں اللہ نے انتہائی لائقِ احترام قرار دیا ہے، وہ چار امام ہیں۔ ان کا نام علیؑ ہے۔ ان میں پہلے امیر المومنین ہیں؛ دوسرے، میرے پدرِ گرامی علیؑ بن الحسینؑ ہیں؛ تیسرے، علیؑ بن موسیٰ ہیں؛ اور چوتھے، علیؑ بن محمدؑ ہیں۔ ان تمام آئمہ کا اقرار دینِ مستقیم ہے۔ ان سب کی امامت کے اعتقاد پہ قائم و برقرار رہو تا کہ تم ہدایت یافتہ قرار دیئے جاؤ۔

دیگر روایت کے مطابق ابوحمزہ ثمالیؒ کے ایک سوال کے جواب میں

حضرت باقر العلوم علیہ السلام نے فرمایا: کتاب اللہ میں اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے، یعنی محرم، صفر، ربیع الاوّل، مابعدہٗ، اوران بارہ مہینوں میں چار مہینے ـــــ محرم، رجب، ذی القعدہ، ذی الحجہ، محترم ہیں، لیکن انہیں دینِ مستقیم نہیں کہا جا سکتا، اس لئے کہ یہود ونصاریٰ ومجوس ودیگر اقوام وملل خواہ مخالفین میں سے ہوں یا موافقین ہوں، سب ان مہینوں کو ان ہی ناموں سے پکارتے تھے۔ پس یہ ظاہری مہینے ہرگز دینِ مستقیم نہیں ہو سکتے، البتہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بارہ نام اور ہیں اور وہ آئمہ اثناعشر ہیں۔ وہ اس دینِ حقّہ کو قائم رکھنے والے ہیں۔ ان میں چار محترم ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے نام اللہ کے اسمِ علی کے مطابق ہیں۔ پہلے امیر المومنینؑ ہیں ان کا نام اللہ کے نام سے مشتق ہو کر علیؑ ہے۔ بقیہ تین آپ ہی کی اولاد سے آپ کے ہمنام علیؑ بن الحسینؑ و علیؑ بن موسیٰ و علیؑ بن محمدؑ ہیں۔

اس کی تائید وتوثیق ایک دیگر واقعہ سے یوں ہے کہ حضرت ابوحمزہ ثمالیؒ کہتے ہیں: میں اپنے آقا ومولا امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا۔ جب مجلس سے لوگ متفرق ہو گئے تو آپؑ نے مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: اے ابوحمزہ! بے شک اللہ تعالیٰ نے جن حتمی امور میں سے جن امور کو واجب قرار دیا ہے ان میں ہمارے قائم (عجل اللہ فرجہٗ) کا قیام بھی ہے۔ پس جس کسی نے ہم اہلِ بیتؑ کے قائم (عجل اللہ فرجہٗ) کے بارے میں شک کیا تو وہ شخص روزِ قیامت اللہ کے حضور اس حال میں پیش ہوگا کہ کافر ہوگا گویا کہ اسے اللہ سے انکار کرنے والا شمار کیا جائے گا۔ امام محمد باقرؑ نے

سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا: قائمِ آلِ محمدؐ پہ میرے ماں باپ قربان جائیں ان کا اسم میرے اسم کے مطابق، اور کنیت میری کنیت کے مطابق ہے۔ میرے بعد چھ آئمہؑ گزریں گے تو ساتویں امام آپؑ ہوں گے۔ جب ظہور فرمائیں گے تو زمین کو عدل سے پُر کردیں گے جبکہ یہ ظلم وجور سے بھر چکی ہوگی۔ اے اباحمزہ! جو کوئی آپؑ کا زمانہ پائے تو وہ آپؑ کی امامت کو یوں تسلیم کرے جس طرح کہ وہ محمدؐ کی رسالت اور علیؑ کی ولایت کو تسلیم کرتا ہے اور آپؑ کے مرتبہ ومقام پہ اس طرح ثابت قدم رہے جس طرح کہ محمدؐ وعلیؑ کے مقامات پہ ثابت قدم رہے۔ پس ایسے مومن پہ جنت واجب ہے۔ اس کے برعکس جس نے ان کی امامت وحجت کو تسلیم نہ کیا تو بلاشبہ ایسے شخص پہ اللہ رب العزت نے بہشت کو حرام قرار دیا ہے، اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، وہ جہنم کے اس بدترین درجے میں ہوگا جو کہ ظالم ترین لوگوں کے واسطے مخصوص ہے، اور اس بات میں شک نہیں کہ اللہ جل شانہٗ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے جب سے زمین وآسمان خلق ہوئے ہیں۔ ان میں چار مہینے محترم ہیں پس یہ دینِ مستقیم ہے۔ ان مہینوں میں تم اپنے نفسوں پہ ظلم نہ کرو، ان کا احترام ملحوظِ خاطر رکھو۔ امام باقر علیہ السلام نے مزید فرمایا: ان بارہ مہینوں کی معرفت و شناخت یہ ہے کہ اسلامی سال میں محرم، رجب، ذی القعدہ، ذی الحجہ ہیں جو کہ محترم ہیں لیکن چونکہ یہود ونصاریٰ ومجوس ودیگر ملت ہائے دنیا خواہ مخالف ہیں یا موافق، وہ سب ان مہینوں سے شناسا ہیں ان کی تعداد سے خواب واقف ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ ہرگز ان مہینوں کو دینِ مستقیم قرار نہیں دیتا۔ بلکہ آیۂ مبارکہ

کے مطابق یہ آئمہؑ ہیں۔ان کی تعداد بارہ ہےاور یہ دین قیمؐ ہونے پہ متصف ہیں۔ان کی پہچان یہ ہے کہ ان میں چار آئمہؑ انتہائی محترم نام رکھتے ہیں: اوّل،علیؑ ابنِ ابی طالبؑ ہیں کہ اللہ نے اپنے اسماء میں سے اعلیٰ اسم علی انہیں قرار دیا ہے۔انہی کی اولاد سے دیگر تین آئمہؑ ہیں یعنی علیؑ بن الحسینؑ و علیؑ بن موسیٰؑ و علیؑ بن محمدؑ، پس اس جہت سے کہ یہ چاروں مشتق ہوئے اللہ کے اسم علی سے،لہٰذا اس نوعِ حرمت سے ان بارہ آئمہؑ کی نشاندہی کی گئی ہے۔

دیگر روایت کے مطابق ایک مرتبہ امام محمد باقر علیہ السلام نے جناب جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: اے جابرؓ! میں تم سے ایک اہم بات کرنا چاہتا ہوں جب دیگر لوگ یہاں سے چلے جائیں گے اس وقت اس کا اظہار کرونگا۔محفل سے لوگ رخصت ہوگئے تو آپؑ نے فرمایا: اے جابرؓ! مجھے بتاؤ کہ تم نے میری جدّہ فاطمہ زھراء سلام اللہ علیھا کے پاس جو لوح دیکھی تھی اس میں کیا رقم تھا؟ جابرؓ نے عرض کیا: ”میں اللہ تعالیٰ کو گواہ جان کر کہتا ہوں کہ ایک روز جناب سیّدۃ نساء العالمین سلام اللہ علیھا کے خانۂ اطہر میں حاضر ہونے کا مجھے شرف حاصل ہوا تا کہ فرزندش امام حسین علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے سلسلہ میں تہنیت و ہدیۂ تبریک پیش کروں۔بعد از شرفیابی میں نے دیکھا کہ صدیقہ کبریٰ معظمہ کے دستِ مبارک میں سبز رنگ کی ایک لوح تھی جو کہ سبز زمرد کی تھی۔اس لوح میں خطِ نورانی سے ایک نوشتہ موجود تھا۔لوح سے نور کی شعاعیں فزوں تراز آفتاب ساطع ہو رہی تھیں۔مشک سے زیادہ خوشبو نے فضا کو معطر کیا ہوا تھا۔

عرض کیا: اے دخترِ پیغمبرؐ! فرمایئے کہ آپؑ کے دستِ مبارک میں کونسی شے ہے؟ فرمایا: یہ لوح ہے جو اللہ جل شانہٗ نے میرے باباؐ کے لئے نازل کی تھی۔ باباؐ نے یہ لوح مجھے عطا فرمائی کہ اسے بحفاظت اپنی تحویل میں رکھوں۔ اس میں میرے شوہر علیؑ مرتضٰی و میرے فرزندان حسنینؑ اور میرے فرزند حسینؑ کے بعد جمیع اوصیاء کے اسماء تحریر ہیں۔ پس میں نے سیّدہ معصومہؑ سے درخواست کی کہ ایک لمحہ کے لئے لوح مجھے عطا فرمایئے تاکہ اس نوشتہ سے استفادہ کروں۔ سیّدہ طاہرہؑ نے گزارش قبول فرماتے ہوئے لوح میرے حوالے کی۔ میں نے اس لوح کے نوشتہ کی نقل تحریر کر کے نسخہ اپنے پاس محفوظ کرلیا تاکہ حرزِ جاں رہے۔

یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا: اے جابرؓ! جو نسخہ لوحِ مبارک کا تمہارے پاس ہے میں نے نہیں دیکھا، عرض کیا: فرزندِ رسولؐ! وہ نسخہ میرے گھر میں موجود ہے۔ جابرؓ وہاں سے اٹھے، گھر گئے، جلدی واپس آ گئے بایں حال کہ نسخۂ لوح لئے ہوئے تھے، اس پہ قرمزی رنگ کا غلاف چڑھا ہوا تھا۔ امامؑ نے فرمایا: یہ نسخۂ لوح مجھے دو تاکہ خود پڑھوں، پس جابرؓ نے اسے امامؑ کے حوالے کیا، امامؑ نے اوّل تا آخر نسخۂ لوح کی تلاوت فرمائی لیکن نسخہ پہ نگاہ نہیں کی گویا کہ عبارت میں جو کچھ تحریر تھا آپ کو حفظ تھا۔ اس کا مضمون یہ تھا:

''**بسم الله الرحمن الرحيم** یہ صحیفہ اللہ عزیز العلیم کی جانب سے ہے جبرائیل اسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ کے لئے لے کر جا رہے ہیں۔ اے محمدؐ! **ان عدة الشهور**

عند اللّٰہ اثنا عشر شھرًا فی کتاب اللّٰہ یوم خلق السمٰوٰت والارض منھا اربعۃ حرم ذالک دین القیم فلا تظلموا فیھن انفسکم:

اس میں شک نہیں کہ اللہ کے نزدیک کتاب اللہ میں مہینوں کی تعداد بارہ ہے اس وقت سے کہ اللہ نے ارض وسماوات کو خلق کیا۔ ان میں چار کے نام علیؑ ہیں اور ذی احترام ہیں بایں جہت کہ حق تعالیٰ نے اپنے اسم علی سے ان کا نام مشتق کیا ہے۔ اوّل، ان میں علیؑ ابنِ ابی طالبؑ ہیں؛ دومؔ، علیؑ بن الحسینؑ ہیں؛ سومؔ، علیؑ بن موسیٰ ہیں؛ چہارم، علیؑ بن محمدؑ ہیں۔ ان سب آئمہ کی اتباع کرنے کا نام دینِ مستقیم ہے۔ پس جو لوگ ان آئمہؑ کی مخالفت کریں گے وہ اپنے نفسوں پر ظلم کریں گے۔ اور اے محمدؐ! جو ان آئمہؑ کی بزرگی کو تسلیم کرے گا وہ میری نعمتوں پہ شاکر گردانا جائیگا۔ جو ان میں سے کسی ایک کا بھی منکر ہوگا، وہ مجھ سے کوئی اچھی امید نہ رکھے اور وہ اپنی امیدیں میرے غیر سے وابستہ کریگا (یادرہے کہ دشمنانِ اہلِ بیتؑ ہی غیر اللہ ہیں۔ ان کی اتباع کرنا گناہِ عظیم ہے: نگارندہ) ایسے شخص کو ڈرنا چاہیے۔ میں اسے ضرور عذاب میں مبتلا کرونگا اور ایسے عذاب میں ڈالونگا کہ اس قسم کا عذاب میں نے کسی اور مخلوق کے لئے پیدا نہیں کیا، اور اے محمدؐ! میں نے تمہیں تمام انبیاء پہ برگزیدہ کیا ہے، اور

تمہارے وصیؑ کو تمام اوصیاء پہ برگزیدہ کیا ہے اپنے اختیارات کے ساتھ، اور حسنؑ کو اسکی شہادت کے بعد علمِ الٰہی کا وارث قرار دیا ہے، اور حسینؑ کو تمام آئمہ معصومین علیھم السلام میں بہترین گردانا ہے، اور بعد میں آنے والے تمام آئمہؑ کو حسینؑ کی نسل سے قرار دیا ہے۔ علیؑ بن حسینؑ کو زین العابدین وعبادت کنندگان کی زینت قرار دیا ہے۔ محمد باقرؑ کو میں نے رشد وہدایت کرنے والا اور خلقِ خدا کو اپنے راستے پہ چلنے کی دعوت دینے والا قرار دیا ہے۔ جعفرؑ کو میں نے قول وعمل وواقعات جو فتنۂ عظیم کے بعد رونما ہوں گے، کے حقائق کو خلقِ خدا تک پہنچانے والا قرار دیا ہے۔ میں نے عترتِ پیغمبرؐ کو بہترینِ خلائق پیدا کیا ہے۔ جو بھی عترتِ پیغمبرؐ کی تکذیب کریگا اس کے لئے ہلاکت ہے۔ موسیٰؑ کو غیظ وغضب پینے والا بنایا، وہ اس صفت سے اپنی شناخت کرائے گا۔ علی الرّضاؑ کو قتل کیا جائے گا۔ اس عبدِ صالح کو ایک کافر عفریت کے پہلو میں دفن کیا جائے گا اس موضع میں جس کی بنیاد کافر عفریت نے خود رکھی ہوگی۔ محمد الھادیؑ اپنے جدِّ امجد کی شبیہ ہوگا۔ علیؑ بن محمدؑ کی صفت یہ ہوگی کہ لوگوں کو اللہ کی راہ کی جانب دعوت دیگا اور میری مخلوق میں حق کا پرچم بلند کریگا۔ حسنؑ بن علیؑ صاحبِ عزت ہے اس اعتبار سے کہ اس کے صلب سے وہ امام پیدا ہوگا جو دو اسم رکھتا ہے اور حضرت محمدؐ کا آخری

خلیفہ ہے۔ اس کے سر پہ سفید عمامہ ہوگا۔ ابر کا سایہ ساتھ رہے گا۔ زمین و آسمان کے درمیان ایک ندا بلند ہوگی بایں نوع کہ تمام جن و انس سنیں گے، ندا یہ ہوگی 'آلِ محمدؐ کا مہدیؑ زمین کو عدل سے پُر کرنے آ گیا ہے کہ یہ زمین ظلم و جور سے پُر ہو چکی ہے۔'"

["خیر العمل جنتری"، صفحات ۱۱ تا ۱۲،
۱۳ تا ۱۵]

باب دھم

مسجدِ حرام سے روکنا

مسجدِ حرام تو انتہائی حُرمت والی عبادت گاہ ہے، عام مساجد میں عبادتِ الٰہی سے روکنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے ظالم ترین قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو سورۃ البقرہ کی آیت ۱۱۴:

''وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا''

(اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا، جس نے اللہ تعالیٰ کی مسجدوں میں اس کے نام کے ذکر کیے جانے (یعنی عبادت) سے روکا، اور اس کی بربادی میں کوشش کی۔)

یہ آیت ہمیں سمجھا رہی ہے کہ جب کوئی جگہ بطورِ مسجد مختص ہو جائے تو وہ وقف فی سبیل اللہ ہو جاتی ہے یعنی اللہ کی ہو جاتی ہے۔ اسی لیے ایسی جگہوں کو ''مساجد اللہ'' کہا گیا ہے۔ مسجد میں بانیان کا کوئی حقِ ملکیت نہیں رہ جاتا۔ مسجد اللہ کی عبادت کے لیے ہر کسی مسلمان کے لیے ہمہ وقت کھلی ہے۔

جب نصِ قرآنیہ کے مطابق مسجد اللہ کی ہے تو اس پر کسی بھی فرد، گروہ، قبیلے یا فرقے کا بورڈ نہیں لگ سکتا۔ کسی بھی مسلمان کو کسی بھی مسجد میں اللہ کی عبادت سے روکا نہیں جا سکتا۔

مگر

ہم آج دیکھ رہے ہیں کہ اس قرآنی تنبیہ کے باوجود ہر مسجد پر کسی نہ کسی فرد، گروہ، قبیلے یا فرقے کی نہ صرف اُجارہ داری ہے، بلکہ دیگر تمام مسلمانوں کے لیے اُس میں داخلہ ممنوع ہے۔ اللہ کی مساجد سے اس انداز میں مسلمانوں کو روکنے والوں کے اعمالِ

صالحہ نہ صرف حبط ہو جاتے ہیں، بلکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ نارِ جہنم میں رہیں گے۔ ملاحظہ فرمایئے سورۃ البقرہ کی آیت ۲۱۷:

"فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝"

(تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت گئے، اور یہی لوگ دوزخی ہیں (اور) وہ ہمیشہ اسی میں رہنے والے ہیں۔)

قرآنی تنبیہات کے باوجود اَب مسجد فرقہ واریت کا گڑھ اور فرقہ باز ملاؤں کی انڈسٹری بن چکی ہے۔ اگر حکومت تھوڑی سی ہمت کر کے مسجد کا اصل سٹیٹس (status) کہ وہ اللہ کی مِلک ہے، بحال کر دے، تو فرقہ بازی پر خاطر خواہ حد تک قابو پایا جا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں ہم چند تجاویز پیش کرنے کی جسارت کر رہے ہیں:

(۱) وہ مسجد جو مسلمانوں میں تفریق و ضرر کا باعث بنے، قرآن اسے "مسجدِ ضرار" کا نام دیتا ہے، اور سنتِ رسولؐ اس کے گرانے پر دال ہے۔

جب مسجد اللہ کا گھر ہے تو اس پر کسی فرقے کی اجارہ داری کیسی؟

اس لئے اللہ کے تمام گھروں — مساجد، کو فی الفور سرکاری تحویل میں لے کر ان کا انتظام و انصرام محکمہ اوقاف کے سپرد کیا جائے، اور ہر مسجد میں ہر مکتبۂ فکر کے مسلمانوں کو نماز کی ادائیگی کی اجازت دیں۔ آپ سوچ سکتے ہیں کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ تو ہم آپ کی توجہ حج و عمرہ کی طرف دلائیں گے۔ جب حج و عمرہ پر جا کر ایک مسجد میں تمام مکاتبِ فکر کے مسلمانوں کی نماز ادا ہو جاتی ہے تو پاکستان میں کیوں نہیں؟

ہر مکتبِ فکر کے مسلمانوں کے ادائیگیٔ نماز کے اوقات الگ الگ ہیں۔ ہر کوئی اپنے وقت پر آ کر نماز باجماعت ادا کر سکتا ہے۔ مثلاً اہلحدیثوں کی نمازِ ظہر کا وقت زوال کے فوراً بعد ہے، وہ سب سے پہلے آ کر نمازِ ظہر باجماعت پڑھ سکتے ہیں۔ ان کے بعد شیعہ اثنا عشریہ کا ظہرین کا وقت ہو جاتا ہے، وہ تقریباً ڈیڑھ بجے تک ظہرین باجماعت سے فارغ ہو جاتے ہیں۔ ان کے بعد دو بجے دیگر اہلسنت بریلوی، دیوبندی وغیرہ جو فقہ حنفیہ پر عامل ہیں، نمازِ ظہر باجماعت ادا کر سکتے ہیں۔ آج کل بھی اپنی اپنی مساجد میں ان کے اوقاتِ نمازِ ظہر یہی ہیں۔

جب دنیا کے تمام کام تمام فرقوں کے مسلمان آپس میں مل کر کرتے ہیں، تو نماز کی ادائیگی ایک مسجد میں کیوں نہیں ہو سکتی۔

اس لئے مسجدوں سے ''مسجدِ امامیہ''، ''مسجدِ اہلحدیث''، ''مسجدِ حنفیہ قاسمیہ'' اور ''مسجدِ غوثیہ'' وغیرہ مٹا کر صرف ''مسجد'' رہنے دیں، کیونکہ اللہ و رسولؐ نے مسلمانوں کے لئے اس عبادت گاہ کو صرف ''مسجد'' کا نام دیا ہے۔

(۲) ہر مسجد میں مسلّمہ فقہ کے تعلیم یافتہ پیش نماز محکمہ اوقاف مقرر کرے اور ان کی تنخواہ کم از کم پچاس ہزار روپے ماہانہ ہو، تاکہ وہ لوگوں کی جیبوں پر نظر نہ رکھیں۔

(۳) مساجد میں صرف نماز کی اجازت دیں۔ فرقہ وارانہ تبلیغ کلیتاً ممنوع قرار دیں۔

(۴) مساجد میں کسی پرائیویٹ پرسن کو چندہ اکٹھا کرنے کی اجازت نہ دیں، بلکہ جو بھی چندہ دینا چاہے، وہ مسجد میں موجود اوقاف کے مقرر کردہ منیجر کو سرکاری رسید لے کر دے۔ پانچ ہزار روپے یا اس سے زائد چندہ دینے

کے خواہاں محکمہ اوقاف کے نام کراسڈ چیک سے ادائیگی کریں۔

(۵) ہر علاقے میں ضرورت کے مطابق صرف ایک مسجد باقی رکھیں، اور بقیہ مساجد کو سکولوں میں تبدیل کر دیں۔

(۶) نئی آبادیوں میں ہر آبادی کی ضرورت کے مطابق مسجد حکومت خود تعمیر کر کے دے۔ کسی پرائیویٹ ادارے یا شخص کو مسجد بنانے کی اجازت نہ دی جائے۔

(۷) مساجد کو بھاری چندے دینے والوں کی آمدنی کے ذرائع کی تفتیش کی جائے۔

(۸) ہر فرقے کے مدرسوں کو اپنی اپنی فقہ کے مطابق تعلیم دینے کی اجازت دیں، مگر ان مدارس کا انتظام و انصرام محکمہ اوقاف کے تحت ہو۔ ہر فرقے کے مدارس کے نظم و نسق کے لئے اوقاف کی مختلف ڈویژنز بنائی جا سکتی ہیں۔

(۹) مدرسوں کی مش روم گروتھ (mushroom growth) کو کنٹرول کریں۔ کسی فرقے کے کسی ادارے یا شخص کو بلا اجازت مدرسہ قائم کرنے کی اجازت نہ دیں۔ جو بھی مدرسہ قائم کرنا چاہے وہ اپنے ذرائع آمدن بتائے اور ذرائع آمدن وائٹ ہونے کی صورت میں وہ اپنی پسند کی بلڈنگ وغیرہ بنوا کر محکمہ اوقاف کے سپرد کر دے۔

(۱۰) ہر دینی مدرسے میں جدید علوم کی تعلیم لازمی قرار دیں تا کہ وہاں سے فارغ التحصیل مسلم نوجوان مسلمان قوم کے لئے واقعی کارآمد ثابت ہوں۔

(۱۱) مدرسوں میں ملٹری ٹریننگ فی الفور بند کر دیں۔ یہ اوپن سیکرٹ ہے کہ کئی مذہبی مدرسوں میں اسلحے اور گولے بارود کا اتنا سٹاک ہے کہ اگر کسی وقت حادثاتی طور پر وہ گولہ و بارود پھٹ پڑے تو کم از کم دس کلومیٹر تک کی آبادی کو نیست و نابود کر دے گا۔

(۱۲) پاکستان کے پسماندہ علاقوں میں تعلیم پر خصوصی توجہ دیں، تاکہ ان میں شعور آئے کہ مسلمانوں کو مار کر اسلام کی تبلیغ نہیں ہوتی، بلکہ اسلام تو دوسروں کے جان و مال کے تحفظ پر بھی زور دیتا ہے۔ ایسے اسلام کو کون پسند کرے گا جس کے 'ماننے والے' اپنے ہی ہم مذہبوں کا خون بہانا روا سمجھتے ہوں۔

(۱۳) تمام مذاہب اسلامیہ کے علماء سے خودکش دھماکوں کے خلاف فتاویٰ حاصل کر کے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا سے ان کی تشہیر کرائیں۔

خودکش دھماکوں کی حمایت کرنے والے نام نہاد علمائے اسلام پر اعانتِ مجرمانہ اور دہشت گردی کو فروغ دینے کے مقدمات قائم کر کے قرارِ واقعی سزا دیں۔

(۱۴) ہر مذہبی ادارے اور جماعت کے بیرونِ ملک رابطوں پر کڑی نظر رکھیں اور جس قدر جلدی ممکن ہو سکے ان کی لائف لائن کو کاٹ دیں۔

ان چودہ نکات پر عمل شاید مشکل نظر آئے، مگر ہماری دعا ہے کہ ربِ لم یزل ولا یزال چہاردہ معصومینؑ کے طفیل ہماری مشکل کشائی کرے، بالکل اسی طرح جس طرح قائداعظم محمد علی جناحؒ کی کی تھی۔ اگر حکومت ہماری ان معروضات پر خلوص اور صمیمِ قلب سے دھیان دے، تو یقیناً ہمیں حقیقی آزادی مل جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

باب یاز دھم

مکّہ سے اخراج

مکۃ المکرّمہ نہ صرف اہلِ اسلام کا مرکز ہے، بلکہ اُم القریٰ اور پیغمبرِ آخر الزماں حضرت محمدؐ کی جائے ظہور ہونے کے ناتے اللہ نے اس شہر کی قسم بھی کھائی ہے۔ مکہ امن کا شہر ہے۔ اسی شہر میں حضرت آدمؑ نے ایک جگہ مخصوص کی جہاں وہ بیٹھ کر بُکا علی الحسینؑ کیا کرتے تھے۔ اسی بُکا کی بناء پر اس شہر کا نام ''بکّہ'' ہوا، جو بدلتے زمانے کے ساتھ ''مکّہ'' ہو گیا۔ ہماری اس بات کی تصدیق سورۂ آلِ عمرانؑ کی آیت ۹۷ سے ہوتی ہے:

''اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّ هُدًی لِّلۡعٰلَمِیۡنَ''

(بیشک سب سے پہلا گھر جو آدمیوں کے لیے بنایا گیا وہی ہے جو بکّہ میں ہے۔ یہ نہ صرف بابرکت ہے، بلکہ تمام جہانوں کے لیے (مرکزِ) ہدایت ہے۔)

حضرت آدمؑ کی جائے بُکا پر ایک نورانی قُبّہ نازل ہوا، جو بعد ازاں اُٹھا لیا گیا، اور اسی جگہ آج ''خانہ کعبہ'' موجود ہے۔ خانہ کعبہ کا سیاہ غلاف بھی حضرت آدمؑ کے بُکا علی الحسینؑ کی یاد میں ہے۔ (ماہنامہ خیر العمل، لاہور، عزاداری اسپیشل۔ا، جلد 34، شمارہ 3-4، مضمون: ''عزاداریٔ امام حسینؑ اور انبیائے کرامؑ''، صفحات 12 تا 23)

مکہ وہی شہر ہے جہاں دعوت و تبلیغِ دین کی پاداش میں مشرکین نے پیغمبرِ آخر الزماںؐ پر عرصۂ حیات اسقدر تنگ کیا کہ انہیں حکمِ خدا سے ہجرت کرنا پڑی۔

یہی وہ شہر ہے جہاں امام حسینؑ جائے پناہ جان کر گئے تھے، مگر یزید ابنِ معاویہ کے بھیجے ہوئے قاتلوں کو دیکھ کر مکّہ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے تا کہ اس شہر کی حُرمت پائمال نہ ہو۔

کعبہ قیامت تک ماتمی لباس میں ملبوس حسینؑ کے اس طرح مکّہ چھوڑنے کی یاد مناتا رہے گا، اور اللہ تعالیٰ مکّہ سے ہجرت پر مجبور کرنے والوں کے اعمالِ صالحہ کے حبط ہونے کی وعید بایں الفاظ سناتا رہے گا:

''فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝'' (سورة البقرہ، آیت ۲۱۷)

(تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت گئے، اور یہی لوگ دوزخی ہیں (اور) وہ ہمیشہ اسی میں رہنے والے ہیں۔)

باب دو از دهم

فتنه انگیزی

''فتنہ انگیزی'' چونکہ معاشرے میں ایسے ایسے بگاڑ پیدا کرتی ہے، جن کا خمیازہ کئی کئی نسلوں تک بھگتنا پڑتا ہے، اس لیے فتنہ انگیزی کو قتل سے بھی بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے، اور فتنہ پروروں کے حبطِ اعمال کی وعید بایں الفاظ سنائی گئی ہے:

''......وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ......فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ''(سورۃ البقرہ، آیت ۲۱۷)

(......اور فتنہ انگیزی قتل سے بھی بڑھ کر ہے......اس لیے (یہی فتنہ پرور) وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت گئے، اور یہی لوگ دوزخی ہیں (اور) وہ ہمیشہ اسی میں رہنے والے ہیں۔)

مولا علیؑ فتنوں کی خبر دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''......اے گروہِ عرب! تم ایسی ابتلاؤں کا نشانہ بننے والے ہو کہ جو قریب پہنچ چکی ہیں۔ عیش و تنعم کی بدمستیوں سے بچو اور عذاب کی تباہ کاریوں سے ڈرو۔ شبہات کے دھندلکوں اور فتنہ کی کجرویوں میں اپنے قدموں کو روک لو جبکہ اُس کا چھپا ہوا خدشہ سر اُٹھائے اور مخفی اندیشہ سامنے آجائے اور اس کا کھونٹا مضبوط ہو جائے۔ فتنے ہمیشہ چھپے ہوئے راستوں سے ظاہر ہوا کرتے ہیں اور انجام کار اُن کی کھلم کھلا برائیوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے،

اور اُن کی اُٹھان ایسی ہوتی ہے جیسے نوخیز بچے کی اور اُن کے نشانات ایسے ہوتے ہیں جیسے پتھر (کی چوٹوں) کے۔ ظالم آپس کے عہد و پیمان سے اس کے وارث ہوتے چلے آتے ہیں۔ اگلا پچھلے کا رہنما اور پچھلا اگلے کا پیرو ہوتا ہے۔ وہ اسی رذیل دنیا پر مر مٹتے ہیں اور اس سڑے ہوئے مردار پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ جلد ہی پیروکار اپنے پیشرو رہنماؤں سے اظہارِ بیزاری کریں گے، اور ایک دوسرے کی دشمنی کے ساتھ علیحدگی اختیار کرلیں گے اور سامنے ہونے پر ایک دوسرے کو لعنت کریں گے۔ اس دور کے بعد ایک فتنہ ایسا آئے گا جو امن و سلامتی کو تہ و بالا کرنے والا اور تباہی مچانے والا اور خلقِ خدا پر سختی کے ساتھ حملہ آور ہو گا، تو بہت سے دل ٹھہراؤ کے بعد ڈانواڈول اور بہت سے لوگ (ایمان کی) سلامتی کے بعد گمراہ ہو جائیں گے۔ اس کے حملہ آور ہونے کے وقت خواہشیں بٹ جائیں گی اور اس کے اُبھرنے کے وقت رائیں مشتبہ ہو جائیں گی۔ جو اس فتنہ کی طرف جھک کر دیکھے گا، وہ اُسے تباہ کر دے گا، اور جو اس میں سعی و کوشش کرے گا اُسے جڑ بنیاد سے اُکھیڑ دے گا، اور آپس میں ایک دُوسرے کو اس طرح کاٹنے لگیں گے جس طرح وحشی گدھے اپنی بھیڑ میں ایک دوسرے کو دانتوں سے کاٹتے ہیں۔ اسلام کی بٹی ہوئی رَسّی کے بل کُھل جائیں گے۔ صحیح طریقِ کار چھپ جائے گا۔ حکمت کا پانی خشک ہو جائے گا، اور ظالموں کی زبان کُھل جائے گی۔ وہ فتنہ بادیہ نشینوں کو اپنے ہتھوڑوں سے کُچل دے گا، اور اپنے سینہ سے ریزہ ریزہ کر دے گا۔ اُس کے گرد و غبار میں اکیلے دوکیلے تباہ و

برباد ہو جائیں گے اور سوار اس کی راہوں میں ہلاک ہو جائیں گے۔ وہ حکمِ الٰہی کی تلخیاں لے کر آئے گا اور دودھ کے بجائے خالص خون دوہے گا۔ دین کے میناروں کو ڈھا دے گا اور یقین کے اُصولوں کو توڑ دے گا۔ عقلمند اُس سے بھاگیں گے اور شر پسند اُس کے کرتا دھرتا ہوں گے۔ وہ گرجنے اور چمکنے والا ہوگا، اور پورے زوروں کے ساتھ سامنے آئے گا۔ سب رشتے ناتے اس میں توڑ دیئے جائیں گے، اور اسلام سے علیحدگی اختیار کر لی جائے گی۔ اس سے الگ تھلگ رہنے والا بھی اس میں مبتلا ہو جائے گا، اور اس سے نکل بھاگنے والا بھی اپنے قدم اس سے باہر نہ نکال سکے گا۔

اسی خطبہ کا ایک جُز یہ ہے: (جس میں ایمان والوں کی حالت کا ذکر ہے) کچھ تو ان میں سے شہید ہوں گے کہ جن کا بدلہ نہ لیا جا سکے گا، اور کچھ خوف زدہ ہوں گے جو اپنے لیے پناہ ڈھونڈتے پھریں گے۔ انہیں قسموں اور (ظاہری) ایمان کی فریب کاریوں سے دھوکا دیا جائے گا۔ تم فتنوں کی طرف راہ دکھانے والے نشان اور بدعتوں کے سربراہ نہ بنو، تم ایمان والی جماعت کے اصولوں اور اُن کی عبادت و اطاعت کے طور طریقوں پر جمے رہو۔ اللہ کے پاس مظلوم بن کر جاؤ، ظالم بن کر نہ جاؤ۔ شیطان کی راہوں اور تمرو دسرکشی کے مقاموں سے بچو۔ اپنے پیٹ میں حرام کے لقمے نہ ڈالو اس لیے کہ تم اس کی نظروں کے سامنے ہو جس نے معصیت اور خطا کو تمہارے لیے حرام کیا ہے اور اطاعت کی راہیں آسان کر دی ہیں"۔

("نہج البلاغہ"، خطبہ ۱۴۹، صفحات ۳۹۴ تا ۳۹۶)

''......اس صورتِ حال کے متوقع رہو کہ تمہیں مسلسل ناکامیاں ہوتی رہیں اور تمہارے تعلقات درہم و برہم ہوں، اور تم میں کے چھوٹے برسرِ کار نظر آئیں۔ یہ وہ ہنگام ہوگا کہ جب مومن کے لیے بطریقِ حلال ایک درہم حاصل کرنے سے تلوار کا وار کھانا آسان ہوگا۔ وہ وہ وقت ہوگا کہ جب لینے والے (فقیر بے نوا) کا اجر وثواب دینے والے اغنیاء سے بڑھا ہوا ہوگا۔ یہ وہ زمانہ ہوگا کہ جب تم مست وسرشار ہوگے، شراب سے نہیں بلکہ عیش و آرام سے اور بغیر کسی مجبوری کے (بات بات پر) قسمیں کھاؤ گے اور بغیر کسی لاچاری کے جھوٹ بولو گے۔ یہ وہ وقت ہوگا کہ جب مصیبتیں تمہیں اس طرح کاٹیں گی جس طرح اونٹ کی کوہان کو پالان۔ (آہ) ان سختیوں کی مدت کتنی دراز اور اس سے (چھٹکارا پانے کی) امیدیں کتنی دور ہیں۔

اے لوگو! ان سواروں کی باگیں اتار پھینکو کہ جن کی پشت نے تمہارے ہاتھوں گناہوں کے بوجھ اٹھائے ہیں۔ اپنے حاکم سے کٹ کر علیحدہ نہ ہو جاؤ، ورنہ بداعمالیوں کے انجام میں اپنے ہی نفسوں کو برا بھلا کہو گے، اور جو آتشِ فتنہ تمہارے آگے شعلہ ور ہے اُس میں اندھا دُھند کُود نہ پڑو۔ اُس کی راہ سے مُڑ کر چلو اور درمیانی راہ کو اُس کے لیے خالی کر دو۔ کیونکہ میری جان کی قسم! یہ وہ آگ ہے کہ مومن اس کی لپٹوں میں تباہ و برباد، اور کافر اس میں سالم و محفوظ رہے گا۔ تمہارے درمیان میری مثال ایسی ہے، جیسے اندھیرے میں چراغ کہ جو اس میں داخل ہو وہ اس سے روشنی حاصل کرے۔ اے لوگو! سنو اور یاد رکھو اور دل کے کانوں کو (کھول

کر) سامنے لاؤ، تا کہ سمجھ سکو''۔

("نہج البلاغہ"، خطبہ ۱۸۵، صفحات ۵۰۱۔۵۰۲)

''......اے میری قوم! یہی تو وعدہ کی ہوئی چیزوں کے آنے اور ان فتنوں کے نمایاں ہو کر قریب ہونے کا زمانہ ہے کہ جن سے ابھی تم آگاہ نہیں ہو۔ دیکھو! ہم (اہلِ بیتؑ) میں سے جو (ان فتنوں کا دَور) پائے گا، وہ اس میں (ہدایت کا) چراغ لے کر بڑھے گا اور نیک لوگوں کی راہ و روش پر قدم اُٹھائے گا تا کہ بندھی ہوئی گرہوں کو کھولے اور بندوں کو آزاد کرے اور حسبِ ضرورت جڑے ہوئے کو توڑے اور ٹوٹے ہوئے کو جوڑے۔ وہ لوگوں کی (نگاہوں سے) پوشیدہ ہو گا۔ کھوج لگانے والے پیہم نظریں جمانے کے باوجود بھی اس کے نقشِ قدم کو نہ دیکھ سکیں گے۔ اس وقت ایک قوم کو (حق کی سان پر) اس طرح تیز کیا جائے گا جس طرح لوہار تلوار کی باڑ تیز کرتا ہے۔ قرآن سے ان کی آنکھوں میں جلا پیدا کی جائے گی اور اس کے مطالب ان کے کانوں میں پڑتے رہیں گے، اور حکمت کے چھلکتے ہوئے ساغر انہیں صبح و شام پلائے جائیں گے۔

اسی خطبہ کا ایک جز یہ ہے: ان کی (گمراہیوں کا) زمانہ بڑھتا ہی رہا تا کہ وہ اپنی رسوائیوں کی تکمیل اور سختیوں کا استحقاق پیدا کر لیں۔ یہاں تک کہ جب وہ مدت ختم ہونے کے قریب آ گئی اور ایک (فتنہ انگیز) جماعت فتنوں کا سہارا لے کر بڑھی اور جنگ کی تخم پاشیوں کے لیے کھڑی ہو گئی تو اُس وقت ایمان لانے والے اپنے صبر و شکیب سے اللہ پر احسان نہیں جتاتے تھے اور نہ حق کی راہ میں جان دینا کوئی بڑا کارنامہ سمجھتے تھے۔

یہاں تک کہ جب حکمِ قضا نے مصیبت کا زمانہ ختم کر دیا تو اُنہوں نے بصیرت کے ساتھ تلواریں اُٹھالیں اور اپنے ہادی کے حکم سے اپنے رب کے احکام کی اطاعت کرنے لگے اور جب اللہ نے رسول اللہؐ کو دنیا سے اٹھا لیا تو ایک گروہ الٹے پاؤں پلٹ گیا اور گمراہی کی راہوں نے اُسے تباہ و برباد کر دیا اور وہ اپنے غلط سلط عقیدوں پر بھروسا کر بیٹھا (قریبیوں کو چھوڑ کر) بیگانوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے لگا اور جن (ہدایت کے) وسیلوں سے اُسے مودت کا حکم دیا گیا تھا، انہیں چھوڑ بیٹھا اور (حکومت کو) اُس کی مضبوط بنیادوں سے ہٹا کر وہاں نصب کر دیا، جو اس کی جگہ نہ تھی۔ یہی تو گناہوں کے مخزن اور گمراہی میں بھٹکنے والوں کا دروازہ ہیں۔ وہ حیرت و پریشانی میں سرگرداں اور آلِ فرعون کی طرح گمراہی کے نشہ میں مدہوش پڑے تھے۔ کچھ تو آخرت سے کٹ کر دنیا کی طرف متوجہ تھے، اور کچھ حق سے منہ موڑ کر دین چھوڑ چکے تھے"۔

("نہج البلاغہ"، خطبہ ۱۴۸، صفحات ۳۹۲ تا ۳۹۴)

دورِ فتن میں مولا علیؑ فرماتے ہیں: "اس طرح رہو جس طرح اونٹ کا وہ بچہ جس نے ابھی اپنی عمر کے دو سال ختم کیے ہوں کہ نہ تو اُس کی پیٹھ پر سواری کی جا سکتی ہے، اور نہ اس کے تھنوں سے دودھ دوہا جا سکتا ہے"۔ ("نہج البلاغہ"، صفحہ ۸۰۳)

مفتی جعفر حسینؒ اس کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"مقصد یہ ہے کہ انسان کو فتنہ و فساد کے موقع پر اس طرح رہنا چاہیے کہ لوگ اُسے ناکارہ سمجھ کر نظر انداز کر دیں، اور کسی جماعت میں اس کی شرکت

کی ضرورت محسوس نہ ہو، کیونکہ فتنوں اور ہنگاموں میں الگ تھلگ رہنا ہی تباہ کاریوں سے بچا سکتا ہے۔ بلکہ ایسے موقع پر حق کی حمایت اور باطل کی سرکوبی کے لیے کھڑا ہونا واجب ہے جیسے جمل و صفین کی جنگوں میں حق کا ساتھ دینا ضروری اور باطل سے نبرد آزما ہونا لازم تھا''۔

(''نہج البلاغہ''، صفحہ ۸۰۳)

مولائے کائنات فرماتے ہیں کہ:

''تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ ''اے اللہ! میں تجھ سے فتنہ و آزمائش سے پناہ چاہتا ہوں''۔ اس لیے کہ کوئی شخص ایسا نہیں جو فتنہ کی لپیٹ میں نہ ہو، بلکہ جو پناہ مانگے وہ گمراہ کرنے والے فتنوں سے پناہ مانگے، کیونکہ اللہ سبحانہٗ کا ارشاد ہے: ''اور اس بات کو جانتے رہو کہ تمہارا مال اور اولاد فتنہ ہے''۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ لوگوں کو مال اور اولاد کے ذریعے آزماتا ہے تاکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ کون اپنی روزی پر چیں بجبیں ہے اور کون اپنی قسمت پر شاکر ہے۔ اگرچہ اللہ سبحانہٗ اُن کو اتنا جانتا ہے کہ وہ خود بھی اپنے کو اتنا نہیں جانتے۔ لیکن یہ آزمائش اس لیے ہے کہ وہ افعال سامنے آئیں جن سے ثواب و عذاب کا استحقاق پیدا ہوتا ہے کیونکہ بعض اولادِ نرینہ کو چاہتے ہیں، اور لڑکیوں سے کبیدہ خاطر ہوتے ہیں، اور بعض مال بڑھانے کو پسند کرتے ہیں اور بعض شکستہ حالی کو برا سمجھتے ہیں۔''

(''نہج البلاغہ''، صفحات ۸۳۰۔۸۳۱)

باب سیز دھم

نبیؐ کی آواز پر اپنی آواز کو بلند کرنا

حضرت محمدؐ پیغمبرِ آخر الزماں اور ہادئ برحق ہیں۔ وہ تمام عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اُن کا لایا ہوا ضابطۂ حیات بصورتِ قرآن و حدیث تمام انسانوں کے لیے واجب الاطاعت ہے۔ اُن کا ہر حکم ''وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى o اِنْ هُوَ وَحْيٌ يُّوْحٰى'' (سورۃ النجم، آیات ۳۔۴) کی سند لیے ہوئے ہے۔ اس لیے کسی انسان کے لیے روا نہیں ہے کہ وہ ان کے کسی حکم کو ٹھکرائے؛ اُس پہ چیں بجبیں ہو؛ اُس پر عمل کرنے سے کترائے؛ یا اس حُکم پر خود حَکَم بن کر بیٹھ جائے۔ اللہ کو یہ تمام حرکتیں سخت ناپسند ہیں، اس لیے فرمایا:

''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ o'' (سورۃ الحجرات، آیت ۲)

(اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ہو تم اپنی آوازوں کو نبیؐ کی آواز پر بلند نہ کرو، اور نہ ان سے اونچی آواز سے بات کیا کرو جس طرح کہ تم ایک دوسرے سے بلند آواز سے بولتے ہو کہ تمہارے اعمال حبط (اکارت) ہو جائیں، اور تم شعور بھی نہ رکھتے ہو۔)

اَب ذرا سوچیئے کہ ان حالات میں کیا ہوگا ـــــ

- رسولِ خداؐ امرِ ربی کے پیشِ نظر مشرکینِ مکہ سے صلح حدیبیہ کر رہے ہوں، اور ایک شخص کہہ رہا ہو (نقلِ کفر، کفر نہ باشد) کہ مجھے اس کی نبوت پہ جیسا شک آج گزرا ہے، پہلے کبھی نہیں گزرا۔
- رسولِ خداؐ مروان ملعون کو مدینہ بدر کر رہے ہوں، مگر اس ملعون کا ایک رشتہ دار اُس کے لیے مرا جا رہا ہو۔
- غزوۂ احزاب میں عمرو ابنِ عبدود کی مبارزطلبی پر رسالتمآبؐ پُکار پُکار کر کہہ رہے ہوں کہ تم میں کون ہے، جو اس کے جواب میں جائے، مگر ایک شخص اپنے ساتھیوں کے دلوں میں وسوسے ڈال رہا ہو کہ اس (نبیؐ) نے تو آج مارے جانا ہے کیونکہ کفر کی سب احزاب اکٹھی ہو کر حملہ زن ہیں، اور ہمیں کل پھر اپنے انہی بھائیوں کے ساتھ رہنا ہوگا، اس لیے چپ ہو کر بیٹھے رہو۔

آپ سوچ سکتے ہیں کہ صحابہ میں کیا کوئی ایسا بھی ہوسکتا ہے؟ ہم عرض کریں گے کہ سورۂ احزاب پڑھ لیجئے، یقین آجائے گا۔ ملاحظہ فرمائیے آیات ۱۸۔۱۹:

''قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَ الْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَ لَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۖ ۚ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ

الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ط اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ط وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا o''

(یقیناً اللہ تعالیٰ جانتا ہے تم میں سے باز رکھنے والوں کو، اور اپنے بھائیوں سے یہ کہنے والوں کو کہ ہماری طرف چلے آؤ۔ حالانکہ وہ لڑائی کے میدان میں کم ہی آتے ہیں۔ وہ تم پر بخیل ہیں۔ پھر جب خوف آتا ہے تو ان کو دیکھتا ہے کہ وہ تیری طرف دیکھتے ہیں، ان کی آنکھیں اس شخص کی طرح پھرتی ہیں جس پر موت کی غشی چھا جائے۔ پھر جب خوف جاتا رہا تو وہ تم سے تیز زبانوں سے بڑھ چڑھ کر بولے، وہ نیکی پر بخیل ہیں۔ یہ لوگ ایمان نہیں لائے پس اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے اعمال اکارت کر دیئے، اور یہ بات اللہ تعالیٰ پر بہت آسان ہے۔)

 رسولِ خداؐ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کو بحکمِ ربی امام مقرر کریں، اور منکرینِ علیؑ کا ایک نمائندہ حارث بن نعمان فہری مسجدِ نبوی میں آکر اپنی زبانِ گستاخ دراز کرے۔

سورۂ محمدؐ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو اللہ کی طرف سے نازل ہونے والے حکم کو ناپسند کرے، اُس کے اعمال حبط ہو جاتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے:

''ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ o'' (سورۂ محمدؐ، آیت ۹)

اعلانِ امامتِ علیؑ پہ دین کی تکمیل ہوگئی، اور اللہ نے یہ کہہ کر اپنی خوشی کا اظہار یوں فرمایا کہ:

"اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط" (سورۃ المائدہ، آیت ۳)

(میں نے آج کے دن تمہارے دین کو تمہارے لیے کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی، اور میں نے تمہارے لیے دینِ اسلام کو پسند کرلیا۔)

مگر

وہ لوگ جو ناراض ہو گئے، وہ، اللہ کے مطابق، شیطان کے بہکاوے میں آ کر دین سے پھر گئے۔ ذرا اُن کا انجام جانئے:

"اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى لا الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ط وَ اَمْلٰى لَهُمْ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِىْ بَعْضِ الْاَمْرِ صلے ج وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ۝ فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَ كَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۝ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ

فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ یُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ٥ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَیْنٰکَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِیْمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ اَعْمَالَکُمْ ٥'' (سورۂ محمدؐ، آیات ۲۵ تا ۳۰)

(یقیناً وہ لوگ جو اپنی پشتوں پر (کفر کی طرف) پھر گئے بعد اس کے کہ ان کے لیے ہدایت واضح ہوگئی۔ شیطان نے ان کے لیے (کفر کو) اچھا کر کے دکھایا اور اس نے انہیں لمبی لمبی امیدیں دلائیں۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے ان لوگوں سے کہا جنہوں نے اس چیز کو جسے اللہ تعالیٰ نے اتارا نا پسند کیا کہ عنقریب ہم بعض امور میں تمہاری اطاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے راز کی باتیں بتانے کو جانتا ہے۔ پھر کیا حال ہوگا جبکہ فرشتے انہیں پورا پورا لے لیں گے (اور) وہ ان کے مونہوں اور پیٹھوں پر مارتے ہوں گے۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے اس چیز کی پیروی کی جس نے اللہ تعالیٰ کو بیزار کر دیا اور اس کی رضا مندی کو ناپسند کیا۔ پس اس (اللہ تعالیٰ) نے ان کے اعمال اکارت کر دیئے۔ کیا ان لوگوں نے جن کے دلوں میں مرض ہے یہ گمان کر لیا کہ اللہ تعالیٰ ہرگز ان کے کینے نہ نکالے گا، اور اگر ہم چاہتے البتہ تمہیں وہ (لوگ) دکھا دیتے پھر تو البتہ ان کو ان کے چہروں سے پہچان لیتا اور تو ضرور ان کو ان کے اندازِ گفتگو سے پہچان لیتا اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو جانتا ہے۔)

رسالتمآبؐ بھی ان لوگوں کو خوب جانتے اور پہچانتے تھے، مگر اُن کی شانِ کریمی آڑے آئی۔ ملاحظہ فرمایئے خطبۂ غدیر:

''وَ سَأَلْتُ جِبْرَئِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنْ يَّسْتَعْفِيَ لِيْ عَنْ تَبْلِيْغِ ذَالِكَ اِلَيْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ لِعِلْمِيْ بِقِلَّةِ الْمُتَّقِيْنَ وَ كَثْرَةِ الْمُنَافِقِيْنَ وَ اِدْغَالِ الآثِمِيْنَ وَ خَتْلِ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ بِالْاِسْلَامِ ۔ اَلَّذِيْنَ وَ صَفَهُمُ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ بِاَنَّهُمْ ''يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ وَ يَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ'' وَ كَثْرَةِ اِيْذَا هُمْ لِيْ غَيْرَ مَرَّةٍ حَتّٰى سَمُّوْنِيْ اُذُنًا وَ زَعَمُوْا اَنِّيْ كَذَالِكَ لِكَثْرَةِ مُلَازَمَتِهٖ اِيَّايَ وَ اِقْبَالِيْ عَلَيْهِ، حَتّٰى اَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ فِيْ ذٰلِكَ، ''وَ مِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَ يَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ، قُلْ اُذُنٌ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ يُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ،(سورۂ توبہ، آیت ۶۱) وَ لَوْ شِئْتُ اَنْ اُسَمِّيَ بِاَسْمَائِهِمْ لَسَمَّيْتُ، وَ اَنْ اُوْمِئَ اِلَيْهِمْ بِاَعْيَانِهِمْ لَاَوْمَأْتُ، وَ اَنْ اَدُلَّ عَلَيْهِمْ لَدَلَلْتُ وَ لٰكِنِّيْ وَ اللّٰهِ فِيْ اُمُوْرِهِمْ قَدْ تَكَرَّمْتُ، وَ كُلُّ ذَالِكَ لَا يَرْضَى اللّٰهُ مِنِّيْ اِلَّا اَنْ اُبَلِّغَ مَا اَنْزَلَ اِلَيَّ (ثُمَّ تَلَا عَلَيْهِ السَّلَامُ) ''يَآ اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ

اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (فِيْ عَلِيٍّ) وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ" (سورۃ المائدہ، آیت ٦٧)

(اور میں نے جبرائیلؑ سے خواہش کی کہ خداوند تعالیٰ مجھے اس حکم کے تم لوگوں تک پہنچانے سے معاف رکھے اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ متقین کی کمی ہے اور منافقین کی کثرت اور گناہوں کا ارتکاب کرنے والوں کا مکروفریب، اور اسلام کا استہزاء کرنے والوں کی حیلہ بازیاں بروئے کار۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر خداوند تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے "وہ اپنی زبان سے جو کچھ کہتے ہیں وہ ان کے دلوں میں نہیں ہوتا اور وہ اسے معمولی بات سمجھتے ہیں حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ بڑی سخت بات ہے" اور یہ لوگ مجھے بارہا اذیتیں دے چکے ہیں۔ یہاں تک کہ میرا نام رکھا اور کہا کہ یہ تو "اُذُن" (کانوں کا کچا یعنی جو کچھ کسی سے سُن لیتا ہے اُسی پر یقین کر لیتا) ہے اور یہ سمجھ لیا کہ میں ایسا ہی ہوں، اس وجہ سے کہ میں علیؑ کو اپنے پاس زیادہ رکھتا ہوں اور ان کی طرف توجہ زیادہ کرتا ہوں۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں مجھ پر یہ آیت نازل کی: "اور ان میں سے ایسے بھی ہیں جو نبیؐ کو "اُذُن" کہہ کر تکلیف پہنچاتے ہیں۔ تم (ان لوگوں کے جواب میں جو تم کو ایسا سمجھتے ہیں) یہ کہہ دو کہ وہ (نبیؐ) کان دے کر تو صرف وہی بات سنتے ہیں جو تمہارے حق میں بہتر ہے، (ورنہ) وہ تو صرف

اللہ (کی باتیں وحی سے معلوم کر کے ان) پر ایمان لاتے ہیں اور مومنین (مخلصین کی باتوں) کا یقین کرتے ہیں۔اور اگر میں یہ چاہوں کہ ان کے نام بتلاؤں تو بتلا سکتا ہوں، اور اگر یہ چاہوں کہ ان کی طرف اشارہ کر دوں تو کر سکتا ہوں۔اور اگر یہ چاہوں کہ ان کا پتہ بتاؤں تو بتا سکتا ہوں، لیکن اللہ کی قسم میں نے ان کے تمام معاملات میں اخلاقِ کریمانہ کا برتاؤ کیا ہے۔اللہ تعالیٰ میرا کوئی عذر قبول نہیں فرماتا اور یہی حکم دیتا ہے کہ میری طرف جو کچھ بھی اس وقت نازل کیا ہے وہ پہنچا دوں۔ (پھر آنحضرتؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی) ''اے رسولؐ جو کچھ (علیؑ کے بارے میں) تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہاری طرف نازل کیا گیا وہ پہنچا دو، اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو گویا اس کی رسالت ہی نہیں پہنچائی اور اللہ لوگوں کے شر سے تمہیں محفوظ رکھے گا''۔)

جن کے شر کا اندیشہ رسولؐ کو ہو، اُن کے شر سے اُمت کیسے بچے گی؟

رسولِ خداؐ قلم دوات مانگ رہے ہوں تا کہ وہ ایسی وصیت لکھوا دیں کہ لوگ گمراہ نہ ہوں، مگر ایک شخص کھڑا ہو کر کہے کہ ہمیں کسی وصیت کی ضرورت نہیں ہے، ہمارے لیے اللہ کی کتاب کافی ہے (''**حَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ**'')۔

رسولِ خداؐ تو سورۃ الروم میں حکمِ خدا:

''**فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ**'' (آیت ۳۸)

(پس (اے رسولؐ!) قربیٰ (سیّدہ فاطمہؑ) کو اُس کا حق دو)،

پر سیّدہ فاطمہؑ کو جاگیرِ فدک ہبہ کر کے نوشتہ اُن کے سپرد کر دیں، مگر کوئی اس

نوشتے کو نہ مانے یا اس کے پُرزے پُرزے کر دے، اور رسولؐ کے فیصلے کو
تبدیل کر کے جاگیرِ فدک کو ''مفادِ مسلمین'' میں ''بحقِ سرکار'' ضبط کر لے۔
بے فکر ہو کر سوچیئے گا ضرور!
سوچنے سے فکر کے بند دریچے وا ہوتے ہیں۔
دریچے وا ہوں
تو
سیدھی راہ مل جاتی ہے!
آزمائش شرط ہے!

باب چھار دھم

اہلِ شرک کا مساجد کو آباد کرنا

ہر کوئی سوچے گا کہ بھلا اہلِ شرک کا مساجد سے کیا تعلق؟ مگر جب اُس کے ذہن میں اس کتاب میں ''شرک'' پر گفتگو یاد آئے گی تو اُسے اہلِ شرک مساجد کو آباد کرتے ہوئے نظر آئیں گے۔ مثلاً

- وہ لوگ جو اللہ کو زبان سے وحدہٗ لاشریک مانتے تو ہیں،

مگر

وہ اللہ کی نہیں مانتے۔

چونکہ وہ اللہ کے احکامات کے ہوتے ہوئے اپنی رائے، ظن، قیاس اور خواہشاتِ نفسانی کی اتباع کرتے ہیں، اس لیے وہ مشرک ہیں؛

- وہ لوگ جو اللہ کے رسولؐ کو تو مانتے ہیں،

مگر

وہ رسولؐ کی نہیں مانتے۔

چونکہ وہ فرامینِ رسولؐ، جو دراصل احکاماتِ الٰہیہ ہی ہیں، پر اپنی رائے، ظن، قیاس اور خواہشاتِ نفسانی کو مقدم رکھتے ہیں، اس لیے وہ اللہ و رسولؐ کی برابری کے مرتکب ہو کر شرک کا شکار ہیں؛

- وہ لوگ جو منصوص من اللہ امامؑ کے منکر ہیں۔

چونکہ وہ اللہ کے بنائے ہوئے خلیفہ کا انکار کرتے ہیں، اس لیے وہ اللہ کے حکم کی سرتابی کی بناء پر مشرک ہیں؛

- وہ لوگ جو منصوص من اللہ امامؑ کے مقابل کسی کو "امام" بناتے ہیں، اور اس کے قیام کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔

چونکہ انسانوں کو امام سازی کا اختیار نہیں دیا گیا، بلکہ یہ حق صرف اور صرف خالق و مالکِ کائنات کا ہے، اس لیے امام سازی کے جُرم میں شریک ہر انسان مشرک ہے۔

- وہ لوگ جو منصوص من اللہ امامؑ کو تو مانتے ہیں،

مگر

امامؑ کی نہیں مانتے۔

امامؑ چونکہ اللہ کا نمائندہ ہے، اس لیے امامؑ کی بات نہ ماننا، اللہ کے احکامات سے انکار ہے، جو شرک ہے۔

اپنے اردگرد نظر دوڑایئے، آپ کو مندرجہ بالا اقسام کے مشرکین خاصی تعداد میں نظر آئیں گے۔ مساجد بھی ان سے بھری پڑی نظر آئیں گی،

مگر

مساجد جس کی ملکیت ہیں، وہ تو ان سے شدید ناراض ہے۔ وہ فرماتا ہے:

"مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَ فِى النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ○" (سورۃ التوبہ، آیت ۱۷)

(مشرکین کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اللہ کی مساجد کو آباد کریں جبکہ ان کے ہر ہر نفس سے (بدیہی حقیقتوں ــــ توحید، نبوت اور امامت) کی تکذیب عیاں ہے۔ (اس کفر کے باعث) ان لوگوں کے اعمال اکارت ہو گئے،

اور وہ (جہنم کی) آگ میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔)

ہمیں چاہیے کہ اپنے اندر بھی جھانکیں کہ کہیں ان مشرکین میں ہم بھی تو نہیں آتے!

اللہ کو جو مسلمان مساجد میں پسند ہیں، اُن کی خصوصیات اُس نے یوں بیان فرمائی ہیں:

''اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَی الزَّکٰوةَ وَ لَمْ یَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤی اُولٰٓئِكَ اَنْ یَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ۝ ''(سورۃ التوبہ، آیت ۱۸)

(ماسوا اس کے نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو صرف وہی آباد کر سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا ہو، اور جس نے نماز قائم کی ہو، اور زکوٰۃ دی ہو، اور سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے نہ ڈرا ہو۔ پس انہی لوگوں کے متعلق توقع ہے کہ وہ ہدایت یافتہ ہو جائیں۔)

یعنی وہ ـــــ

(i) اللہ پر ایمان رکھتے ہیں؛

(ii) روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں؛

(iii) نماز قائم کرتے ہیں؛

(iv) زکوٰۃ ادا کرتے ہیں؛ اور

(v) اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے، وہ اللہ کے رسولؐ اور آئمۃ الہدیٰؑ کی اطاعتِ

مطلق کرتا ہے، اور نافرمانی کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ وہ جانتا ہے کہ یہ دنیا عارضی قیام گاہ ہے۔ اس دارالعمل میں کیے جانے والے ہر عمل کا حساب روزِ آخرت ہوگا۔ وہ قیامِ نماز سے اللہ وحدہٗ لاشریک کی معبودیت کا اعلان کرتا ہے۔ وہ اللہ کے حکم کے مطابق اپنے مال میں سے زکوٰۃ ادا کر کے اُسے پاک کرتا ہے۔ ایسا مسلمان اللہ کے سِوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ اسی لیے وہ شرک سے پاک ہے۔

جو اللہ کے سِوا کسی اور سے ڈریں، وہ اللہ وحدہٗ لاشریک کو **کُلِّ شَیْءٍ قدیر** نہیں سمجھتے۔ اُن کا ایمان باللہ متزلزل ہوتا ہے۔ وہ روزِ آخرت پر بھی کامل یقین نہیں رکھتے۔ وہ عادتاً نماز تو پڑھتے ہیں، مگر قیامِ صلوٰۃ کے مفہوم سے ناآشنا ہیں۔ وہ چونکہ حلال وحرام کی تمیز سے بے بہرہ ہیں، اس لیے نمائشی زکوٰۃ بھی اُن کے مال کو پاک نہیں کر سکتی۔ مال پاک نہ ہو، تو اُس سے خریدی ہوئی ہر پاک شئے بھی ناپاک ہوتی ہے۔ جب ملبوس ناپاک ہو؛ طعام ناپاک ہو؛ جائے نماز ناپاک ہو؛ تو ایسی نماز سے اللہ پاک کو کیا کام۔ وہ تو ایسی نماز نمازیوں کے منہ پر دے مارتا ہے۔

نمازِ پنجگانہ تو دراصل ''قیامِ صلوٰۃ'' کے لیے تربیتی عمل ہے۔ ''قیامِ صلوٰۃ'' سے مراد اولی الامر کی پکار پر اُن کے پیچھے صف آراء ہونا ہے۔ اگر کوئی مسلمان اس تصورِ قیامِ صلوٰۃ سے ناآشنا ہے، اور اپنے زمانے کے حقیقی امامؑ کی معرفت نہیں رکھتا، تو وہ ایسے ''اماموں'' کی اقتداء میں کھڑا نظر آئے گا، جو ''آئمۂ ضلالت'' اور جہنم کی طرف بلانے والے 'امام' ہیں۔ وہ منصوص من اللہ نہیں، بلکہ انسانوں کے خودساختہ ہیں، اس لیے اللہ و رسولؐ اُن سے اظہارِ برأت کر رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے:

''مَعَاشِرَ النَّاسِ! سَیَکُوْنُ مِنْ بَعْدِیْ آئِمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ لَا یُنْصَرُوْنَ۔ اِنَّ اللّٰهَ وَ اَنَا

بَرِیٓـآنِ مِنھُمْ۔ اِنَّھُمْ وَ اَشْیَاعَھُمْ وَ اَتْبَاعَھُمْ وَ اَنْصَارَھُمْ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَ لَبِئْسَ مَثْوَی الْمُتَکَبِّرِیْنَ اَلَا اِنَّھُمْ اَصْحَابُ الصَّحِیْفَۃِ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ فِیْ صَحِیْفَتِہٖ۔ (''خطبہٗ غدیر''،صفحات 18 تا 19)

(لوگو! عنقریب میرے بعد ایسے 'امام' ہوں گے جو جہنم کی طرف بلائیں گے اور قیامت کے دن ان کی مدد نہ کی جائے گی۔ اللہ اور میں دونوں ان سے بیزار ہیں۔ یقیناً وہ سب اور ان کے دوستدار، پیروکار اور مددگار جہنم کے سب سے نیچے والے طبقہ میں ہوں گے۔ تکبر کرنے والوں کی جگہ ایسی ہی بُری ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ یہی اشخاص اصحابِ صحیفہ (کتبہ لکھنے والے) ہیں۔ اب تم میں سے (جس کو مطلوب ہو) وہ صحیفہ میں نظر کرے۔)

باب پانزدھم

دنیا کی رنگینیوں میں کھو جانا

یہ دنیا انسان کے لیے ''دارالعمل'' ہے۔ انسان اس امتحان گاہ میں محدود وقت کے لیے آتا ہے، اور چلا جاتا ہے۔ یہ کبھی کسی کے لیے مستقل جائے قرار نہیں رہی۔ اس لیے منطقی اعتبار سے انسان کو اس کی رنگینیوں میں کھو کر اُخروی زندگی کو بھولنا نہیں چاہیے۔ مگر جو لوگ ہوائے نفسانی کی پیروی کرتے ہیں، شیطان اُن کے لیے دنیا کی رنگینیوں میں اور دلکشی پیدا کرتا رہتا ہے، اور وہ آخرت سے بے خبر اسی دنیا میں کھوئے رہتے ہیں، اور اسی کو اپنی تمام تر تگ و تاز کا ماحاصل سمجھتے ہیں، حالانکہ ان کے خالق و مالک نے خوب سمجھایا ہے کہ:

''وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ''

(سورہ آلِ عمرانؑ، آیت ۱۸۵؛ سورۃ الحدید، آیت ۲۰)

اس دنیا کی زندگی سوائے ''مَتَاعُ الْغُرُوْرِ'' کے کچھ نہیں ہے۔ ''متاع الغرور'' ایسی متاع ہے جس پر صرف غرور کیا جا سکتا ہے، اُس پر ہمیشہ ہمیشہ قبضہ نہیں جمایا جا سکتا۔ اُس نے ہر حال میں انسان کے ہاتھوں سے نکل جانا ہوتا ہے۔ پھر انسان اس متاع کے چکر میں کیوں پھرتا ہے۔ خالقِ جن و بشر اس کی وجہ یوں بتلاتا ہے:

''......قَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۙ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَّخِذِ

الشَّیْطٰنَ وَلِیًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِیْنًاؕ یَعِدُهُمْ وَ یُمَنِّیْهِمْؕ وَمَا یَعِدُهُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا۝" (سورۃ النسآء، آیات ۱۱۸ تا ۱۲۰)

(......اس نے کہا تھا کہ میں تیرے بندوں سے مقرر کیا ہوا حصہ ضرور لوں گا، اور میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا اور میں ضرور اُن کو (جھوٹی) امیدیں دلاؤں گا ، اور میں ضرور ان کو حکم دوں گا پس وہ (بتوں کے واسطے) چوپایوں کے کان چیر ڈالیں گے۔ وہ میرے کہنے پر اللہ کی تخلیق کردہ اشیاء کی ہیئت تبدیل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور جو شخص خدا کو چھوڑ کر شیطان کو سرپرست بنا لے، تو یقیناً اس نے کھلم کھلا خسارہ اٹھایا ہے۔ وہ (شیطان) انہیں وعدے دیتا ہے اور انہیں امیدیں دلاتا ہے، مگر شیطان کے وعدے سراسر دھوکا ہی دھوکا ہیں۔)

جو لوگ شیطان کے بہکاووں میں آ کر اللہ کو چھوڑ کر اس دنیا کی "متاع الغرور" کو اپنا لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کا انجام یہ بتلاتا ہے:

"اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ز وَلَا یَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِیْصًا۝" (سورۃ النساء، آیت ۱۲۱)

(یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے، اور وہ اس سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے۔)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے لوگ اپنے مال و منال کے بل بوتے بہت سے اعمالِ صالحہ بھی انجام دیتے ہیں، وہ کہاں جائیں گے؟ اس کا جواب خالق و مالکِ کائنات یوں دیتا ہے:

''مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ o اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ صلے وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَo'' (سورۂ ہودؑ، آیات ۱۵ ۔۱۶)

(جو کوئی دنیا کی زندگانی اور اُسی کی زینت چاہتا ہے ہم اس (دنیا) میں ہی اُنہیں اُن کے اعمال کا پورا پورا (بدلہ) دے دیں گے، اور اُنہیں اُس میں کم نہ دیا جائے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں سوائے (دوزخ کی) آگ کے اور کچھ نہیں ہے، اور جو کچھ انہوں نے اس (دنیا) میں کیا تھا وہ سب ضائع ہو گیا، اور جو کچھ وہ کیا کرتے تھے، وہ سب باطل ہو گیا۔)

اگر انسان اُس نور کی اتباع کرتے، جسے اللہ نے حضرت محمدؐ کے ساتھ بطورِ رول ماڈل نازل کیا ہے، یعنی علیؑ ابنِ ابی طالبؑ، تو کبھی بھی شیطان کے بہکاوے میں آ کر دنیا کی ''متاع الغرور'' میں نہ کھوتے، کیونکہ علیؑ نے تو دنیا کو تین طلاقیں دے رکھی ہیں۔ علیؑ تو انسانوں کو پکار پکار کر کہہ رہے ہیں:

''اَيُّهَا النَّاسُ! اِنَّ اَخْوَنَ مَا اَخَانُ عَلَيْكُمْ اثْنَانِ: اتِّبَاعُ الْهَوٰى وَ طُوْلُ الْاَمَلِ۔ فَاَمَّا اِتِّبَاعُ الْهَوٰى فَيَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ۔ وَ اَمَّا طُوْلُ الْاَمَلِ فَيُنْسِي الْاٰخِرَةَ۔ اَلَا وَ اِنَّ الدُّنْيَا قَدْ وَلَّتْ حَذَّآءَ فَلَمْ يَبْقَ مِنْهَا اِلَّا صُبَابَةٌ كَصُبَابَةِ الْاَنَآءِ اصْطَبَّهَا صَآبُّهَا اَلَا وَ اِنَّ الْاٰخِرَةَ قَدْ اَقْبَلَتْ وَ لِكُلٍّ

مِّنْهُمَا بَنُوْنَ۔ فَکُوْنُوْا مِنْ اَبْنَآءِ الْاٰخِرَةِ، وَ لَا تَکُوْنُوْا اَبْنَآءَ الدُّنْیَا، فَاِنَّ کُلَّ وَلَدٍ سَیُلْحَقُ بِاُمِّهٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَ اِنَّ الْیَوْمَ عَمَلٌ وَّ لَا حِسَابَ وَ غَدًا حِسَابٌ وَّ لَا عَمَلَ۔" ("نہج البلاغہ" صفحات ۱۸۵۔۱۸۶)

(اے لوگو! مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ دو باتوں کا ڈر ہے۔ ایک خواہشوں کی پیروی، اور دوسرے اُمیدوں کا پھیلاؤ۔ خواہشوں کی پیروی وہ چیز ہے جو حق سے روک دیتی ہے، اور امیدوں کا پھیلاؤ آخرت کو بھلا دیتا ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا تیزی سے جا رہی ہے اور اس میں سے کچھ باقی نہیں رہ گیا ہے، مگر اتنا ہے کہ جیسے کوئی اُنڈیلنے والا برتن کو اُنڈیلے تو اس میں کچھ تری باقی رہ جاتی ہے، اور آخرت اِدھر کا رُخ لیے ہوئے آ رہی ہے اور دنیا و آخرت ہر ایک والے خاص آدمی ہوتے ہیں۔ تو تم فرزندِ آخرت بنو، اور ابناءِ دنیا نہ بنو۔ اس لیے کہ ہر بیٹا روزِ قیامت اپنی ماں سے منسلک ہو گا۔ آج عمل کا دن ہے اور حساب نہیں ہے، اور کل حساب کا دن ہو گا، عمل نہ ہو سکے گا۔)

علیؑ دنیا کی حالت یوں بیان کرتے ہیں:

"مَا اَصِفُ مِنْ دَارٍ اَوَّلُهَا عَنَاءٌ وَّ اٰخِرُهَا فَنَآءٌ، فِیْ حَلَالِهَا حِسَابٌ، وَ فِیْ حَرَامِهَا عِقَابٌ۔ مَنِ اسْتَغْنٰی فِیْهَا فُتِنَ۔ وَ مَنِ افْتَقَرَ فِیْهَا حَزِنَ۔ وَ مَنْ سَاعَاهَا فَاتَتْهُ۔ وَ مَنْ قَعَدَ عَنْهَا وَاتَتْهُ وَ مَنْ اَبْصَرَ اِلَیْهَا اَعْمَتْهُ۔" ("نہج البلاغہ" صفحہ ۲۲۶)

(میں اس دارِ دنیا کی حالت کیا بیان کروں کہ جس کی ابتداء رنج اور انتہا فنا ہو۔ جس کے حلال میں حساب اور حرام میں عقاب (سزا) ہو۔ یہاں کوئی غنی ہو تو فتنوں سے واسطہ، اور فقیر ہو تو حزن و ملال سے سابقہ رہے۔ جو دنیا کے لیے سعی و کوشش میں لگا رہتا ہے، اُس کی دنیوی آرزوئیں بڑھتی ہی جاتی ہیں، اور جو کوششوں سے ہاتھ اُٹھا لیتا ہے، دنیا خود ہی اُس سے سازگار ہو جاتی ہے۔ جو شخص دنیا کو عبرتوں کا آئینہ سمجھ کر دیکھتا ہے، تو وہ اُس کی آنکھوں کو بینا کر دیتی ہے، اور جو صرف دنیا ہی پر نظر رکھتا ہے، تو وہ اُسے نابینا بنا دیتی ہے۔)

''خطبۂ غرّآء'' میں مولا علیؑ دنیا کی حالت پر مزید روشنی یوں ڈالتے ہیں:

''فَاِنَّ الدُّنیَا رَنِقٌ مَشرَبُهَا رَدِغٌ مَشرَعُهَا۔ یُونِقُ مَنظَرُهَا وَ یُوبِقُ مَخبَرُهَا۔ غُرُورٌ حَآئِلٌ۔ وَ ضَوءٌ اٰئِلٌ وَ ظِلٌّ زَآئِلٌ۔ وَ سِنَادٌ، مَآئِلٌ حَتّٰی اِذَا اَنِسَ نَافِرُهَا۔ وَاطمَاَنَّ نَاکِرُهَا قَمَصَت بِاَرجُلِهَا۔ وَ قَنَصَت بِاَحبُلِهَا۔ وَ اَقصَدَت بِاَسهُمِهَا اَعلَقَتِ المَرءَ اَوهَاقَ المَنِیَّةِ قَائِدَةً لَّهٗ اِلٰی ضَنكِ المَضجَعِ۔ وَ وَحشَةِ المَرجِعِ۔ وَ مُعَایَنَةِ المَحَلِّ وَ ثَوَابِ العَمَلِ وَ کَذٰلِكَ الخَلَفُ یَعقِبُ السَّلَفَ لَا تُقلِعُ المَنِیَّةُ اختِرَامًا'' (''نہج البلاغہ'' صفحات ۲۲۹۔۲۳۰)

(اس دنیا کا گھاٹ گدلا اور سیراب ہونے کی جگہ کیچڑ سے بھری ہوئی ہے۔ اس کا ظاہر خوشنما، اور باطن تباہ کن ہے۔ یہ ایک مٹ جانے والا دھوکہ،

غروب ہو جانے والی روشنی، ڈھل جانے والا سایہ اور جھکا ہوا ستون ہے۔
جب اس سے نفرت کرنے والا اس سے دل لگا لیتا ہے اور اجنبی اس سے
مطمئن ہو جاتا ہے، تو یہ اپنے پیروؤں کو اُٹھا کر زمین پر دے مارتی ہے، اور
اپنے جال میں پھانس لیتی ہے، اور اپنے تیروں کا نشانہ بنا لیتی ہے، اور اُس
کے گلے میں موت کا پھندا ڈال کر تنگ و تار قبر اور وحشت ناک منزل
تک لے جاتی ہے کہ جہاں سے وہ اپنا ٹھکانا (جنت یا دوزخ) دیکھ لے،
اور اپنے کئے کا نتیجہ پالے۔)

دنیا کی یہ حالت بتلا کر فرماتے ہیں:

''فَاتَّقُوا اللّٰہَ عِبَادَ اللّٰہِ جِھَۃَ مَا خَلَقَکُمْ لَہٗ۔ وَاحْذَرُوْا مِنْہُ کُنْہَ مَا حَذَّرَکُمْ مِنْ نَفْسِہٖ وَاسْتَحِقُّوْا مِنْہُ مَا اَعَدَّلَکُمْ بِالتَّنَجُّزِ لِصِدْقِ مِیْعَادِہٖ وَالْحَذَرِ مِنْ ھَوْلِ مَعَادِہٖ۔'' (''نہج البلاغہ''، صفحہ ۲۳۱)

(اللہ کے بندو! اپنے پیدا ہونے کی غرض و غایت کے پیشِ نظر اُس سے
ڈرتے رہو، اور جس حد تک اُس نے تمہیں ڈرایا ہے، اُس حد تک اُس سے
خوف کھاتے رہو، اور اس سے اس کے سچے وعدے کا ایفاء چاہتے ہوئے
اور ہولِ قیامت سے ڈرتے ہوئے اُن چیزوں کا استحقاق پیدا کرو، جو اُس
نے تمہارے لیے مہیا کر رکھی ہیں۔)

پھر فرماتے ہیں:

''اُولِی الْاَبْصَارِ وَ الْاَسْمَاعِ وَ الْعَافِیَۃِ وَ الْمَتَاعِ۔ ھَلْ

مِنْ مَنَاصٍ اَوْ خَلَاصٍ؟ اَوْ مَعَاذٍ اَوْ مَلَاذٍ؟ اَوْ فِرَارٍ اَوْ مَحَارٍ اَمْ لَا فَاَنّٰی تُؤْفَكُوْنَ اَمْ اَیْنَ تُصْرَفُوْنَ؟ اَمْ بِمَا ذَا تَغْتَرُوْنَ وَ اِنَّمَا حَظُّ اَحَدِکُمْ مِنَ الْاَرْضِ ذَاتِ الطُّوْلِ وَ الْعَرْضِ۔ قِیْدُ قَدِّهٖ مُتَعَفِّرًا عَلٰی خَدِّهِ الْآنَ، عِبَادَ اللّٰهِ وَ الْخَنَاقُ مُهْمَلٌ وَ الرُّوْحُ مُرْسَلٌ فِیْ فَیْنَةِ الْاَرْشَادِ وَ رَاحَةِ الْاِحْتِشَادِ وَ مَهَلِ الْبَقِیَّةِ۔ وَ اُنُفِ الْمَشِیَّةِ وَ اِنْظَارِ التَّوْبَةِ وَ انْفِسَاحِ الْحَوْبَةِ قَبْلَ الضَّنْكِ وَ الْمَضِیْقِ وَ الرَّوْعِ وَ لِزُّهُوْقِ وَ قَبْلَ قُدُوْمِ الْغَآئِبِ الْمُنْتَظَرِ وَاَخْذَةِ الْعَزِیْزِ الْمُقْتَدِرِ۔" ("نہج البلاغہ"، صفحات ۲۳۷۔۲۳۸)

(اے چشم و گوش رکھنے والو! اے صحت و ثروت والو! کیا بچاؤ کی کوئی جگہ یا چھٹکارے کی کوئی گنجائش ہے؟ یا کوئی پناہ گاہ یا ٹھکانا ہے؟ بھاگ نکلنے کا موقع یا پھر دنیا میں پلٹ کر آنے کی کوئی صورت ہے؟ اگر نہیں ہے تو پھر کہاں بھٹک رہے ہو، اور کدھر کا رُخ کیے ہوئے ہو یا کن چیزوں کے فریب میں آ گئے ہو؟ حالانکہ اس لمبی چوڑی زمین میں سے تم میں سے ہر ایک کا حصہ اپنے قد بھر کا ٹکڑا ہی تو ہے کہ جس میں وہ مٹی سے اٹا ہوا رخسار کے بَل پڑا ہوگا۔ یہ ابھی غنیمت ہے خدا کے بندو! جبکہ گردن میں پھندا نہیں پڑا ہوا ہے اور روح بھی آزاد ہے۔ ہدایت حاصل کرنے کی فرصت اور جسموں کی راحت اور مجلسوں کے اجتماع اور زندگی کی بقایا مہلت، اور از سرِ نو اختیار

سے کام لینے کے مواقع، اور توبہ کی گنجائش، اور اطمینان کی حالت میں قبل اس کے کہ تنگی وضیق میں پڑ جائے اور خوف واضمحلال اس پر چھا جائے اور قبل اس کے کہ موت آ جائے اور قادر و غالب کی گرفت اُسے جکڑ لے۔)

دنیا سے مزید خبردار کرتے ہوئے مولائے متقیانؑ فرماتے ہیں:

"وَ اُحَذِّرُكُمُ الدُّنْيَا فَاِنَّهَا مَنْزِلُ قُلْعَةٍ، وَ لَيْسَتْ بِدَارِ نُجْعَةٍ۔ قَدْ تَزَيَّنَتْ بِغُرُوْرِهَا، وَ غَرَّتْ بِزِيْنَتِهَا۔ دَارٌ هَانَتْ عَلٰى رَبِّهَا فَخَلَطَ حَلَالَهَا بِحَرَامِهَا وَ خَيْرَهَا بِشَرِّهَا، وَ حَيَاتَهَا بِمَوْتِهَا، وَ حُلْوَهَا بِمُرِّهَا۔ لَمْ يُصْفِهَا اللّٰهُ تَعَالٰى لِاَوْلِيَآئِهٖ، وَلَمْ يَضِنَّ بِهَا عَلٰى اَعْدَآئِهٖ خَيْرُهَا زَهِيْدٌ، وَ شَرُّهَا عَتِيْدٌ۔ وَ جَمْعُهَا يَنْفَدُ، وَ مُلْكُهَا يُسْلَبُ، وَ عَامِرُهَا يَخْرَبُ۔ فَمَا خَيْرُ دَارٍ تُنْقَضُ نَقْضَ الْبِنَآءِ، وَ عُمُرٍ يَفْنٰى فَنَآءَ الزَّادِ وَ مُدَّةٍ تَنْقَطِعُ انْقِطَاعَ السَّيْرِ۔ اجْعَلُوْا مَا افْتَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ مِنْ طَلَبِكُمْ، وَ اسْئَلُوْهُ مِنْ اَدَآءِ حَقِّهٖ مَا سَاَلَكُمْ وَ اَسْمِعُوْا دَعْوَةَ الْمَوْتِ اٰذَانَكُمْ قَبْلَ اَنْ يُدْعٰى بِكُمْ۔ اِنَّ الزَّاهِدِيْنَ فِى الدُّنْيَا تَبْكِىْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِنْ ضَحِكُوْا، وَ يَشْتَدُّ حُزْنُهُمْ وَ اِنْ فَرِحُوْا، وَ يَكْثُرُ مَقْتُهُمْ اَنْفُسَهُمْ وَ اِنِ اغْتُبِطُوْا بِمَا رُزِقُوْا۔ قَدْ غَابَ عَنْ قُلُوْبِكُمْ ذِكْرُ الْاٰجَالِ، وَ حَضَرَتْكُمْ كَوَاذِبُ الْاٰمَالِ، فَصَارَتِ الدُّنْيَا

اَمْلَكُ بِكُمْ مِنَ الْاٰخِرَةِ، وَ الْعَاجِلَةُ اَذْهَبُ بِكُمْ مِنَ الْاٰجِلَةِ، وَ اِنَّمَا اَنْتُمْ اِخْوَانٌ عَلٰى دِيْنِ اللّٰهِ مَا فَرَّقَ بَيْنَكُمْ اِلَّا خُبْثُ السَّرَآئِرِ، وَ سُوْءُ الضَّمَآئِرِ۔ فَلَا تَوَازَرُوْنَ وَ لَا تَنَاصَحُوْنَ، وَ لَا تَبَاذَلُوْنَ وَ لَا تَوَادُّوْنَ۔ مَا بَالُكُمْ تَفْرَحُوْنَ بِالْيَسِيْرِ مِنَ الدُّنْيَا تَمْلِكُوْنَهٗ وَ لَا يَحْزُنُكُمُ الْكَثِيْرُ مِنَ الْاٰخِرَةِ تُحْرَمُوْنَهٗ۔ يُقْلِقُكُمُ الْيَسِيْرُ مِنَ الدُّنْيَا يَفُوْتُكُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ ذٰلِكَ فِيْ وُجُوْهِكُمْ وَ قِلَّةِ صَبْرِكُمْ عَمَّا زُوِيَ مِنْهَا عَنْكُمْ كَاَنَّهَا دَارُ مُقَامِكُمْ۔ وَ كَاَنَّ مَتَاعَهَا بَاقٍ عَلَيْكُمْ۔ وَ مَا يَمْنَعُ اَحَدَكُمْ اَنْ يَّسْتَقْبِلَ اَخَاهُ بِمَا يَخَافُ مِنْ عَيْبِهٖ اِلَّا مَخَافَةُ اَنْ يَّسْتَقْبِلَهٗ بِمِثْلِهٖ۔ قَدْ تَصَافَيْتُمْ عَلٰى رَفْضِ الْاٰجِلِ وَ حُبِّ الْعَاجِلِ، وَ صَارَ دِيْنُ اَحَدِكُمْ لُعْقَةً عَلٰى لِسَانِهٖ۔ صَنِيْعُ مَنْ قَدْ فَرَغَ مِنْ عَمَلِهٖ وَ اَحْرَزَ رِضَا سَيِّدِهٖ۔ "("نہج البلاغہ"، صفحات ۳۲۱ تا ۳۲۳)

(میں تمہیں دنیا سے خبردار کیے دیتا ہوں کہ یہ ایسے شخص کی منزل ہے جس کے لیے قرار نہیں، اور ایسا گھر ہے جس میں آب و دانہ نہیں ڈھونڈا جا سکتا۔ یہ اپنے باطل سے آراستہ ہے اور اپنی آرائشوں سے دھوکا دیتی ہے۔ یہ ایک ایسا گھر ہے جو اپنے رب کی نظروں میں ذلیل و خوار ہے۔ چنانچہ اُس نے حلال کے ساتھ حرام اور بھلائیوں کے ساتھ برائیاں اور زندگی کے ساتھ

موت اور شیرینیوں کے ساتھ تلخیاں خلط ملط کر دی ہیں اور اپنے دوستوں کے لیے اُسے بے غل و غش نہیں رکھا اور نہ دشمنوں کو دینے میں بخل کیا ہے۔ اس کی بھلائیاں بہت ہی کم ہیں اور برائیاں (جہاں چاہو) موجود۔ اس کی جمع پونجی ختم ہو جانے والی اور اس کا ملک چھن جانے والا اور اس کی آبادیاں ویران ہو جانے والی ہیں۔ بھلا اُس گھر میں خیر و خوبی ہی کیا ہو سکتی ہے جو مسمار عمارت کی طرح گر جائے، اور اُس عمر میں جو زادِ راہ کی طرح ختم ہو جائے اور اُس مدت میں جو چلنے پھرنے کی طرح تمام ہو جائے۔ جن چیزوں کی تمہیں طلب و تلاش رہتی ہے، اُن میں اللہ تعالیٰ کے فرائض کو بھی داخل کر لو اور جو اللہ نے تم سے چاہا ہے اُسے پورا کرنے کی توفیق بھی اُس سے مانگو۔ موت کا پیغام آنے سے پہلے موت کی پُکار اپنے کانوں کو سُنا دو۔ اس دنیا میں زاہدوں کے دل روتے ہیں، اگرچہ وہ ہنس رہے ہوں، اور ان کا غم و اندوہ حد سے بڑھا ہوتا ہے، اگرچہ ان (کے چہروں) سے مسرت ٹپک رہی ہو، اور اُنہیں اپنے نفسوں سے انتہائی بَیر ہوتا ہے، اگرچہ اس رزق کی وجہ سے جو انہیں میسر ہے، اُن پر رشک کیا جاتا ہو۔ تمہارے دلوں سے موت کی یاد جاتی رہی ہے اور جھوٹی اُمیدیں (تمہارے اندر) موجود ہیں۔ آخرت سے زیادہ دنیا تم پر چھائی ہوئی ہے اور وہ عقبیٰ سے زیادہ تمہیں اپنی طرف کھینچتی ہے۔ تم دینِ خدا کے سلسلہ میں ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہو، لیکن بدنیّتی اور بدظنی نے تم میں تفرقہ ڈال دیا ہے۔ نہ تم ایک دوسرے کا بوجھ بٹاتے ہو، نہ باہم پند و نصیحت کرتے ہو، نہ ایک دوسرے پر

کچھ خرچ کرتے ہو، نہ تمہیں ایک دوسرے کی چاہت ہے۔ تھوڑی سی دنیا پا کر خوش ہونے لگتے ہو، اور آخرت کے بیشتر حصہ سے بھی محرومی تمہیں غم زدہ نہیں کرتی۔ ذرا سی دُنیا کا تمہارے ہاتھوں سے نکلنا تمہیں بے چین کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ بے چینی تمہارے چہروں سے ظاہر ہونے لگتی ہے اور کھوئی ہوئی چیز پر تمہاری بے صبریوں سے آشکارا ہو جاتی ہے۔ گویا یہ دنیا تمہارا (مستقل) مقام ہے، اور دنیا کا ساز و برگ ہمیشہ رہنے والا ہے۔ تم میں سے کسی کو بھی اپنے کسی بھائی کا ایسا عیب اُچھالنے سے کہ جس کے ظاہر ہونے سے وہ ڈرتا ہے، صرف یہ امر مانع ہوتا ہے کہ وہ بھی اس کا ویسا ہی عیب کھول کر اس کے سامنے رکھ دے گا۔ تم نے آخرت کو ٹھکرانے اور دنیا کو چاہنے پر سمجھوتہ کر رکھا ہے۔ لوگوں کا دین تو یہ رہ گیا ہے کہ جیسے ایک دفعہ زبان سے چاٹ لیا جائے (یعنی صرف زبانی اقرار) اور تم تو اس شخص کی طرح (مطمئن) ہو چکے ہو کہ جو اپنے کام دھندوں سے فارغ ہو گیا ہو، اور اپنے مالک کی رضامندی حاصل کر لی ہو۔)

دنیا کے پیچھے اندھا دھند بھاگنے والوں کو روکتے ہوئے فرماتے ہیں:

''عِبَادَ اللّٰه ! اِنَّكُمْ ، وَمَا تَأْمُلُوْنَ مِنْ هٰذِهِ الدُّنْيَا اَثْوِيَاءُ۔ مُؤَجَّلُوْنَ، وَمَدِيْنُوْنَ مُقْتَضَوْنَ۔ اَجَلٌ مَّنْقُوْصٌ وَّ عَمَلٌ مَّحْفُوْظٌ۔ فَرُبَّ دَآئِبٍ مُّضَيِّعٌ وَ رُبَّ كَادِحٍ خَاسِرٌ: وَ قَدْ اَصْبَحْتُمْ فِيْ زَمَنٍ لَّا يَزْدَادُ الْخَيْرُ فِيْهِ اِلَّا اِدْبَارًا وَّ الشَّرُّ فِيْهِ اِلَّا اِقْبَالًا، وَّ لَا

الشَّیطَانُ فِیْ هَلَاكِ النَّاسِ اِلَّا طَمَعًا، فَهٰذَا اَوَانٌ قَوِیَتْ عُدَّتُهٗ وَ عَمَّتْ مَكِیْدَتُهٗ وَ اَمْكَنَتْ فَرِیْسَتُهٗ اضْرِبْ بِطَرْفِكَ حَیْثُ شِئْتَ مِنَ النَّاسِ فَهَلْ تُبْصِرُ اِلَّا فَقِیْرًا یُّكَابِدُ فَقْرًا اَوْ غَنِیًّا بَدَّلَ نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا اَوْ بَخِیْلًا اتَّخَذَ الْبُخْلَ بِحَقِّ اللّٰهِ وَفْرًا، اَوْ مُتَمَرِّدًا كَاَنَّ بِاُذُنِهٖ عَنْ سَمْعِ الْمَوَاعِظِ وَقْرًا، اَیْنَ خِیَارُكُمْ وَ صُلَحَآؤُكُمْ، وَ اَحْرَارُكُمْ، وَ سُمَحَآؤُكُمْ، وَ اَیْنَ الْمُتَوَرِّعُوْنَ فِیْ مَكَاسِبِهِمْ وَ الْمُتَنَزِّهُوْنَ فِیْ مَذَاهِبِهِمْ اَلَیْسَ قَدْ ظَعَنُوْا جَمِیْعًا عَنْ هٰذِهِ الدُّنْیَا الدَّنِیَّةِ وَ الْعَاجِلَةِ الْمُنَغِّصَةِ وَ هَلْ خُلِقْتُمْ اِلَّا فِیْ حُثَالَةٍ لَّا تَلْتَقِیْ بِذَمِّهِمُ الشَّفَتَانِ اسْتِصْغَارًا لِّقَدْرِهِمْ وَ ذَهَابًا عَنْ ذِكْرِهِمْ، فَاِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ظَهَرَ الْفَسَادُ فَلَا مُنْكِرٌ مُّغَیِّرٌ وَّ لَا زَاجِرٌ مُّزْدَجِرٌ فَبِهٰذَا تُرِیْدُوْنَ اَنْ تُجَاوِرُ و اللّٰهَ فِیْ دَارِ قُدْسِهٖ وَ تَكُوْنُوْا اَعَزَّ اَوْلِیَآئِهٖ عِنْدَهٗ ؟ هَیْهَاتَ لَا یُخْدَعُ اللّٰهُ عَنْ جَنَّتِهٖ وَ لَا تُنَالُ مَرْضَاتُهٗ اِلَّا بِطَاعَتِهٖ۔ لَعَنَ اللّٰهُ الْاٰمِرِیْنَ بِالْمَعْرُوْفِ التَّارِكِیْنَ لَهٗ، وَ النَّاهِیْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ الْعَامِلِیْنَ بِهٖ۔'' (''نہج البلاغہ'' صفحات ۳۵۹ تا ۳۶۱)

(اللہ کے بندو! تم اور تمہاری اس دنیا سے بندھی ہوئی اُمیدیں مقرر مدت

کی مہمان ہیں اور ایسے قرض دار جن سے ادائیگی کا تقاضا کیا جا رہا ہے۔ عمر ہے جو گھٹتی جا رہی ہے، اور اعمال ہیں جو محفوظ ہو رہے ہیں۔ بہت سے دوڑ دھوپ کرنے والے اپنی محنت اکارت کرنے والے ہیں، اور بہت سے سعی و کوشش میں لگے رہنے والے گھاٹے میں جا رہے ہیں۔ تم ایسے زمانہ میں ہو کہ جس میں بھلائی کے قدم پیچھے ہٹ رہے ہیں، اور برائی آگے بڑھ رہی ہے، اور لوگوں کو تباہ کرنے میں شیطان کی حرص تیز ہوتی جا رہی ہے۔ یہی وہ وقت ہے کہ اس کے (ہتھکنڈوں) کا سر و سامان مضبوط ہو چکا ہے اور اس کی سازشیں پھیل رہی ہیں اور اس کے شکار آسانی سے پھنس رہے ہیں۔ جدھر چاہو لوگوں پر نگاہ دوڑاؤ تم یہی دیکھو گے کہ ایک طرف کوئی فقیر فقر و فاقہ جھیل رہا ہے، اور دوسری طرف دولت مند نعمتوں کو کفرانِ نعمت سے بدل رہا ہے، اور کوئی بخیل اللہ کے حق کو دبا کر مال بڑھا رہا ہے، اور کوئی سرکش پند و نصیحت سے کان بند کیے پڑا ہے۔ کہاں ہیں تمہارے نیک اور صالح افراد اور کہاں ہیں تمہارے عالی حوصلہ اور کریم النفس لوگ؟ کہاں ہیں کاروبار میں (دغا و فریب سے) بچنے والے اور اپنے طور طریقوں میں پاک و پاکیزہ رہنے والے؟ کیا وہ سب کے سب اس ذلیل اور زندگی کا مزا کِر کِرا کرنے والی تیز رَو دنیا سے گزر نہیں گئے اور کیا تم ان کے بعد ایسے رذیل اور ادنیٰ لوگوں میں نہیں رہ گئے کہ جن کے مرتبہ کو پست و حقیر سمجھتے ہوئے اور ان کے ذکر سے پہلو بچاتے ہوئے ہونٹ ان کی مذمت میں بھی کھلنا گوارا نہیں کرتے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۔فساد اُبھر آیا

ہے۔ برائی کا یہ دَور ایسا ہے کہ انقلاب کے کوئی آثار نہیں، اور نہ کوئی روک تھام کرنے والا ہے جو خود بھی باز رہے۔ کیا انہی کرتوتوں سے جنت میں اللہ کا قرب حاصل کرنے اور اس کا گہرا دوست بننے کا اِرادہ ہے، ارے توبہ! اللہ کو دھوکا دے کر اُس سے جنت نہیں لی جا سکتی اِور بغیر اس کی اطاعت کے اُس کی رضا مندیاں حاصل نہیں ہو سکتیں۔ خدا اُن لوگوں پر لعنت کرے کہ جو اوروں کو بھلائی کا حکم دیں، اور خود اسے چھوڑ بیٹھیں، اور دوسروں کو بری باتوں سے روکیں، اور خود اُن پر عمل کرتے رہیں۔)

"اَیُّهَا النَّاسُ! اِنَّمَا اَنْتُمْ فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا غَرَضٌ تَنْتَضِلُ فِیْهِ الْمَنَایَا مَعَ كُلِّ جُرْعَةٍ شَرَقٌ، وَ فِیْ كُلِّ اَكْلَةٍ غَصَصٌ لَا تَنَالُوْنَ مِنْهَا نِعْمَةً اِلَّا بِفِرَاقِ اُخْرٰی وَ لَا یُعَمَّرُ مُعَمَّرٌ مِّنْكُمْ یَوْمًا مِّنْ عُمُرِهٖ اِلَّا بِهَدْمِ اٰخَرَ مِنْ اَجَلِهٖ وَ لَا تُجَدَّدُ لَهٗ زِیَادَةٌ فِیْٓ اَكْلِهٖٓ اِلَّا بِنَفَادِ مَا قَبْلَهَا مِنْ رِّزْقِهٖ، وَ لَا یَحْیٰی لَهٗ اَثَرٌ اِلَّا مَاتَ لَهٗ اَثَرٌ، وَ لَا یَتَجَدَّدُ لَهٗ جَدِیْدٌ اِلَّا بَعْدَ اَنْ یَّخْلَقَ لَهٗ جَدِیْدٌ وَّ لَا تَقُوْمُ لَهٗ نَابِتَةٌ اِلَّا وَ تَسْقُطُ مِنْهُ مَحْصُوْدَةٌ وَّ قَدْ مَضَتْ اُصُوْلٌ نَحْنُ فُرُوْعُهَا فَمَا بَقَآءُ فَرْعٍ بَعْدَ ذَهَابِ اَصْلِهٖ۔" ("نہج البلاغہ"، صفحہ ۳۸۳)

(اے لوگو! تم اس دنیا میں موت کی تیر اندازیوں کا ہدف ہو (جہاں) ہر گھونٹ کے ساتھ اچھو ہے اور ہر لقمہ میں گلوگیر پھندا ہے۔ جہاں تم ایک

نعمت اس وقت تک نہیں پاتے جب تک دوسری نعمت جدا نہ ہو جائے، اور تم میں سے کوئی زندگی پانے والا ایک دن کی زندگی میں قدم نہیں رکھتا جب تک اس کی مدتِ حیات میں سے ایک دن کم نہیں ہو جاتا اور اس کے کھانے میں کسی اور رزق کا اضافہ نہیں ہو جاتا جب تک پہلا رزق ختم نہ ہو جائے اور جب تک ایک نقش مٹ نہ جائے دوسرا نقش اُبھرتا نہیں، اور جب تک کوئی نئی چیز کہنہ و فرسودہ نہ ہو جائے، دوسری نئی چیز حاصل نہیں ہوتی، اور جب تک کٹی ہوئی فصل گر نہ جائے، نئی فصل کھڑی نہیں ہوتی۔ آباؤ اجداد گزر گئے اور ہم انہی کی شاخیں ہیں۔ جب جڑ ہی نہ رہی تو شاخیں کہاں رہ سکتی ہیں۔)

"اَیُّھَا النَّاسُ! اِنَّمَا الدُّنْیَا دَارُ مَجَازٍ وَ الْاٰخِرَۃُ دَارُ قَرَارٍ، فَخُذُوْا مِنْ مَمَرِّکُمْ لِمَقَرِّکُمْ، وَ لَا تَھْتِکُوْا اَسْتَارَکُمْ عِنْدَ مَنْ یَّعْلَمُ اَسْرَارَکُمْ۔ وَ اَخْرِجُوْا مِنَ الدُّنْیَا قُلُوْبَکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ تَخْرُجَ مِنْھَا اَبْدَانُکُمْ۔ فَفِیْھَا اخْتُبِرْتُمْ، وَ لِغَیْرِھَا خُلِقْتُمْ۔ اِنَّ الْمَرْءَ اِذَا ھَلَکَ قَالَ النَّاسُ مَا تَرَکَ وَ قَالَتِ الْمَلَآئِکَۃُ مَا قَدَّمَ۔ لِلّٰہِ اٰبَآؤُکُمْ فَقَدِّمُوْا بَعْضًا یَکُنْ لَّکُمْ قَرْضًا وَ لَا تُخْلِفُوْا کُلًّا فَیَکُوْنَ عَلَیْکُمْ کَلًّا۔" ("نہج البلاغہ"، صفحہ ۵۶۸)

(اے لوگو! یہ دُنیا گزرگاہ ہے اور آخرت جائے قرار۔ اس راہ گزر سے اپنی منزل کے لیے توشہ اُٹھا لو۔ جس کے سامنے تمہارا کوئی بھید چھپا نہیں رہ سکتا، اُس کے سامنے پردے چاک نہ کرو۔ قبل اس کے کہ تمہارے جسم دنیا

سے الگ کر دیئے جائیں، اپنے دل اس سے ہٹا لو۔ اس دنیا میں تمہیں جانچا جا رہا ہے، لیکن تمہیں پیدا دوسری جگہ کے لیے کیا گیا ہے۔ جب کوئی انسان مرتا ہے تو لوگ کہتے ہیں: کیا چھوڑ گیا ہے؟ اور فرشتے کہتے ہیں کہ اُس نے آگے کے لیے کیا سر و سامان کیا ہے؟ خدا تمہارا بھلا کرے کچھ آگے کے لیے بھی بھیجو کہ وہ تمہارے لیے ایک طرح سے (اللہ کے ذمہ) قرضہ ہوگا۔ سب کا سب پیچھے نہ چھوڑ جاؤ کہ وہ تمہارے لیے بوجھ ہوگا۔)

"فَاعْمَلُوا وَ اَنْتُمْ فِیْ نَفَسِ الْبَقَاءِ وَالصُّحُفُ مَنْشُوْرَةٌ، وَ التَّوْبَةُ مَبْسُوطَةٌ، وَ الْمُدْبِرُ یُدْعٰی، وَ الْمُسِیْٓءُ یُرْجٰی قَبْلَ اَنْ یَّخْمُدَ الْعَمَلُ وَ یَنْقَطِعَ الْمَهَلُ، وَ یَنْقَضِیَ الْاَجَلُ وَ یُسَدَّ بَابُ التَّوْبَةِ وَ تَصْعَدَ الْمَلَائِکَةُ۔

فَاَخَذَ امْرُؤٌ مِّنْ نَفْسِهٖ لِنَفْسِهٖ۔ وَ اَخَذَ مِنْ حَیٍّ لِّمَیِّتٍ، وَ مِنْ فَانٍ لِبَاقٍ، وَ مِنْ ذَاهِبٍ لِدَائِمٍ اَمْرُؤٌ خَافَ اللّٰهَ وَ هُوَ مُعَمَّرٌ اِلٰی اَجَلِهٖ، وَ مَنْظُوْرٌ اِلٰی عَمَلِهٖ، اَمْرُؤٌ لَجَّمَ نَفْسَهٗ بِلِجَامِهَا وَ زَمَّهَا بِزِمَامِهَا، فَاَمْسَکَهَا بِلِجَامِهَا عَنْ مَعَاصِی اللّٰهِ وَ قَادَهَا بِزِمَامِهَا اِلٰی طَاعَةِ اللّٰهِ۔" ("نہج البلاغہ"، صفحات ۶۳۰۔۶۳۱)

(اعمال بجالاؤ، ابھی جب کہ تم زندگی کی فراخی و وسعت میں ہو، اعمال نامے کھلے ہوئے اور توبہ کا دامن پھیلا ہوا ہے۔ اللہ سے رُخ پھیر لینے

والے کو پکارا جا رہا ہے، اور گنہگاروں کو اُمید دلائی جا رہی ہے قبل اس کے کہ عمل کی روشنی گُل ہو جائے اور مہلت ہاتھ سے جاتی رہے اور مدت ختم ہو جائے، اور توبہ کا دروازہ بند ہو جائے اور ملائکہ آسمان پر چڑھ جائیں۔

چاہیے کہ انسان خود اپنے سے اپنے واسطے اور زندہ سے مردہ کے لیے اور فانی سے باقی کی خاطر اور جانے والی زندگی سے حیاتِ جاودانی کے لیے نفع و بہبود حاصل کرے۔ وہ انسان جسے ایک مدت تک عمر دی گئی ہے اور عمل کی انجام دہی کے لیے مہلت بھی ملی ہے، اُسے اللہ سے ڈرنا چاہیے۔ مرد وہ ہے جو اپنے نفس کو لگام دے کر اور اُس کی باگیں چڑھا کر اپنے قابو میں رکھے، اور لگام کے ذریعہ اُسے اللہ کی نافرمانیوں سے روکے اور اُس کی باگیں تھام کر اللہ کی اطاعت کی طرف اُسے کھینچ لے جائے۔)

دنیاداروں کی اقسام:

مولا علیؑ نے دنیادار لوگوں کی حسبِ ذیل چار قسمیں گنوائی ہیں:

(۱) جو فساد انگیزی سے صرف اس لیے مانع ہیں کہ ان کا نفس بے وقعت ہے، اُن کی تلوار کی دھار کُند ہے، اور اُن کے پاس مال کی قلت ہے۔ ان حالات نے انہیں ترقی و بلندی حاصل کرنے سے درماندہ و عاجز کر رکھا ہے، اس لیے قناعت کے نام سے انہوں نے خود کو آراستہ کر رکھا ہے اور زاہدوں کے لباس سے اپنے آپ کو سجا رکھا ہے، حالانکہ انہیں ان چیزوں (یعنی قناعت و زہد) سے کبھی بھی لگاؤ نہیں رہا۔

(۲) جو تلوار سونتے ہوئے اعلانیہ شر پھیلا رہے ہیں، اور انہوں نے اپنے سوار اور پیادے جمع کر رکھے ہیں۔

(۳) کچھ لوگوں نے مال بٹورنے، کسی دستہ کی قیادت کرنے یا منبر پر بلند ہونے کے لیے اپنے نفسوں کو وقف کر رکھا ہے، اور دین کو تباہ و برباد کر ڈالا ہے۔ کتنا ہی برا سودا ہے کہ کوئی دنیا کو اپنے نفس کی قیمت اور اللہ کے ہاں کی نعمتوں کا بدل قرار دے لے۔

(۴) کچھ لوگ وہ ہیں جو آخرت والے کاموں سے دنیا طلبی کرتے ہیں اور یہ نہیں کرتے کہ دنیا کے کاموں سے آخرت کے لیے کچھ بنائیں۔

ایسے لوگ اپنے اوپر بڑا سکون و وقار طاری رکھتے ہیں۔ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہیں اور دامنوں کو اوپر کی طرف سمیٹتے رہتے ہیں، اور اپنے نفسوں کو اس طرح سنوار لیتے ہیں کہ لوگ اُنہیں امین سمجھ لیں۔ یہ لوگ اللہ کی پردہ پوشی سے فائدہ اٹھا کر اُس کی معصیت کرتے ہیں۔

(''نہج البلاغہ''، صفحات ۱۶۸۔۱۶۹)

اگر آپ اپنے اردگرد نظر دوڑائیں تو آپ کو مندرجہ بالا قبیل کے انسان بکثرت دکھائی دیں گے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ہویٰ و ہوس کے غلام ہیں، اور شیطان کے چنگل میں مکمل طور پر پھنسے ہوئے ہیں۔ انہیں پہچانیئے! ان سے اور ان کے ہتھکنڈوں سے خبردار رہیے! یہ آپ کو بھی بڑے ہی غیر محسوس اور غیر مرئی انداز میں اپنے دام میں پھنسا سکتے ہیں، اور آپ کے ایمان کا کباڑا کر سکتے ہیں۔

ان دنیاداروں کے برعکس جو مولا علیؑ کی اتباع میں اس دنیا سے منہ موڑے ہوئے ہیں، اُن کی پہچان مولاؑ نے یوں کرائی ہے:

''اس کے بعد تھوڑے سے وہ لوگ رہ گئے جن کی آنکھیں آخرت کی یاد اور

حشر کے خوف سے جھکی ہوئی ہیں اور اُن سے آنسو رواں رہتے ہیں۔ اُن میں کچھ تو وہ ہیں، جو دنیا والوں سے الگ تھلگ تنہائی میں پڑے ہیں، اور کچھ خوف و ہراس کے عالم میں ذلتیں سہہ رہے ہیں، اور بعض نے اس طرح چپ سادھ لی ہے کہ گویا اُن کے منہ باندھ دیئے گئے ہیں۔ کچھ خلوص سے دُعائیں مانگ رہے ہیں۔ کچھ غم زدہ و درد رسیدہ ہیں، جنہیں خوف نے گمنامی کے گوشہ میں بٹھا دیا ہے اور خشکی و درماندگی اُن پر چھائی ہوئی ہے۔ وہ ایک شور دریا میں ہیں (کہ باوجود پانی کی کثرت کے پھر وہ پیاسے ہیں) اُن کے منہ بند اور دل مجروح ہیں۔ اُنہوں نے لوگوں کو اتنا سمجھایا، بجھایا، کہ وہ اُکتا گئے، اور اتنا ان پر جبر کیا گیا کہ وہ بالکل دب گئے اور اتنے قتل کیے گئے کہ ان میں (نمایاں) کمی ہو گئی۔ اس دنیا کو تمہاری نظروں میں کیکر کے چھلکوں اور اُن کے ریزوں سے بھی زیادہ حقیر و پست ہونا چاہیے اور اپنے قبل کے لوگوں سے تم عبرت حاصل کر لو، اس کے قبل کہ تمہارے حالات سے بعد والے عبرت حاصل کریں، اور اس دنیا کی برائی محسوس کرتے ہوئے اس سے قطع تعلق کرو۔ اس لیے کہ اُس نے آخر میں ایسوں سے قطع تعلق کر لیا، جو تم سے زیادہ اس کے والہ و شیدا تھے۔"

("نہج البلاغہ"، صفحات ۱۶۹۔۱۷۰)

دُعا ہے کہ احکم الحاکمین ہمیں ان تھوڑے سے دینداروں میں شامل ہونے کی توفیق دے، اور دنیاداروں کی کثرت سے محفوظ رکھے۔

باب شانز دھم

مالِ دنیا میں مست انسانوں کی پیروی کرنا

انسان کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ مالِ دُنیا اکٹھا کرے تاکہ وہ دوسرے انسانوں کی نسبت نہ صرف معاشی اعتبار سے مضبوط ہو جائے، بلکہ محفوظ بھی ہو جائے۔ اس کوشش میں وہ دوسروں کے حقوق پر ڈاکے ڈالتا ہے، اور انہیں تہی دامن کر کے اپنی تجوریاں بھرتا ہے۔ ایسا کرتے ہوئے اُس کی آنکھیں بند رہتی ہیں کیونکہ اُن پہ "**ھل من مزید، ھل من مزید** "(اور لاؤ، اور لاؤ) کے دبیز پردے پڑے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی اس حالت کو یوں بیان فرمایا ہے:

"**اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ؕ**"(سورۃ التکاثر، آیات ۱۔۲)

(تمہیں کثرت کی خواہش نے اندھا کیے رکھا یہاں تک کہ تم نے قبریں جا دیکھیں)

وہ شئے جو انسان کی آنکھوں کو کھلنے نہ دے، وہ اُسے صراطِ مستقیم کیسے نظر آنے دے گی۔ وہ شئے جو صراطِ مستقیم کو اوجھل کر دیتی ہے، وہ ہے ہویٰ وہوس۔

بندگانِ ہویٰ وہوس کو نہ کسی نبیؑ کی بات سنائی دیتی ہے، نہ وہ کسی وصی کو خاطر میں لاتے ہیں۔ وہ تو صرف اپنے پیشرؤں کی طرح مالِ دنیا کی لوٹ کھسوٹ میں جتے رہتے ہیں۔ انبیاءؑ انہی لوگوں کے خوابیدہ نفوس کو جگانے اور مستضعفین کے

حقوق سے آگاہ کرنے کے لیے آتے رہے۔ جب خوابیدہ نفوس جاگتے ہیں تو انسان نہ صرف اپنے خالق و مالک کو پہچانتا ہے، بلکہ اپنے بھائی بندوں کے حقوق کی ادائیگی کی طرف بھی دھیان دیتا ہے۔

جو اپنے پیشرؤں کی پیروی میں ہویٰ و ہوس کی آبیاری کرتے رہتے ہیں، اور مالِ دنیا کے ارتکاز میں منہمک رہتے ہیں، ایسے لوگوں کے اعمالِ صالحہ بھی حبط ہو جاتے ہیں، اور اُن کے حصے میں سوائے خسارے کے کچھ نہیں بچتا۔ ملاحظہ فرمایئے:

”كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْآ اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّ اَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ؕ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَ خُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ٥“ (سورۃ التوبہ، آیت ۶۹)

(اُن لوگوں کی مثل جو تم سے پہلے تھے اور تم سے قوت، مال اور اولاد میں فزوں تر تھے اور انھوں نے اپنی سعی کے مطابق مال سمیٹا، اور تم نے اپنی کوشش میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ تم بھی (ان کی پیروی میں) اُنہی فضولیات میں پڑ گئے، جن میں وہ پڑے تھے۔ (اس کے نتیجے میں) اُن پیش رؤں کی طرح) نہ صرف ان لوگوں کے اعمال دنیا و آخرت میں حبط (اکارت) ہو گئے، بلکہ یہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں۔)

اللہ تعالیٰ سورۃ الکہف کی آیات ۱۰۳۔۱۰۴ میں بتلاتا ہے کہ اعمال کے اعتبار سے خسارے میں کون ہیں:

"قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًاؕ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًاo"

((اے رسولؐ!) کہہ دیجیے کہ کیا ہم تمہیں ان لوگوں کی خبر دیں جو اعمال کے لحاظ سے نہایت گھاٹے میں ہیں؟ (یہ) وہ لوگ (ہیں) جن کی دنیا کی زندگانی کی سب کوشش ضائع ہوگئی اور وہ یہی گمان کرتے رہے کہ یقیناً وہ اچھے کام کر رہے ہیں۔)

چونکہ ان لوگوں نے "آیات اللہ" (آئمۃ الہدیٰ) سے اعراض کیا اور روزِ آخرت کو بھلائے رکھا، لہٰذا انہیں شعور ہی نہیں ہو سکا کہ اس دارالعمل سے سمیٹنے کی اصل شئے ___ احسن عمل، کیا ہے؟ وہ تو صرف اس دنیا کی "متاع الغرور" کو سمیٹنے میں لگے رہے، اور گمان کرتے رہے کہ اُنہوں نے تو بڑے معرکے مارے ہیں۔ ایسے لوگوں کے اعمال چونکہ دنیا ہی میں حبط (اکارت) ہوگئے، اس لیے آخرت میں ان کے اعمال کے لیے کسی میزان کی ضرورت ہی نہیں۔ ملاحظہ فرمایئے رب العزت کا فیصلہ:

"اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًاo ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًاo" (سورۃ الکہف، آیات ۱۰۵-۱۰۶)

(یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں اور اس کی ملاقات سے انکار کیا، پس ان کے اعمال اکارت ہو گئے۔ پھر ہم ان کے لیے قیامت کے دن کوئی میزان قائم نہ کریں گے۔ یہ ان کا بدل جہنم اس لیے ہوگا کہ انہوں نے کفر کیا تھا، اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کو ٹھٹھا مخول بنا لیا تھا۔)

باب ہفدہم

یہود و نصاریٰ سے دوستی

یہودی ـــ حضرت موسیٰؑ کے پیروکار، اور نصاریٰ ـــ حضرت عیسیٰؑ کے پیروکار، کہلاتے ہیں۔ گو کہ یہودیت اور عیسائیت حضرت محمدؐ کے اعلانِ نبوت کے ساتھ ہی ختم ہو گئیں، لیکن وہ لوگ جو ان ادیانِ سابقہ سے منسلک تھے، انہوں نے حضرت محمدؐ کی مخالفت پر کمر کس لی، کیونکہ اسلام اُن کی تحریفاتِ دین کو عیاں کرتا تھا، اور رد کرتا تھا۔

یہودی:

یہودی خود کو ''خدا کے منتخب نمائندے'' سمجھتے تھے، اس لیے، اُن کے مطابق، انہیں باقی تمام خلقِ خدا پر حکمرانی کا حق ہے۔ اسی خناس نے انہیں دیگر انسانوں کے ساتھ انسانی سلوک سے پرے رکھا ہے۔

یہودیوں کی فکر اور فلسفے کو سمجھنے کے لیے ان کی مقدس کتاب تالمود (Talmud) سے چند تحریریں ملاحظہ فرمائیے:

- یہودیوں کو خدائی حق پہنچتا ہے کہ وہ غیر یہودیوں کی دولت اور اسباب کو حاصل کریں۔ خدا نے انہیں اس مقصد کے لیے منتخب کیا ہے کہ وہ غیر یہودیوں کی جان و مال پر قبضہ کر کے انہیں اپنی دسترس میں لائیں۔
- جس طرح انسان حیوان سے افضل ہوتا ہے اسی طرح یہودی کرۂ ارض کے سارے غیر یہودی ذی روح افراد پر فضیلت رکھتا ہے۔

❁ یہودیوں کو خداوند تعالیٰ نے خاص اجازت دی ہے کہ وہ ہر قرض پر سود لگائیں۔

(''خدا کے منتخب بندے''، صفحہ ۲۴)

یہودی، زیادہ تر، حضرت سام بن نوحؑ کی نسل سے ہیں۔ ان میں دہشت گردی، تخویف پسندی، اور خفیہ کارروائیوں سے اپنے دشمنوں کو تباہ کرنے کا رجحان خطرناک حد تک پایا جاتا ہے۔ مال و منال اور طاقت کے بل بوتے پر شئے کو پانا یہودیت میں روا ہے۔

باوجود اس کے کہ یہودیوں کو سدھرنے کا موقع دینے کے لیے حضرت محمدؐ نے ان کے ساتھ ''میثاقِ مدینہ'' کیا، اور یہودیوں اور مسلمانوں کو ایک اُمت قرار دیا، یہودی اسلام اور پیغمبرِؐ اسلام کے خلاف ریشہ دوانیوں سے باز نہ آئے۔

عہدِ رسالتمآبؐ میں یہودیوں کی ریشہ دوانیاں

محمد حسنین ہیکل اپنی تالیف ''حیاتِ محمدؐ'' میں لکھتے ہیں:

''یہودیوں کے تین بڑے قبیلے مدینہ منورہ میں آباد تھے:

الف۔ بنو قینقاع ــــ سب سے پہلے انہیں کو نکالا گیا۔

ب۔ بنو نضیر ــــ دوسرے نمبر پر ان کو شہر بدر کیا گیا۔

ج۔ بنو قریظہ ــــ اس فصل میں ان ہی کی تفصیلات آپ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہیں۔

اپنی حرکتوں کی وجہ سے بنو قینقاع کے بعد بنو نضیر کو بھی مدینہ منورہ سے نکال

دیا گیا۔ غزوۂ بدر ثانیہ میں ابوسفیان بدر تک آیا، مگر ناکام لوٹ گیا۔ قبائل نے بھی غزوہ غطفان اور دومتہ الجندل میں اپنی فوج کشی کا خمیازہ بھگت لیا۔ تمام واقعات کے بعد مسلمانوں کو مدینہ منورہ میں کچھ سکون ملا۔ اگرچہ تجارت کے لیے ان کا نکلنا اب بھی دشوار تھا۔ کھیتی باڑی بھی آزادی کے ساتھ کرنا قدرے محال تھا البتہ اس زمانہ میں مالِ غنیمت یا فے کی صورت جو کچھ حصہ آیا اسی پر گزر بسر کر کے زندگی کے یہ دن گزارے۔

فکرِ تحفظ

لیکن اسی دوران غم خوارِ امت مہربان و شفیقِ امت محمدؐ پر ہر وقت دشمن کی چالوں پہ نگاہ رکھے رہے۔ آپؐ نے اس سلسلہ میں چاروں طرف خبریں پہنچانے والوں کو پھیلا دیا تاکہ وقت سے پہلے مداخلت کی تیاری کی جاسکے۔ مسلمانوں کے لیے تحفظ کا اس کے سوا کوئی راستہ بھی تو نہ تھا۔ قریشِ مکہ اور مختلف قبائل نے جو ان کے خلاف قیامت برپا کر رکھی تھی، وہ بھی کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ ہر ایک رسموں میں اندھی تقلید اور جمود کے باوجود ایک بات میں سب کے سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے تھے، شہری ہوں یا بدو، سب میں ایک ہی قسم کا جمہودی نظام مروج تھا۔ لباس، عادت و اطوار، رویے اور عادتیں، بلکہ مذہب میں بھی ان میں وحدت و اتحاد تھا۔ عرب کے رہنے والے ایک دوسرے سے بہت دور رہنے کے باوجود ایک دوسرے کے اتنے قریب تھے کہ اس کی مثال دنیا کی کسی قوم میں نہیں ملتی۔

جناب محمدؐ عرب نژاد ہونے کی وجہ سے اپنے ملک کے رہنے

والوں کی نفسیات کو اچھی طرح جانتے تھے۔ ان کے کعبہ بردار ہونے کی وجہ سے جانے یہ لوگ کب مسلمانوں پر حملہ کر دیں، رسولؐ اللہ کے خیال میں یہ بات ہر وقت رہتی۔ کفارِ مکہ بدر کے مقتولین کے خون کا بدلہ لینے کے لیے ان کے خون کے پیاسے تھے۔ بنو قینقاع اور بنو نضیر کو شہر بدر کر دینے کی وجہ سے ان کے دشمن، بنو غطفان اور بنو ہذل ان سے انتقام لینے کے لیے بے قرار تھے۔ باقی قبائل بھی عصبیت کی بنا پر ایک دوسرے کی مدد میں کمر بستہ تھے۔ عرب کا ایک دشمن رسولؐ اللہ سے کئی وجوہات کی بنا پر انتقام لینے کے لیے سر ہتھیلی پر رکھ کر پھر رہا تھا۔ بعض کو یہ غم کھا رہا تھا کہ کل صرف اپنے ساتھ اللہ پر ایمان لانے کے سوا خالی ہاتھ آیا تھا، اس مقدس ذات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ منورہ میں اتنی بڑی قوت حاصل کر لی ہے کہ اطراف و جوانب کے تمام بڑے شہر اور صحرائے عرب کا ہر ایک قبیلہ اس سے مرعوب ہو چکا ہے۔

سب سے بڑا دشمن

یہودیوں کو رسولؐ اللہ سے سب سے زیادہ دشمنی اور حسد تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی عملی بصیرت کی بنا پر انہیں اس بات کا یقین تھا کہ رسولؐ اللہ کی دعوتِ توحید کے سامنے ان کی عملی قیادت کا بت زمین بوس ہونے ہی والا ہے۔ حیرت تو یہ ہے کہ نصاریٰ سے ان کا تصادم توحید کی بنا پر ہی تھا اور صدیوں سے نصاریٰ پہ غالب آنے کی امید لئے ہوئے جی رہے تھے۔ ان کو یقین تھا کہ توحید پہ قائم انسان طبعاً بلند حوصلہ اور اخلاقاً بلند مرتبہ ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مسیحیوں کی شکست انہیں کبھی بھی اپنی طرف مائل نہیں کر سکی۔

لیکن آج توحید کے دشمن نصرانیوں کے مقابلہ میں یہودیوں سے زیادہ توانا قوت داعیٔ توحید محمدؐ کا ظہور ہوا جو عالی نژادگی میں بے مثل اور دنیا کی تمام عظیم ترین شخصیتوں سے برتر ہیں۔ انہوں نے توحید کی دعوت اس عملی انداز سے پیش کی کہ سب کے دلوں میں بستی چلی گئی، جسے قبول کرنے والوں نے اپنے اندر غیر معمولی تبدیلی محسوس کی، لیکن یہودی جو توحید کے داعی کہلاتے تھے سب سے زیادہ انہوں نے رسولؐ اللہ کی سخت مخالفت کی، نتیجہ کے طور پر رسولؐ اللہ کو یہود کے قبیلہ قینقاع کو مدنیہ سے باہر نکل جانے کا حکم نافذ کرنا پڑا۔ اس قبیلہ کے بعد دوسرے یہودی قبیلے بنونضیر کی کھلم کھلا دشمنی کی وجہ سے مجبور ہو کر انہیں بھی شہر بدر کر دیا گیا۔

اب سوال یہ ہے کہ یہود کے یہ دونوں ٹولے شہر بدر ہونے کے بعد جب اپنے آبائی وطن بیت المقدس کی طرف لوٹے تو کیا اپنے دلوں میں غیض وغضب لئے بغیر چلے گئے؟ کیا اس کے ردِ عمل میں انہوں نے انتقاماً عربوں کو رسولؐ اللہ کے خلاف بھڑکانے کا فیصلہ نہ کیا ہوگا۔

بنو قریظه کی مشرکین سے فریاد

بنو قریظہ کے دلوں میں حسد اور غصہ کی چنگاریاں سلگ رہی تھیں۔ انہوں نے کفار و مشرکین کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا اور بنونضیر کے تین سرغنہ ابوالحقیق کے دو بیٹے سلام اور کنانہ؛ تیسرے، حی بن اخطب؛ چوتھا اور

پانچواں بنو وائل سے ہو دہ بن قیس، اور ابو عمارہ، ان پانچوں کا وفد قریش کے پاس مکہ پہنچا تو انہوں نے حی بن اخطب سے پوچھا: تم لوگوں کے ارادے کیا ہیں؟

حی ــــ سب خیبر اور مدینہ کے درمیان پڑاؤ ڈالے بیٹھے ہیں۔تمہاری راہ تک رہے ہیں تاکہ تمہارے ساتھ مل کر محمدؐ اور مسلمانوں پر حملہ کیا جائے۔

قریش ــــ بنوقریظہ کا کیا حال ہے؟ (یہ لوگ ابھی تک مدینہ میں تھے۔)

حی ــــ بنوقریظہ رسولؐ اللہ کو فریب دینے کے لئے ابھی تک مدینہ میں ہی موجود ہیں اور تمہارے حملہ کا انتظار کر رہے ہیں، لیکن اس وقت کفار کی مجلسِ شوریٰ کے ذہن میں یہ بات آئی کہ ہمارا اور محمدؐ کا اختلاف ایمان باللہ کی وجہ سے ہے اور ان کی دعوت کا حلقہ روز بروز مؤثر اور وسیع تر ہوتا جا رہا ہے کہیں وہ حق پر تو نہیں اور ہمارا حملہ مناسب بھی ہے، یا نہیں۔
قریشِ مکہ نے اسی خیال کے زیرِ اثر ایک اور سوال کیا:

برادرانِ یہود! آپ اہلِ کتاب کہلاتے ہیں۔اس لحاظ سے بقول تمہارے تمہیں فوقیت بھی حاصل ہے۔ ہمارے اور محمدؐ کے درمیان اختلاف کی وجہ کا بھی آپ لوگوں کو علم ہے۔آپ یہ بتایئے کہ ہمارا دین بہتر ہے، یا محمد رسولؐ اللہ کا دین بہتر ہے؟

یہودیوں نے جواب میں جھوٹ کہہ دیا: صاحبو! آپ کا دین اسلام سے بہتر ہے۔آپ لوگ حق بجانب ہیں اس پر قرآنِ حکیم کی یہ

آیات نازل ہوئیں:

''اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْکِتٰبِ یُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَ یَقُوْلُوْنَ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا ھٰٓؤُلَآءِ اَھْدٰی مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَبِیْلًا ○ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ ط وَ مَنْ یَّلْعَنِ اللّٰہُ فَلَنْ تَجِدَ لَہٗ نَصِیْرًا ○ط'' (سورۃ النساء، آیات ۵۱۔۵۲)

(بھلاتم نے ان لوگوں کونہیں دیکھا جن کو کتاب سے حصہ دیا گیا ہے کہ بتوں اور شیطان کو مانتے ہیں اور کفار کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ لوگ مومنوں کی نسبت سیدھے راستے پر ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ لعنت کرے تو تم اس کا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے۔)

مستشرقین صفائی پیش کرتے ھیں

• قریشِ مکہ بت پرستوں کے سامنے توحید کے مقابلہ میں بت پرستی کے مذہب کی تعریف کرنے والے یہودی علماء کے اس جھوٹ سے اپنے آپ کو لاتعلق ثابت کرنے کے لیے مشہور مستشرق ڈاکٹر اسرائیل ولنسفون اپنی کتاب ''تاریخ الیہود فی العرب'' میں لکھتے ہیں: ''بت پرست قریشیوں کے سامنے توحیدِ اسلامی کی مخالفت کر کے علمائے یہود نے کتنا بڑا ظلم کیا۔ انہیں توحید کے معاملہ میں ذاتی دشمنی کو فوقیت نہیں دینا چاہیے تھی کہ حقیقت اور سچائی سے ہی انحراف کرلیں۔ انہیں مشرکین کے روبرو ہرگز یہ نہیں کہنا چاہیے تھا کہ

بت پرستی توحید کے مقابلہ میں بہرحال اعلیٰ ہے، چاہے اس کے نتیجہ میں انہیں اپنی حمایت کے حصول میں ناکامی ہی کیوں نہ ہوتی۔ وہ بھول گئے کہ ان کے مورثِ اعلیٰ بنی اسرائیل نے بت پرستی کے خلاف کس طرح قوموں سے جنگیں جاری رکھیں اور توحید پھیلانے کے جرم میں ہی ان کے کتنے ہی بزرگوں کو جامِ شہادت نوش کرنا پڑا۔ ان میں سے کتنے ہی لوگ اللہ وحدہٗ لا شریک پر ایمان لانے کی وجہ سے زخمی ہوئے۔ یہود کو چاہیے تھا کہ بت پرستوں کو نیچا دکھانے کے لیے اپنی زندگی کا ایک ایک سانس لگا دیتے، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جس قدر مال و دولت دیا تھا سب کا سب اسی کی راہ میں قربان کر دیتے، مگر انہوں نے تو بت پرستوں کے عقیدہ کو سراہا۔ گویا اپنے ہی عقیدہ کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا جبکہ ان کو معلوم تھا کہ تورات میں بت پرستی کے خلاف تعلیم موجود ہے، بلکہ بت پرستوں سے نفرت اور ان کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے"۔

سازش میدانِ عمل میں

تمام دشمنانِ اسلام نے طے کیا کہ حملہ کیا جائے۔ تیاری کے لیے چند مہینوں کا وقت مقرر کر لیا گیا۔ حی بن اخطب اور اس کے دوسرے ہم سازش دوستوں نے قریشِ مکہ ہی کے ساتھ معاہدہ کافی نہ سمجھا، بلکہ مندرجہ ذیل قبیلوں کے پاس گئے:۔

غطفان قبیلہ قیس بن عیامان ، بنو مرہ ، بنو فزارہ ، اشجع ، سلیم ،

بنو سعد، بنو اسد؛

اور ان کے ہر اس شخص کے پاس گئے جس سے تعلق رکھنے والے دور یا

نزدیک کا رشتہ دار مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوا تھا۔ ہر ایک قبیلے اور ہر شخص کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا۔ ساتھ ہی یہود نے بت پرستی کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے، اور اب کے بار حملہ کے نتیجہ میں ان کو فتح کا یقین دلانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

بنو نضیر یہودی اپنے ان ارادوں میں کامیاب ہو گئے۔ چاروں طرف کفار کا سیلاب مدینہ منورہ اور صاحبِ مدینہ منورہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تاراج کرنے کے لیے امڈ آیا۔

ابوسفیان مکہ سے چار ہزار جنگجو تیغ زن لے کر نکلا جس میں تین سو کمیت گھوڑوں پر سوار تھے اور ایک ہزار ہوا کی رفتار کے ساتھ چلنے والی سانڈنیاں تھیں۔ لشکر کا علم دارالندوہ میں بیٹھ کر سیا گیا۔ بانس پر چڑھایا گیا اور عثمان بن طلحہ جس کا باپ غزوۂ بدر میں علمبرداری کے منصب پر ہی مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوا تھا، اسے علمبردار بنایا گیا۔" (صفحات 517 تا 521)

"بنو نضیر کے یہودیوں نے غطفان قبیلہ کے لوگوں سے یہ وعدہ کر رکھا تھا کہ فتح کے بعد خیبر کے سرسبز و شاداب باغات کے میووں کی پوری فصل تمہاری خدمت میں پیش ہو گی۔ بنو غطفان کے دماغوں پر یہ بھوت سوار تھا کہ فتحِ مدینہ کے بعد فخر و غرور کے ساتھ پھلوں کی بھری ہوئی ٹوکریاں بھی ان کے ساتھ ہوں گی۔

ایک طرف تو امیدوں کے انبار اور سامنے خندق حائل — جس کا عبور کرنا ان کی ہمت سے باہر۔ یہ دیکھ کر کفار کو اپنی ناکامی کا یقین ہو گیا۔ اب بنو نضیر کو یہ کھٹکا بھی لگا ہوا تھا کہ اگر قبیلہ غطفان نے سردی کی

شدت سے گھبرا کر خیبر کے پھلوں کا لالچ چھوڑ دیا، اور سرد لہروں سے جان بچانے کے لیے بھاگ گئے تو کیا ہوگا۔ کفارِ مکہ کو غزوۂ بدر میں لگے ہوئے زخم اب بھی رس رہے تھے۔ خندق اور مدینہ کے قلعوں نے ان کے زخموں پر نمک چھڑک دیا۔ حملہ آوروں کو یثرب میں رہنے والے یہودِ بنوقریظہ کی وجہ سے یہ خطرہ بھی تھا کہ ان کی طرف سے معاہدہ کے تحت مسلمانوں کی امداد میں محاصرہ کی طویل مدت تک کمی نہیں آنے پائے گی۔ کبھی ان کے دل میں یہ خیال آتا کہ حملہ سے دستبردار ہو کر لوٹ جانے میں کیا حرج ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ خیال بھی آتا کہ آج کے بعد شاید پھر کبھی اتنی فوج ہمارا ساتھ دینے کے لیے جمع نہ ہو۔

اس مرتبہ حی بن اخطب کے کہنے سے یہودی اپنے برادرانِ ملت بنوقینقاع کی بناء پر انتقام کے لیے تیار ہو گئے۔ انہوں نے سوچا اگر یہ موقع ہاتھ سے نکل گیا، اور لشکری اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے تو یہ محمدؐ کی فتحِ مبین ہوگی، جس کے بعد ہمیشہ کے لیے یہود کا کوئی ٹھکانہ نہ رہے گا۔ چنانچہ بنونضیر کے سرغنہ حی بن اخطب کے دماغ میں ایسے کئی خطرات کروٹیں لینے لگے۔ اپنا انجام سوچ کر وہ تھرتھرانے لگا۔ اس نے اپنا آخری داؤ چلنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے سوچا جس طرح بھی ہو یہودِ بنوقریظہ کو مسلمانوں کے ساتھ عہد شکنی پہ آمادہ کیا جائے۔ اگر اس میں کامیابی ہوگئی تو رسولؐ اللہ کی رسد ختم ہو جائے گی۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ فتح ہمارے قدموں میں ہوگی۔ اس خوش فہمی میں حی بن اخطب نے جب کفارِ مکہ کے سامنے اپنی تجویز پیش کی تو سب کے سب خوشی کے مارے اچھل پڑے۔

دو یہودی ملے

حی بن اخطب کے اس منصوبہ کی خبر جب بنوقریظہ کے سردار کعب بن اسد تک پہنچی تو اس نے حی بن اخطب کے واپس آنے سے پہلے اپنے قلعہ کی فصیل کا بڑا دروازہ مقفل کر دیا۔ ہر چند اسے یقین تھا کہ عہد شکنی کے بعد اگر مسلمان مغلوب ہو گئے تو تمام یہود کو بہت زیادہ فائدہ پہنچے گا مگر حملہ آوروں کی شکست بنوقریظہ کو کہیں کا نہیں رہنے دے گی۔ لیکن حی بن اخطب نے انتہائی اصرار کے بعد کعب بن اسد کو دروازہ کھولنے پر راضی کر ہی لیا۔

حی نے کعب سے کہا: کعب تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ میں نے تو تمام جہان کا بہترین لشکر جمع کر لیا ہے۔ کفار (قریش) اور بنوغطفان اپنے اپنے سرداروں کی سرکردگی میں تلواریں سونتے کھڑے ہیں۔ ان کا آپس میں عہد ہو چکا ہے کہ وہ محمدؐ اور ان کے صحابہ کرام کا اس دنیا سے نام ونشان مٹا کر ہی پیچھے ہٹیں گے۔ یہ سب سن اور دیکھ کر بھی اللہ کی شان کعب متردد تھا۔ اس نے رسولؐ اللہ کے ایفائے عہد اور صداقتِ گفتار کی تعریف کی اور کہا ان کا حسنِ اخلاق عہد شکنی میں حائل ہے۔ جاؤ تم اپنا کام کرو ــــ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارا حشر بھی خراب ہو۔

اس کورے جواب کے بعد بھی حی بن اخطب نے کعب کو منوانے کی جان توڑ کوشش کرتے ہوئے اپنے رنگ میں محمدؐ کے ہاتھوں سے یہودیوں کو پہنچنے والی تکلیفوں کو ڈرامائی انداز میں دہرایا اور کہا کہ اگر یہ لشکر ناکام ہوا تو تمہارا بھی وہی حشر ہو گا جو اس سے پہلے تمہارے یہودی بھائیوں کا ہوا ہے۔ ہوش سے کام لو ــــ حی نے حملہ آور لشکر کی تعداد اور جمعیت کی

تعریفوں کے پل باندھ دیئے اور کہا: اگر خندق ہمارے درمیان حائل نہ ہوتی تو ہم نے اب تک اپنے ارادوں میں شاندار کامیابی حاصل کر لی ہوتی۔

آخر کار کعب نرم پڑ گیا۔ اس نے پوچھا فرض کرو اگر حملہ آور نا کام لوٹے تو پھر ہمارے تحفظ کی صورت کیا ہو گی۔ حی نے کہا: ہم سب تمہارے ہی قلعہ میں آ جائیں گے، اور تمہارے ساتھ دکھ سکھ میں شریک ہوں گے۔

یہودی کی عہد شکن فطرت ابھری

کعب بن اسد میں عہد شکن فطرت نے انگڑائی لی۔ اس نے اپنے یہودی بھائی حی بن اخطب کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر تحریری معاہدہ ختم کر دیا۔ باہم وفاداری کے عہد و پیمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔'' (صفحات 523۔524)

شامتِ اعمال صورتِ نادر گرفت

''دشمنوں کے لوٹ جانے کے بعد رسولؐ اللہ کو اطمینانِ قلب نصیب ہوا تو مستقبل کا جائزہ لیا۔ یہودی جو اس مرتبہ کفار کو اور عرب قبائل کو اکسا کر لے آئے تھے، کیا وہ آئندہ بھی ایسا کر سکتے ہیں؟ یا سخت جاڑے کے موسم سے احتیاط بھی برت سکتے ہیں۔ خصوصاً بنو قریظہ کے رویہ نے آپ کا ذہن اس طرف منتقل کر دیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کفار اور غطفان میں اختلاف کی صورت پیدا نہ فرماتا اور انہوں نے کفار کو رستہ دے دیا ہوتا تو مسلمانوں کا بالکل قلع قمع ہو جاتا۔ اس وقت بنو قریظہ ہمارے دباؤ میں سہی، مگر یہ دباؤ ایسا ہے جیسے سانپ کی دم زخمی ہو گئی، اور باقی صحیح سلامت ہے۔ ایسا سانپ کسی وقت بھی ڈس سکتا ہے، اس لیے بنو قریظہ کی سرکوبی ضروری ہے۔

اعلان کر دیا گیا

رسولؐ اللہ نے اعلان کروادیا:

من کان سامعاً مطیعاً فلا یصلین البعصر الابنی القریظه

(جو شخص ہمارا وفادار ہے اسے حکم دیا جاتا ہے کہ وہ عصر کی نماز محلّہ بنوقریظہ میں ادا کرے۔)

اور اس اعلانِ عام کے ساتھ ہی علیؑ کی تحویل میں مجاہدین کا دستہ دے کر بنوقریظہ کے محلّہ میں بھجوا دیا۔ اگرچہ مجاہدین طویل محاصرہ کی وجہ سے ذہنی اور جسمانی تناؤ سے تھکے ہوئے تھے، لیکن بنوقریظہ کے معاملہ میں انہیں اپنی کامیابی کا پورا یقین تھا۔

اگرچہ دشمن مضبوط قلعوں میں محفوظ تھے۔ لیکن مجاہدین اس سے پہلے اسی طرح کے قلعوں میں بنوقریظہ کے ہراول بنونضیر کا حشر دیکھ چکے تھے۔ دونوں میں فرق تھا تو صرف اتنا کہ بنونضیر کے مقابلہ میں ان کے قلعے ذرا مضبوط تھے۔ مسلمانوں کو اب بنوقریظہ کی طرف سے گو حملہ کا خطرہ نہ تھا، کفارِ مکہ بھاگتے ہوئے سامانِ رسد اتنا چھوڑ گئے تھے کہ مجاہدین کو قلتِ رسد کی فکر ہی نہ تھی۔

محاصرہ

مجاہدین علیؑ کے پیچھے پیچھے خوش و خرم جانا شروع ہوئے، جب مطلوبہ مقام پہ پہنچے تو حی بن اخطب اور دوسرے یہودی رسولؐ اللہ کے

بارے میں بدزبانی کر رہے تھے۔ کبھی نبیؐ کو کچھ کہا جاتا، کبھی کچھ بکواس کی جاتی۔ کبھی حرمِ مطہرات کی شان میں زبانیں آلودہ کی جا رہی تھیں۔ کفار کے لشکر کی ناکام واپسی نے ان کو مخبوط الحواس بنا دیا تھا۔ وہ اپنا حشر جان چکے تھے۔ اس لیے انہوں نے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

بنو قریظہ سے سوال

اس اثناء میں نبیؐ اکرمؐ تشریف لے آئے۔ علیؓ نے آگے بڑھ کر عرض کیا: آپؐ ان کے سامنے نہ جایئے۔ آپؐ نے پوچھا کہ یہ لوگ میرے بارے میں زبان درازی کر رہے تھے؟ علیؓ نے عرض کیا: یہی بات ہے یارسولؐ اللہ۔

رسولؐ اللہ نے فرمایا: فکر نہ کرو ان میں اتنی ہمت نہیں کہ میرے روبرو بکواس کریں۔ آپؐ نے آگے بڑھ کر باآوازِ بلند کہا:

یا اخوان القردہ هل اخزاكم الله و انزل بكم نقمه

(اے بندروں کی برادری! کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ذلیل نہیں کیا؟ اور تم پر اپنا غضب نہیں بھیجا تھا۔)

یہود نے جواب دیا: **یا ابو القاسم ! ما کنت جهولا** (اے ابوالقاسم ! آپ ہماری تاریخ سے بے خبر نہیں ہیں؟) اب مجاہدین آتے جا رہے تھے، اور رسولؐ اللہ نے ان کے محاصرہ کا حکم نافذ فرما دیا۔

مسلسل پچیس روز

بنو قریظہ کا مسلسل پچیس روز تک محاصرہ رہا۔ اس درمیان میں ایک

آدھ مرتبہ ان کی طرف سے اور مجاہدین کی طرف سے تیروں کا تبادلہ ہوا، مگر بنو قریظہ کو باہر نکل کر لڑنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اب یہ لوگ گھبرا گئے، اور انہیں یقین ہو گیا کہ ایک نہ ایک دن مجاہدین ان پر قابض ہو جائیں گے، اور ہماری قلعہ بندی ہمیں موت کے کنوئیں میں دھکیل کر ہی ہمارا پیچھا چھوڑے گی۔

درخواست: بنو قریظہ نے رسولِ کریمؐ کے اپنا پاس قاصد بھیجا اور درخواست کی کہ ابولبابہؓ کو ہمارے پاس بھیج دیجئے۔ ہم صلح کے معاملہ میں ان کے ذریعہ بات چیت کرنا چاہتے ہیں۔ ابولبابہؓ قبیلہ اوس سے تھے۔ بنو قریظہ سے ان کا ذاتی معاہدہ بھی تھا۔ یہ ان کے پاس پہنچے تو یہودیوں کے بچے اور عورتیں سب ان کے اردگرد جمع ہو گئے۔ سب نے رو رو کر کہرام مچا دیا جس سے ابولبابہؓ بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ یہود نے کہا: کیا آپ کو اس بات سے اتفاق ہے کہ ہم اپنے آپ کو محمدؐ کے حوالے کر دیں؟ ابولبابہؓ نے فرمایا: میں تم سے اتفاق کرتا ہوں، اور اپنی گردن پر ہاتھ پھیر دیا۔ جس کا یہ مطلب تھا کہ اب جو چاہو کر لو تمہیں قتل ہونا ہی ہے۔ بروایتِ اربابِ سیرت بعد میں ابولبابہؓ اپنے اس اظہارِ حق پر نادم ہوئے، اور خاموش چلے آئے۔

تین مشورے

کعب بن اسد نے اپنی قوم کو تین مشورے دیئے، مگر انہوں نے ایک پر بھی آمادگی کا اظہار نہ کیا۔

پہلا مشورہ ـــــ بہتر ہے کہ آپ لوگ مسلمان ہو کر اپنی جان، مال اور اولاد کو تباہ ہونے سے بچالو۔

جواب: ہم تورات کو چھوڑ کر دوسری شریعت قبول نہیں کر سکتے۔

دوسرا مشورہ ـــــ اپنے بچوں اور عورتوں کو خود قتل کر کے مقابلہ کے لیے نکل آؤ۔ پھر جو ہو، سو ہو۔ اگر ہم ہلاک ہو گئے تو اپنی اولاد اور بیوی کی ہلاکت کا غم لے کر نہیں مریں گے۔ اگر زندہ بچ گئے تو اپنے اپنے گھروں کو پھر آباد کر لیں گے۔

جواب: اپنی اولاد اور بیویوں کو قتل کرنے کے بعد ہم زندہ بھی رہ گئے تو ہماری زندگی کا کیا فائدہ!

تیسرا مشورہ: تو پھر خود کو محمدؐ کے حوالے کر دیجیئے، لیکن ابولبابہؓ کے اس اشارے کو نہ بھولئے کہ اپنے آپ کو ان کے سپرد کرنے کے بعد حشر کیا ہوگا۔'' (صفحات 530 تا 533)

مقتل اور یہود

''جب حی بن اخطب کو جلاد کے سپرد کیا گیا تو رسولؐ اللہ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے حی بن اخطب! کیا اللہ تعالیٰ نے تم کو رسوا نہیں کیا؟

جواب ـــــ موت سے کون بچ سکتا ہے؟ جس قدر میری عمر مقرر تھی مجھے مل چکی۔ اس موت پر بھی مجھے آپ کی دشمنی کا ملال نہیں۔ اس کے بعد حی بن اخطب نے دوسروں کی طرف مخاطب ہو کر کہا: اے لوگو! اللہ کے حکم سے گھبرانا مردانگی نہیں۔ ہم بنی اسرائیل کے نصیبوں میں یہ مصیبت بھی لکھی جا چکی تھی۔

اسی طرح زبیر بن باطا قرظی کا معاملہ ہے، جس نے یومِ بعاث میں ثابت بن قیس (بن شموس خزرجی) کی جان بچائی تھی۔ آج ثابت نے حضرت سعد بن معاذ کا فیصلہ سن کر زبیر کے احسان کا بدلہ اتارنا چاہا۔ ان کی

سفارش رسولؐ اللہ سے فرمائی۔آپؐ نے زبیر کا خون معاف فرما دیا۔مگر مجرم نے کہا: میں ذمہ دار مرد ہوں۔اپنے اہل وعیال کے بغیر زندگی پسند نہیں کرتا۔ حضرت ثابت کی دوسری سفارش پر مجرم کے لڑکوں کا خون معاف کر دیا اور اس کی بیوی کو بھی آزادی دی گئی۔اب زبیر نے ان سے ابنِ اخطب،عزال بن سموال اور دوسرے قرظی سورماؤں کے بارہ میں دریافت کیا۔ان کے انجام کی تفصیل بتائی گئی تو مجرم نے کہا: آج کے دن میں احسان کا بدلہ یہ چاہتا ہوں کہ مجھے میری قوم کے پاس فوراً پہنچا دیا جائے میں اپنے دوستوں سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں جس کے لیے میں اتنا بے تاب ہوں کہ جتنا عرصہ کنوئیں میں ڈول رہ سکتا ہے اس سے بھی جلدی ان سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔مجرم کی یہ درخواست بھی قبول کر لی گئی۔

اسی طرح ایک یہودی عورت کا واقعہ قابلِ ذکر ہے۔سب کو معلوم تھا کہ مسلمان جنگوں میں عورتوں اور بچوں کو قتل نہیں کرتے تھے۔مگر آج کے دن انہیں اس یہودیہ کے خون سے ہاتھ رنگنا پڑے جس نے ایک مسلمان کے سر پر چکی کا پاٹ گرا کر اسے شہید کر دیا تھا۔'' (صفحات 534-535)

یہودی بنو قریظہ کا قتل

''دراصل بنو قریظہ کا قتل ان کے دینی پیشوا حی بن اخطب کی گردن پر ہے جو خود بھی مسلمانوں کے ہاتھوں سے قتل ہوا۔حی وہ مجرم تھا جس نے پہلے وہ معاہدہ ختم کیا جو اس نے اپنی قوم بنو نضیر کو ساتھ لے کر مدینہ سے جلاوطن ہونے پر کیا تھا،اور جس معاہدہ کی بدولت بنو نضیر میں سے ایک متنفس

بھی رسولؐ اللہ کے حکم سے قتل نہیں کیا گیا۔لیکن حی بن اخطب نے عہد شکنی کی ـــــ قریشِ مکہ کے کفار کو ابھارا ـــــ بنو غطفان کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے اکسایا۔تمام عرب میں ایک طرف سے لے کر دوسری طرف تک محمدؐ کے خلاف آگ لگا دی۔حی بن اخطب کی ان ہی سازشوں سے مسلمان اور یہودیوں کے درمیان دشمنی کا پودا پلا، بڑھا، تناور درخت بنا اور چاروں طرف پھیل گیا۔یہود کے دلوں کی حالت اسی طرح ہوگئی جیسے حضرت محمدؐ اوران کے ساتھیوں کو ملیا میٹ کیے بغیر ان کا دم گھٹ رہا ہو۔پھر تمام عرب قبائل کو مسلمانوں کے خلاف اکسانے بھڑکانے کے بعد بنو قریظہ نے عہد شکنی کا وہ نا قابلِ معافی جرم کیا، جس کی مثال عرب میں کیا، دنیا میں نہیں ملتی۔

اگر بنو قریظہ مذکورہ سازشوں کے محرک نہ ہوتے تو ان سے مسلمانوں کے الجھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔اگر یہ قلعہ بند ہوکر جنگ شروع نہ کردیتے یا اس موقع پر اپنے آپ کو اللہ کے رسولؐ کے سپرد کردیتے تو ان کی گردنیں مارے جانے کی کوئی وجہ نہ تھی۔لیکن حی بن اخطب کی فطرت میں رسولؐ اللہ سے جو دشمنی سمودی گئی تھی وہ دشمنی بنو قریظہ تک متعدی مرض بن گئی۔اس کی وجہ سے ان کے حلیف (سیّد المرسلینؐ) سعد بن معاذ کو بھی یقین ہوگیا تھا کہ اگر انہیں زندہ چھوڑ دیا گیا تو کل یہ پھر تمام عرب کو اکسا بھڑکا کر مدینہ منورہ پہ یلغار کروادیں گے۔اس لیے سعد کا یہ فیصلہ جو بظاہر ناگوار نظر آتا ہے لیکن سعد کی دانست اور یقین کے مطابق یہود کو زندہ رکھنا مسلمانوں کی پوری نسل کو ختم کروانے کے مترادف تھا۔" (صفحات 535-536)

جن یہودیوں کا نصب العین ہی آپ کی عداوت اور دشمنی تھا، وہ یہ تھے: حَیّ، ابو یاسر، سلام ابنِ مشکم، کنانہ بن الربیع، کعب بن الاشرف، عبد اللہ بن صوریا، ابنِ صلوبا، مخریق (جو بعد میں اسلام لے آیا) لبید بن اعصم۔ یہ لبید وہی ہے جس کو یہودیوں نے بھڑکا کر آپؐ پر جادو کرایا تھا۔ پھر جبریلؑ آئے اور آپؐ کو اس کے سحر کی خبر دی اور اس کے مکان کا پتہ دیا، لیکن آپؐ نے اس کو معاف کر دیا اور فرمایا: ''رہا میں تو مجھ کو اللہ نے اس کے سحر سے محفوظ رکھا اور میں اس کو برا سمجھتا ہوں کہ لوگوں کو شر پر ابھاروں''، یعنی اس کے قتل کو پسند نہیں کرتا۔

آپؐ کے شدید دشمنوں میں مالک بن الصلت بھی تھا اور یہ یہودیوں کا بڑا عالم اور ان کا سردار بھی تھا۔ ایک دن وہ کہنے لگا کہ ''اللہ نے کبھی بھی کوئی شئے انسان پر نازل نہیں کی''۔ وہ عداوتِ رسولؐ میں اتنا اندھا ہوا کہ ہمارے رسولؐ کے ساتھ جنابِ موسیٰؑ کا بھی انکار کر بیٹھا، اور قرآن کے ساتھ توریت کی بھی تردید کر دی۔

یہودیوں نے اس سے باز پرس کی اور کہا: ''یہ تم نے کیا کہا''۔ وہ بولا: ''اس نے مجھے غصہ دلایا اور غصہ کے جوش میں میرے منہ سے یہ نکل گیا''۔ یہودیوں نے بساطِ ریاست اس کے نیچے سے کھینچ لی، اور اس کی جگہ کعب بن الاشرف کو بٹھا دیا۔

علمائے یہود میں سب سے زیادہ شاس بن قیس لوگوں کو اسلام سے منحرف کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ یہ مسلمانوں سے بے حد جلتا تھا اور ان پر شدید طعنہ زنی کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ یہ انصار کے پاس سے گزرا (اس وقت انصار کے دونوں قبیلے) اوس اور خزرج باہم سر جوڑے ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔ کہاں ان دونوں قبیلوں کی وہ عداوت اور کہاں اب یہ محبت و الفت، جل ہی تو گیا، کہنے لگا قیلہ کے بیٹے

(دونوں قبیلے) متحد ہو گئے ہیں جب تک ان میں اتحاد ہے مجھے قرار کہاں! پھر ایک یہودی نو جوان سے کہا: ان کے پاس جا اور ان میں بیٹھ جا۔ پھر جنگِ بعاث کا تذکرہ چھیڑ دے یعنی اس جنگ کا قصہ چھیڑ دے جو پہلے ان میں ہو چکی تھی اور ان کے سامنے وہ رجز یہ اشعار بھی پڑھنا جو لڑتے وقت وہ پڑھتے تھے۔ اس یہودی نے ایسا ہی کیا۔ پھر وہ لوگ بھی اس ''جنگ'' پر بات کرنے لگے اور ہر ایک اپنے شاعر کے اشعار پڑھنے لگا۔ بات بڑھنے لگی، کھچاؤ شروع ہو گیا، ایک دوسرے کو جنگ کی دھمکی دینے لگا۔ ایک قبیلے نے ''یا آل الاوس''، دوسرے قبیلے نے ''یا آل الخزرج'' کا نعرہ بلند کیا، جنگ کے لیے آگے بڑھے، ہتھیاروں کو لیا، صف بندی شروع کی اور قریب تھا کہ جدال وقتال کی صورت اختیار کرے کہ آپؐ کو خبر ملی۔ آپؐ فوراً مہاجرین کی معیت میں ان کے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے: ''اے گروہِ مسلمین! اللہ اللہ (تمہارا کیا حال ہے) خدا سے ڈرو۔ تم جاہلیت کے نعرے لگانے لگے حالانکہ میں تمہارے درمیان ہوں اور تم کو اللہ نے اسلام کی ہدایت سے مشرف کیا ہے، اور امرِ جاہلیت کو برطرف کر دیا ہے۔ اس نے اسلام کے ذریعے تم کو کفر سے نجات دی، اور تمہارے درمیان رشتۂ اتحاد قائم کیا۔ کیا تم کفر کی حالت میں جس رنگ پر تھے اسی حال پر لوٹ جاؤ گے''۔

بعد میں لوگوں کو ہوش آیا اور وہ سمجھے کہ یہ وسوسۂ شیطانی اور مکرِ دشمن ہے۔ وہ روئے، اور اوس وخزرج ایک دوسرے سے بغل گیر ہوئے۔ پھر وہ سب سرِ اطاعت و سماعت جھکائے ہوئے آپ کے ساتھ ہو لیے۔ قرآن میں اسی شاس بن قیس کے بارے میں یہ آیت اُتری:

''......يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ

مَنْ آمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا" (سورۂ آلِ عمرانؑ، آیت ۹۹)

(اے اہلِ کتاب! راہِ حق میں مومنین کے کیوں سدراہ ہوتے ہو اور کج روی اختیار کرتے ہو)۔

اور انصار کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں:

"یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِیْعُوْا فَرِیْقًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ یَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ كٰفِرِیْنَ ۝ وَ كَیْفَ تَكْفُرُوْنَ وَ اَنْتُمْ تُتْلٰی عَلَیْكُمْ اٰیٰتُ اللّٰهِ وَ فِیْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ وَ مَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَ كُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝" (سورۂ آلِ عمرانؑ، آیات ۱۰۰ تا ۱۰۳)

(اے ایمان والو! اگر تم نے اہلِ کتاب کے کسی فرقہ کا بھی کہا مانا تو یاد رکھو کہ وہ تم کو ایمان لانے کے بعد پھر دوبارہ کافر بنا کے چھوڑ دیں گے اور بھلا تم کیوں کر کافر بن جاؤ گے حالانکہ تمہارے سامنے خدا کی آیتیں برابر پڑھی جاتی ہیں اور اس کا رسولؐ بھی تم میں موجود ہے اور جو شخص خدا سے وابستہ

ہو وہ یقیناً صراطِ مستقیم پر ہے۔ اے ایمان لانے والو! جو حق ہے ڈرنے کا اس طرح خدا سے ڈرو اور دینِ اسلام کے سوا کسی اور دین پر نہ مرنا۔ اللہ کی رسّی (آئمۃ الہدیٰ) کو متحدہ حیثیت سے مضبوط پکڑے رہنا اور باہم افتراق نہ پیدا کرنا اور خدا کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے تو خدا نے تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کی الفت پیدا کر دی اور تم اس کے فضل سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے اور تم تو سلگتی ہوئی آگ کے دہانہ پر کھڑے تھے اور گراہی چاہتے تھے کہ خدا نے تم کو بچا لیا۔ خدا اپنے احکام یوں ہی واضح کرتا ہے تاکہ تم راہِ راست پر آ جاؤ۔)

یہودی اکثر آپؐ سے ازراہِ مکر و عناد بہت سی چیزوں کے متعلق سوال کرتے اور وہ اس لیے پوچھتے تھے تاکہ حق کو باطل سے خلط ملط کر دیں (اور لوگوں کو دھوکا دینے کا موقع ملے)۔

ایک مرتبہ آپؐ کے پاس دو یہودی آئے اور اللہ کے اس قول "**وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسٰى تِسْعَ آيَاتٍ**" (سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۱۰۱) (ہم نے موسیٰؑ کو نو آیات عطا کیں) کی تشریح چاہی۔ آپؐ نے فرمایا: وہ نو آیات یہ ہیں:

(۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو؛

(۲) زنا نہ کرو؛

(۳) ناحق کسی کو قتل نہ کرو؛

(۴) چوری نہ کرو؛

(۵) سحر نہ کرو؛

(۶) سفارش کے لیے سلطان کے پاس نہ جاؤ؛

(۷) سود نہ کھاؤ؛

(۸) پاک دامن عورتوں پر تہمت نہ لگاؤ؛ اور

(۹) یہ خاص تمہارے لیے ہے کہ ہفتہ کے دن کسی پر حملہ نہ کرو۔

یہ سن کر ان دونوں نے آپؐ کے ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دیا اور کہا: ''ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں''۔ آپؐ نے فرمایا: ''پھر اسلام لانے سے کیا چیز مانع ہے''۔ کہا: ''ہم ڈرتے ہیں اگر ہم اسلام لے آئے تو یہودی ہمیں قتل کر دیں گے''۔

ایک مرتبہ کچھ یہودی آئے اور آپؐ سے پوچھنے لگے ''نبی کی علامت کیا ہے؟'' آپؐ نے فرمایا: ''اس کی آنکھیں سوتی ہیں، دل نہیں سوتا ہے''۔ پھر سوال کیا: ''وہ کونسا طعام تھا جو بنی اسرائیل نے توریت سے قبل اپنے اوپر حرام کر لیا تھا؟'' آپؐ نے فرمایا: ''تم کو اس ذات کی قسم جس نے موسیٰؑ پر توریت اتاری! کیا ایسا نہیں ہے کہ اسرائیل یعنی جنابِ یعقوبؑ ایک مرتبہ مرضِ شدید میں مبتلا ہوئے۔ جب آپؑ کا مرض بڑھا تو آپؑ نے نذر کی کہ اگر اللہ مجھے اس مرض سے نجات دے گا تو میں محبوب ترین مشروب اور محبوب ترین طعام اپنے اوپر حرام کر لوں گا اور ان کے نزدیک محبوب ترین ''طعام'' اونٹ کا گوشت اور ''مشروب'' اونٹ کا دودھ تھا''۔ انہوں نے کہا: ''ہاں، ایسا ہی ہے''۔

ایک مرتبہ یہودی کہنے لگے: ''اس شخص کو عورتوں سے شادی کے سوا کوئی کام ہی نہیں۔ اگر یہ نبی ہوتا جیسا کہ اس کا خیال ہے تو نبوت اس کو 'عورتوں' سے روک دیتی''۔ اس وقت یہ آیت اُتری: ''**وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً**'' (سورۃ الرَّعد، آیت ۳۸) (تمہارے پہلے ہم

نے رسولؐ بھیجے جن کے ازواج بھی تھے اور اہل وعیال بھی)۔

یہودیوں کی شرارتوں میں اوس وخزرج کے بھی کچھ لوگ شریک ہو گئے تھے جو درحقیقت اپنے آبائی دین شرک وتکذیبِ نبوت پر قائم تھے، لیکن اس لیے کہ اسلام سب پر غالب آچکا تھا، اور تقریباً ان کی ساری قوم مسلمان ہو چکی تھی لہٰذا وہ قتل سے بچنے کے لیے مسلمان بن گئے تھے، لیکن باطن میں ان کی دلی ہمدردیاں یہودیوں کے ساتھ تھیں، اور یوں وہ مسلمانوں میں نظر آتے تھے۔ انہیں لوگوں کو منافق کہا جاتا تھا۔ بعض لوگوں نے تو یہاں تک کہا ہے کہ رسولِ کریمؐ کے دور میں منافقین کی تعداد تین سو تک پہنچ گئی تھی ۔ اُنہیں منافقین میں عبداللہ بن اُبی ابنِ سلول بھی تھا جو منافقین کا سردار تھا۔ اس کے نفاق کی شہرت اس قدر تھی کہ اس کا شمار ''صحابہ'' میں نہیں کیا گیا۔

عبداللہ بن ابیّ مدینہ کے عظیم الشان معزز لوگوں میں سے تھا اور رسولؐ کے مدینہ میں آنے سے پہلے اہلِ مدینہ نے اس کے لیے پتھر کے نگینوں کا ایک ہار بھی اس خیال سے بنایا تھا کہ اس کو تاج کے طور پر اس کے سر پر باندھ دیا جائے اور اس کو بادشاہ بنا دیا جائے۔ عبداللہ خوبصورت بھرپور، تنومند، خوش بیان تھا اور یہی معنی ہیں قرآن کی اس آیت کے'' وَ اِذَ رَاَیْتَھُمْ تُعْجِبُکَ اَجْسَامُھُمْ ''(سورۃ المنافقون، آیت ۴)(اگر تم ان کو دیکھو تو ان کے جسم خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔)

ثعلبی نے لکھا ہے کہ ابنِ عباس آیہ:'' وَ اِذَا لَقُوْا الَّذِیْنَ آمَنُوْا قَالُوْا آمَنَّا وَ اِذَا خَلَوْ اِلٰی شَیَاطِیْنِھِمْ قَالُوْا اِنَّ مَعَکُمْ ''(سورۃ البقرہ، آیت ۱۴) کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ آیت عبداللہ بن اُبیّ اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں اُتری ہے۔ یہ واقعہ یوں ہوا کہ ایک مرتبہ یہ لوگ (منافقین) جا رہے

تھے کہ رسولِ کریمؐ کے چند اصحاب مل گئے۔ ابنِ اُبیؔ کہنے لگا تم لوگ دیکھتے جاؤ کس طرح میں ''ان بیوقوفوں'' کو تم سے دور کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر ابنِ اُبیؔ آگے بڑھا اور حضرت ابوبکر کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا: واہ، واہ! کیا بات ہے آپ کی! آپ ہیں سردارِ بنی تیم، بزرگِ اسلام، یارِ غار، رسولؐ خدا پر جان و مال قربان کرنے والے۔ پھر حضرت عمر کا ہاتھ پکڑا: سبحان اللہ، سبحان اللہ! آپ ہیں سردارِ بنی عدی، دینِ اسلام کے بازوِ قوی، اللہ کے رسولؐ کے لیے جان و مال قربان کرنے والے۔ پھر آگے بڑھ کر اس نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑا: مرحبا، مرحبا! رسولِؐ خدا کے برادر و داماد اور سوائے رسولؐ اللہ کے تمام بنی ہاشم کے بزرگ و سردار۔ یہ سن کر حضرت علیؑ نے فرمایا: اے عبداللہ کچھ تو اللہ سے ڈرو اور نفاق سے کام نہ لو کیونکہ بدترین مخلوق اللہ کی وہ ہے جسے ''منافقین'' کہتے ہیں۔ یہ سن کر عبداللہ کہنے لگا: چھوڑیے بھی ابوالحسن آپؑ مجھ سے یہ کہتے ہیں واللہ! جس طرح آپؑ لوگوں کا ایمان ہے، ویسا ہی ہمارا بھی ایمان اور جو حال آپؑ کی تصدیق کا ہے، وہی حال ہماری تصدیق کا ہے۔ جب صحابہ چلے گئے تو اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا، دیکھا تم نے میرا رویہ! ان سب نے اس کی تعریف کی۔ پھر مسلمانوں نے جا کر رسولِ کریمؐ سے اس کی ان باتوں کی اطلاع دی۔ اس پر یہ آیت اُتری

''وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ'' (سورۃ البقرہ، آیت ۱۴) (جب یہ لوگ ایمان والوں سے ملاقات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی مومن ہیں، اور جب وہ اپنے شیطانوں سے تخلیہ کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں)۔ آخر تک تمام آیتیں منافقین اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں اُتری ہیں۔

رسولِ کریمؐ کو مدینہ کے یہودیوں اور منافقوں سے بہت تکلیفیں پہنچیں لیکن مکہ کے مقابلہ پر یہ اذیتیں گویا کچھ نہیں تھیں۔ آپؐ مدینہ میں پہلے ہی دن سے انتہائی عزت وحفاظت اور قوت کے ساتھ تھے۔ یہود آپؐ سے خواہ مخواہ بحث ونزاع، مجادلہ ومباحثہ کرتے اور مکارانہ سوالات کرتے اور یہی تکلیف تھی جو وہ زیادہ سے زیادہ آپ کو دے سکتے تھے۔

یہودیوں نے رسالتمآبؐ سے درج ذیل جنگیں لڑیں:

(i) غزوۂ بنی قینقاع؛

(ii) غزوۂ بنی نضیر؛

(iii) غزوۂ خندق؛

(iv) غزوۂ بنی قریظہ؛

(v) غزوۂ خیبر؛ اور

(vi) غزوۂ وادی القریٰ۔

جن کے نتیجے میں شکست خوردہ یہودیوں کو جزیرہ نمائے عرب چھوڑنا پڑا، اور وہ در بدر ہوتے رہے، مگر اُن کی مکاری، عیّاری اور اسلام کے خلاف ریشہ دوانیاں جاری رہیں۔

پٹھان بھی یہودی النّسل ہیں

کہا جاتا ہے کہ پاکستان کے صوبہ سرحد (خیبر پختون خواہ) اور افغانستان میں پناہ گزیں پٹھان بھی یہودی النّسل ہیں، جو عرب سے بھاگ کر آئے تھے۔ ملاحظہ فرمائیے:

''افغان خاص پہلے یہودی بادشاہ سال یا سارل کی نسل سے ہونے کے دعویدار ہیں اور مستندات کا زوران کے سامی ماخذ کے حق میں ہے۔ پشاور

سیٹلمنٹ رپورٹ کے باب نمبر VI اور ڈاکٹر بیلیو کی ''ریسز آف افغانستان'' میں ان کی نسل کے سوال پر بحث کی گئی اور حوالے دیئے گئے ہیں۔ مسٹر تھاربرن ان کے یہودی ماخذ کی حمایت میں رقمطراز ہیں:

''خالص ترین خون والے قبائل میں کچھ مخصوص روایات بدستور ہیں: مثلاً جانور کو ذبح کر کے اس کا خون گھر کی دہلیز پر بہانا جیسی عیدِ فصح کی رسم تاکہ خدائی قہر سے محفوظ رہا جائے، اسی طرح بھینٹ کرنا، توہینِ رسالت کرنے والوں کو سنگسار کرنا، مخصوص عرصہ بعد زمین کی تقسیم کاری وغیرہ''۔ اور یہ نکتہ اٹھاتے ہیں کہ یہودی نسل کی روایت سے انکار کرنے والے بیشتر عالم افغانی لوگوں کے ساتھ کوئی ذاتی قرابت نہیں رکھتے۔ بتایا جاتا ہے کہ خاص پٹھان خود کو انڈین پٹھان (جو خاص ہے) اور غلزئی (جو غالباً ترک اور ایرانی نسل کا ملغوبہ ہے) سے ممیّز کرنے کے لیے ''بنی افغان'' اور ''بنی اسرائیل'' کہتا ہے۔ ان تینوں کی مشترکہ زبان پشتو واضح طور پر قدیم فارسی نسل ہونے کی وجہ سے آریائی ہے۔

پٹھان قوم کے ماخذ اور تشکیل دونوں کے بارے میں آراء بہت زیادہ متضاد ہیں۔ بہت سوں کا یہ خیال ہے کہ اصلی افغان اور پٹھان کے ماخذ میں کوئی فرق نہیں، تاہم یہ کہنے والے زیادہ تر ہماری سرحد کے افسر ہیں جن کا اصلی افغانوں سے واسطہ نہیں پڑا۔ تاہم میرے لیے کوئی نظریہ اپنانا ضروری تھا جس کی بنیاد پر میں قبائلی گروہ بندی کرتا۔ میں نے مسٹر بیلیو کو رہنما تسلیم کیا ہے۔ پنجاب کی سرحد کے ساتھ فرق میں افغانستان کے افغانوں سے متعلق ان کا علم (اور خصوصاً قوم کی قدیم تاریخ کا) اس مسئلے پر بات کرنے والے

کسی بھی دوسرے مستند شخص کی نسبت کافی زیادہ ہے۔ ڈاکٹر بیلیو کی رائے کے مطابق پٹھان قوم کی تشکیل اور قدیم تاریخ پر ذیل میں بات کی گئی ہے۔

بہرحال افغانوں اور خاص پٹھانوں کا ماخذ چاہے کچھ بھی ہو، لیکن جس قوم پر آج یہ دونام بلا ردو رعایت بالترتیب فارسی اور پشتو میں لاگو ہوتے ہیں، (اور جو مغرب میں ایرانی سلطنت، مشرق میں ہندوستان، شمال میں منگول اور جنوب میں بلوچ کے درمیانی پہاڑی علاقوں پر آباد ہے) اس وقت متعدد مختلف النسل قبائل پر مشتمل ہیں۔ وہ بلا استثنیٰ مسلمان ہیں اور زیادہ تر سُنّی فرقہ کے کٹر پیروکار ہیں۔ انہیں شیعوں سے نفرت ہے اور انہیں اذیتیں دیتے ہیں، یا جیسا کہ وہ خود کو رافضی (Rafazi) کہتے ہیں۔"

("پنجاب کی ذاتیں"، ڈینزل ابٹسن، صفحات 135-136)

طالبان

اسی لیے آپ دیکھتے ہیں کہ صوبہ سرحد میں یہی یہودی النسل پٹھان "طالبان" کا بظاہر اسلامی روپ دھار کر اسلامی تصورات بالخصوص تصورِ جہاد پر کاری ضربیں لگانے میں مصروف ہیں، اور ریاستِ پاکستان، جو نظریۂ اسلام پر وجود میں آئی، اس کی سلامتی اور سالمیت کے درپے ہیں۔

یہودیوں کی عالمی دہشت گردی

یہودیوں کی عالمگیر دہشت گردی پر اگر طائرانہ نظر ڈالی جائے، تو ان کی اصلیت اور بھی نکھر کر سامنے آتی ہے۔ اطہر رضوی (کینیڈا) نے یہودیوں کی دہشت

گردی کا نقشہ اپنی تصنیف ''خدا کے منتخب بندے'' میں یوں کھینچا ہے:

فلسطین میں یہودی دہشت گردی

''فلسطین میں دہشت گردی کے موجودہ غنڈے اور سفاک یہودی تھے جو اسرائیل بنتے ہی یکے بعد دیگرے اسرائیل کے وزیرِ اعظم اور وزیرِ دفاع بنے۔ برطانیہ کو ''بالفور اعلان'' کے تحت ''پال سے مال چرا کر پیٹر کو دے دینے'' کا کوئی حق یا اختیار نہیں تھا۔ برطانیہ نے اپنے استعماری دور میں اپنی تمام کالونیوں میں ملک کو کانٹ چھانٹ کر اپنی مرضی سے سرحدیں مقرر کر دیں تھیں۔ تاہم یہودی بنیادی طور پر انتہائی احسان فراموش اور ناشکری قوم واقع ہوئی ہے۔ جب برطانیہ نے یہودیوں کی فلسطین میں اندھا دھند نقل مکانی پر پابندی لگانی چاہی تو ان کے دہشت گرد حواریوں نے برطانیہ کو تختۂ مشق بنایا''۔ (صفحات ۲۴۔۲۵)

''جب برطانیہ کے عرب لیجن (Arab Legion) کے افسر نے یہودی نمائندے سے پوچھا: ''چونکہ نئے ملک میں عربوں اور یہودیوں کی مساوی تقسیم اور عرب فلسطین اور یہودی فلسطین کی قرارداد اقوامِ متحدہ میں منظور ہو چکی ہے تو آپ کے نظریے کے مطابق سارا اقتدار اور وسائل اگر اسرائیل کو دے دیئے جائیں تو کیا آپ یہ نہیں سمجھتے کہ فلسطین میں زبردست شورش اور خانہ جنگی ہوگی؟''

اس نے جواب دیا:

''Oh no. That will be fixed. A few calculated massacres will soon get

rid of them. ("A soldier with the Arabs" — Sir John Glubb)"

(نہیں، ایسا نہیں ہوگا۔ ایک دو باقاعدہ قتلِ عام کے بعد عربوں سے اسرائیل کو نجات مل جائے گی۔) (سر جان گلب)

اس سلسلے میں پہلا عربوں کا قتلِ عام دیر یاسین (Deir Yasin) میں ہوا۔ مناخم بیگن کے دہشت گرد گروہ نے ۳۵۰ عربوں کا دن دیہاڑے قتل کیا۔ دیر یاسین عربوں کا ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ یہ سانحہ بیگن کی قیادت میں اسٹرن گینگ نے کیا تھا۔ یہودیوں کی دہشت گرد جماعتیں جنھوں نے اسرائیل کے قیام سے پہلے برطانیہ اور فلسطین کے عربوں پر مظالم ڈھائے قتل وخون اور غارت گری کی، وہ تھیں:

(i) دی ہاگانا اور پال مچ گروپ (The Hagana and Palmach) جس کا سردار ڈیوڈ بن گورین تھا، جو اسرائیل بننے پر پہلا وزیرِ اعظم بنا۔

(ii) دی اِرگن زیوی لیومی گروپ (The Irgun Zvei Leeumi)

اس کا پہلا کمانڈر Vladamir Jabotinsy بنا، اور اس کی موت پر مناخم بیگن (Menachem Begin) کمانڈر بنا۔ اس سے بڑا دہشت گرد، سفاک اور کٹر یہودی اسرائیل کی تاریخ میں نہیں ملتا ہے، اور دوسروں کی طرح یہ بھی وزیرِ اعظم بنا اور اپنے دور میں امریکہ کے صدروں سے اپنے جوتے چوموائے۔

(iii) اسٹرن گینگ (Stern Gang) ـــــ یہ اِرگن سے ٹوٹ کر دہشت گردی کی جماعت بنی تھی۔ اس کا بانی ابراہام اسٹرن (Abraham Stern) تھا۔ اس کی موت پر اسحاق شامیر (Yithaq Shamir) اس کا لیڈر بنا۔ بعد میں یہ بھی اسرائیل کا ایک سفاک وزیرِ اعظم بنا۔

اسرائیلی دہشت پسندوں کی مقبولیت ہالی وڈ میں دن بدن فروغ پا رہی تھی۔ اسی زمانے میں ہالی وڈ کے مشہور پروڈیوسر بین ہیکٹ (Ben Hecht) نے فلسطین کے دہشت گردوں کے نام ایک کھلا خط لکھا جو اخباروں میں چھپا:

''امریکہ کے یہودی تمہارے ساتھ ہیں۔ تم سب ہمارے ہیرو ہو، چودہ سو سال یورپ کے ہر ملک نے تمہیں ٹھوکر لگائی۔ اس مرتبہ تم برطانیہ پر ٹھوکر لگاؤ، ہر مرتبہ جو تم بمباری کر کے برطانوی دستے، جیل، ٹرین، بینک کو تباہ کرتے ہو امریکہ کے یہودی اپنے دلوں میں خوشی کی تعطیل مناتے ہیں''۔

اسرائیل کے قیام سے پہلے یہودی دہشت پسندوں نے فلسطین میں جو دہشت گردی کی مثالیں چھوڑیں، لوٹ مار، خون ریزی، بمباری، ڈاکے اور شہریوں کو ہراساں کر کے ان کو ملک بدر کرنا، ان کی تفصیل طویل ہے۔ مختصر یہ کہ ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۸ء تک بیت المقدس، حیفہ، تل ابیب اور جران میں بے تحاشہ دہشت گردی کی گئی۔ چند اہم واقعات یہ ہیں۔

فلسطین کی سرکاری عمارتوں، ریڈیو اسٹیشنوں، محکمہ ٹیکس کے دفاتر، پولیس کے دفاتر، محکمہ ہجرت کا دفتر، برطانوی ہائی کمشنر کے دفتر پر درجنوں مرتبہ بمباری کی گئی، برطانوی پولیس کے افسروں کو فلسطین کے ہر بڑے شہر میں قتل کیا گیا، کبھی کبھی ان کی لاشیں درختوں پر لٹکائی گئیں۔ بیت المقدس میں بے شمار مرتبہ دوکانیں لوٹی گئیں۔ پولیس پر سنگ باری کی گئی۔ ۲۲ جولائی ۱۹۴۶ء میں حکومتِ برطانیہ کے تراسی (۸۳) سرکاری ملازموں کو کنگ ڈیوڈ ہوٹل میں بم کے ذریعے ہلاک کیا گیا۔ بے شمار مرتبہ ٹرینوں کو روک کر مسافروں کو لوٹا گیا۔ ہر بڑے شہر میں بینکوں پر ڈاکے ڈالے گئے۔ ۶ نومبر ۱۹۴۴ء کو برطانیہ کے وزیرِ حکومت (Minister of State) لارڈ مائن (Lord Moyan) کو اسٹرن گینگ کے گروہ نے قاہرہ میں قتل کیا۔ اسی سال ریل گاڑی کو پٹری سے اتروا کر سرکاری خزانے کو لوٹا گیا۔ مختلف ہوائی اڈوں کو جلا کر پروازوں کو منقطع کیا گیا۔

۹ اپریل ۱۹۴۸ء دیر یاسین کے چھوٹے سے گاؤں میں جہاں ۴۰۰ عرب رہتے تھے اس سفاکی کے ساتھ قتلِ عام کیا گیا کہ ان کی نظیر صبر اور شتابا کے قتلِ عام تک نہیں ملتی۔ ۴۰۰ کی آبادی میں تین سو پچاس مردوں، عورتوں اور بچوں کو قتل کیا گیا۔ لڑکیوں کے قتل سے پہلے ماں باپ کے سامنے آبروریزی کی گئی۔ یہ قتلِ عام اِرگن اور ہاگانا گروہوں نے مل کر کیا تھا، لیکن حملے کا سردار بیگن تھا۔

(Jewish News Letter — Wm, Zukerman,- New York) Palestine Triangle - Jacques de Rey Wier Head of Red Cross Delegation in Palestine)

اس کے علاوہ دہشت گردوں نے انگلستان اور سارے یورپ کے اخباروں کو دھمکی کے خطوط بھیجے جس کا خلاصہ تھا: ''یہودیوں کو فلسطین بلا رکاوٹ آنے دو، یا پھر خمیازہ بھگتو''۔

بہت سے اخباروں اور شخصیتوں کو لفافوں میں سر بستہ بم بھیجے گئے، جن میں ارنسٹ بیون (Ernest Bevin) اور انتھونی ایڈن (Anthony Edin) شامل ہیں۔

یہودی سربراہوں کا منصوبہ جس کا انہوں نے بہ بانگِ دہل اعلان کیا تھا وہ یہ تھا کہ ۱۹۴۸ء سے پہلے یعنی اسرائیل کے قیام سے قبل فلسطین میں زیادہ سے زیادہ یہودی منتقل ہو جائیں تاکہ اسرائیل کے استقرار پر نئے ملک میں یہودیوں کی اکثریت ہو، اور اسرائیل کے مکمل طور پر یہودی، صیہونی ملک ہونے اور کہلانے میں آسانی ہو۔ انگریزوں نے ان کی بلا رکاوٹ یورپ کے ہر کونے سے ہجرت کو روکنے کی کوشش کی، لیکن ان کی کوشش قطعی ناکام ثابت ہوئی۔ انگریزوں نے ہندوستان میں ڈیڑھ سو سال سے زیادہ حکومت کی، ان کو ڈیڑھ دو سو سال میں ہندوستانیوں نے اتنا پریشان، تنگ اور ہراساں نہیں کیا جتنا یہودیوں نے فلسطین کے

اندر فلسطین سے باہر اسرائیل کے قیام سے پہلے ۸ سے ۱۰ سال کے عرصے میں ان کا حشر کیا۔

انگریز جو دو طرفہ کھیل کھیلنے میں استاد ہے، وہ ایک غیر متوقع مخمصے میں پھنس گیا۔ ۱۹۲۰ء سے ۱۹۳۹ء تک فلسطین کے عربوں نے یہودیوں کی یلغار پر ہر ممکنہ احتجاج کیا، مزاحمت کی، بلوے کیے، جلوس نکالے۔ انگریزوں نے ایک طرف تو یہودیوں کی ہجرت پر پابندی لگانے کی کوشش کی، ساتھ ہی ایک لاکھ عربوں کو جیل میں ڈالا، اور پچاس ہزار عربوں کو موت کا سامنا کرنا پڑا۔

(''The Realities of Terrorism — Sami Hadav)

ہین برام (Hain Bram) نے اپنی کتاب ''Israel and Palestine'' میں لکھا ہے:

''جنگِ عظیم کے خاتمہ کے بعد جب فلسطین کے یہودیوں کو Holocaust (قتلِ عام) کی خبریں پہنچیں تو ان کے لیڈروں نے یہودیوں سے کہا کہ ''یہ تمہارا اخلاقی فرض ہے کہ تم اپنے بھائیوں کے خونِ ناحق کا بدلہ دوسری قوموں کے خون سے لو اور اب تم جس طرح بھی عربوں پر ظلم و ستم کرو وہ جائز و مناسب ہوگا......''

اپریل ۱۹۱۸ء میں دیریاسین کے سانحہ کے بعد دوسرے مہینے

الدوایا کے گاؤں میں ۱۰۰ عرب مرد عورتوں اور بچوں کو یہودیوں نے لاٹھیوں سے مار کر شہید کیا۔

اقوامِ متحدہ میں ۲۹ نومبر ۱۹۴۷ء کو فلسطین کی دو حصوں، دو ملکوں، دو جغرافیائی علاقوں میں تقسیم کی قرارداد پاس ہوئی۔ اس کے تحت ۱۵ مئی ۱۹۴۸ء کے دن فلسطین کا ۵۶ فیصد علاقہ یہودیوں کے قبضہ میں ہوگا، ۴۳ فیصد عربوں کو ملے گا اور ایک فیصد اقوامِ متحدہ کے عملے اور دفاتر کے لیے مختص کیا جائے گا، جو بیت المقدس شہر میں ہوگا۔ یہودیوں کی چالاکی اور مکاری پر ان کے دوست و دشمن سب قائل ہوتے ہیں۔ انہوں نے ایک دن پہلے اپنی حکومت کے قیام کا اعلان کر دیا۔ بجائے اس کے کہ وہ ''فلسطین کمیشن'' سے نئی حکومت بنانے کا حق اور اجازت دستاویزی طور پر لیتے انہوں نے ۱۴ مئی کو ملک اسرائیل کے کرۂ ارض پر نمودار ہونے کا اعلان کر دیا۔ ساتھ ہی ساتھ ۵۶ فیصد کے بجائے ۱۴ مئی کو انہوں نے ۷۰ فیصد فلسطین پر قبضہ کر لیا جس میں بیت المقدس شہر کا مغربی حصہ بھی شامل تھا۔

اسرائیل کے قیام سے یہودیوں کی دہشت گردی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ ۱۵ ستمبر ۱۹۴۸ء کو کاونٹ فوک برناڈاٹ (Count Folke Bernadotte) اور اس کے ساتھی کرنل سیرو (Col. Serot) کو جو اقوامِ متحدہ کے فلسطین (یا اسرائیل میں) نمائندے تھے، ایک ساتھ قتل کر دیا گیا۔ قتل کی وجہ صرف یہ تھی کہ برناڈاٹ نے فلسطین کے غیر منصفانہ تقسیم پر ایک رپورٹ بھجوادی تھی۔

''Jewish News Letter'' کے ایڈیٹر ولیم زکرمن

(William Zukermann) نے برناڈاٹ اور سیرو کے قتل پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ ''یہودیوں کے اقوامِ متحدہ کے نامزد نمائندوں کے حقِ وکالت کو تسلیم کرنے کی بجائے ان کو جس طرح گولی کا نشانہ بنایا ان سے ان کی اخلاقی سطح اور اقدار کے گر جانے کا شرمناک ثبوت ملتا ہے''۔

۱۱دسمبر ۱۹۴۸ء کو اقوامِ متحدہ میں قرارداد نمبر ۱۹۷(۳) پاس ہوئی جس کے تحت تمام مہاجرین جن کو جبراً فلسطین سے باہر نکالا گیا اور ان کی جائیدادوں کو ضبط کیا گیا ان سب کو اپنے گھر واپس آنے کی دعوت دی گئی۔ اس قرارداد پر آج تک کوئی عمل نہ ہوا ہے۔ اسرائیلیوں کے ملک بننے سے پہلے کی دہشت گردی اور ظلم وتشدد کی داستان اور دوسرے دور یعنی ۱۹۴۸ء سے ۱۹۶۶ء تک کی تاریخ میں اگر کوئی فرق ہے تو یہ کہ پہلا دور دہشت گرد، غنڈے، ٹھگ، مجرموں کا تھا، جو یہودی اور صیہونی تھے۔ دوسرے دور میں ان کے جرائم ہزار گنا زیادہ سنگین تھے اور یہ جرائم سرکاری سطح پر اسرائیلیوں نے کیے تھے، اور یہ ناقابلِ تلافی، ناقابلِ فراموش سفاکیاں اسرائیلی فوج نے کی تھیں۔ ہر واقعے، حادثے اور سانحے کو قلم بند کرنا غالباً ضروری نہیں ہے۔ محض چند واقعات کی تفصیل سے ان کے جرائم کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

اکتوبر ۱۹۴۸ء ــــ اقریت (Ikret) گاؤں کے سب عیسائی ساکنان کو ''تحفظ'' کے طور پر ان کے گاؤں سے نکال دیا گیا، اس وعدے کے ساتھ کہ وہ پندرہ دن کے اندر واپس کر دیئے جائیں گے۔ پندرہ دن پندرہ سال ہو گئے، اور پھر اس چھوٹے سے گاؤں کا نام ونشان بھی باقی نہ

رہا۔ عیسائیوں نے عدالت میں انصاف کی درخواست بھیجی۔ عدالت نے اسرائیلی فوج کو حکم دیا کہ وہ عیسائیوں کی واپسی کے اجازت نامے انہیں مہیا کرے۔ فوجیوں نے عدالت کے حکم کا یوں جواب دیا کہ گاؤں کا ہر گھر آگ لگا کر جلا دیا گیا، حتیٰ کہ ان کا چھوٹا سا گرجا بھی ان کی تاراجی سے نہ بچا۔

دسمبر ۱۹۴۸ء ـــــ عرب آبادی کا شہر قلقلیا فلسطین کا زرخیز ترین علاقہ تھا۔ اسرائیلیوں نے بغیر کسی مشورے اور اجازت کے اسرائیل کی سرحد کی لکیر اس طرح بدل دی کہ قلقلیا کا شہر اسرائیل کی مملکت میں آ گیا۔ اس طرح نارنگیوں اور سنگتروں اور تمام ترکاریوں کا یہ مرکز عربوں کے ہاتھوں سے نکل کر یہودیوں کے پاس چلا گیا۔ جن عربوں کو فلسطین سے نکال دیا گیا تھا، ان میں سے بہت سے افراد نے چھپ چھپا کر اپنے گھر واپس آنے کی کوشش کی۔ نیویارک ٹائمز کے مطابق اوسطاً ۵ سے ۷ عربوں کو جو سرحد پار کر کے واپس آنا چاہتے تھے، ہر ہفتے گولی سے مارا جاتا تھا۔

۱۹۵۲ء میں ۳۹۴ عرب قتل ہوئے، ۲۲۷ زخمی ہوئے اور ۲۵۹۰ کو گرفتار کیا گیا۔ اسرائیلی شاعر نیتھن آلٹرمن (Nathan Altermann) نے لیبر پارٹی کے مجلّے ''داور'' (Davar) میں لکھا: ''پیچھے کے دروازے سے چھپ کر داخل ہونے اور جعلی پاسپورٹ بنانے میں یہودی استاد ہوا کرتے تھے۔ اب ان ہی یہودیوں نے نئی اخلاقیات کے اصول ایجاد کیے ہیں''۔

۱۶ اور ۱۷ ستمبر ۱۹۵۳ء ـــــ عیسائی قصبہ ''کفر بیرم'' کا حشر اقریت کی طرح ہوا۔ فوج نے واپس ہونے کا وعدہ کر کے انہیں قصبے سے نکالا، لیکن باقاعدہ انتظام کے ساتھ اسے مسمار و منہدم کیا گیا۔

۱۰،۱۴ اکتوبر ۱۹۵۳ء ـــــ قیصبا، شیکبا اور بدریس نامی قصبوں کو (جو ویسٹ بنک میں واقع تھے) نیست و نابود کیا گیا، اور ۵۷ افراد کو قتل کیا گیا۔

۲۸،۲۹ مارچ ۱۹۵۴ء ـــــ ہنالی کا گاؤں جلایا گیا اور ۱۴ افراد کو قتل کیا گیا۔

ستمبر ۱۹۵۴ء ـــــ غازہ پر حملہ کر کے ۳۸ عربوں کو ہلاک کیا گیا۔

۳۱ اگست ۱۹۵۵ء ـــــ خان یونس اور بنی سبیلا کے شہروں پر حملہ کیا گیا۔ ۴۶ افراد ہلاک ہوئے اور ۵۰ زخمی ہوئے۔

نومبر ۱۹۵۴ء ـــــ امریکہ اور چند عرب حکومتوں کے درمیان معاشیاتی اور ثقافتی معاہدے ہونے والے تھے۔ یہودیوں نے یہ سوچ کر کہ ایسا نہ ہو کہ امریکہ اور عرب ممالک میں دوستی بڑھ جائے، ان منصوبوں کو ناکام بنانے کے لیے دو اسرائیلی ایجنٹوں کے ذریعہ قاہرہ میں امریکی لائبریری میں بموں کے ذریعہ آگ لگا دی۔

طریقہ یہ استعمال کیا گیا کہ لائبریری کی کتابوں کے بیچ میں Delayed Action "عمل بعد توقف" کے انتظام کے ساتھ بم رکھے گئے۔ دونوں یہودی پکڑے گئے۔ انہوں نے بتایا کہ وہ پیرس میں مقیم اپنے افسر کے حکم پر کارروائی کر رہے تھے، اور پیرس کے جاسوسی اور دہشت گردی کے اڈے کو موشے دایان اور پیرس (Peres) نے ہدایات دی تھیں۔

۲،۳ نومبر ۱۹۵۵ء ـــــ سینا میں صبہا کی چوکی پر اسرائیلی فوج نے حملہ کیا اور ۵۰ افراد کو ہلاک کیا، ۴۰ لوگوں کو گرفتار کیا گیا۔

۱۱،۱۲ دسمبر ۱۹۵۵ء ـــــ کوالطیبہ اور الکرسی (شام) پر اسرائیلی فوج نے دو دن مسلسل حملے کیے اور پچاس سے زیادہ افراد کو قتل کیا۔ اقوامِ متحدہ میں حسبِ

معمول ایک قرارداد کے ذریعہ اسرائیل کے جارحانہ حملے کی مذمت کی گئی۔

۱۰، ۱۱ اکتوبر ۱۹۵۶ء ــــ ویسٹ بنک کے ۳ گاؤں آفرن، بنی الیاس اور خان صوفن پر فوج نے حملہ کیا، ۴۸ لوگ شہید ہوئے اور گھروں کو جلا دیا گیا۔

۲۹ اکتوبر ۱۹۵۶ء ــــ ''کفر قاسم'' کا قتلِ عام۔ گاؤں والے شام میں اپنے کاموں سے واپس آ رہے تھے کہ یکا یک اسرائیلی فوج نے مشین گن کے ذریعہ ان پر گولیاں چلانی شروع کیں۔ ۵۱ افراد ہلاک ہوئے جن میں ۱۲ عورتیں اور ۱۰ لڑکے شامل تھے۔ سب سے کمسن لڑکے کی عمر صرف ۷ سال کی تھی۔

توفیق ایوبی نے، جو عرب اسرائیلی شہری ہے اس ہولناک حادثے کی خود تفتیش کی۔ سامر بدر نامی فلسطینی لڑکے نے، جو گولیاں چلنے پر زمین پر گر کر لیٹا رہا اور یہودی یہ سمجھے کہ وہ بھی مر چکا ہے اس طرح اس کو چھوڑ دیا، توفیق ایوبی کو بتایا کہ جب سارے عرب زمین پر گر پڑے تو کمانڈو کے افسر نے کہا: ''بس کرو یہ سب ختم ہو چکے ہیں۔ ان پر اب مزید گولیوں کو ضائع کرنا مناسب نہیں ہے''۔ شہید ہونے والی عورتوں میں فاطمہ اسارسور ۸ ماہ کی حاملہ تھی۔ دو لڑکیاں لطیفہ اور رشیقا ۱۳ برس کی تھیں۔ اسرائیلی اخبار ہیرٹز (Haaretz) نے ۱۱ اپریل ۱۹۵۷ء میں خبر چھاپی کہ وہ گیارہ افسر جنہوں نے کفر قاسم کے قتلِ عام میں حصہ لیا تھا ان کی تنخواہوں میں ۵۰ فیصد اضافہ کر دیا گیا، اور انہیں باتنخواہ مزید تعطیلات دی گئیں۔

عدالت میں جب ان پر مقدمہ چلایا گیا تو دکھاوے کے طور پر ۷ سال کی سزا ۱۰ فوجیوں کو دی گئی، اور فوجی دستے کے حاکم پر ۲ سینٹ (2 Cents) کے برابر جرمانہ کیا گیا۔ تھوڑے دنوں بعد جب مطلع صاف

ہو گیا، سارے مجرموں کو رہا کر دیا گیا۔

Jewish News Letter کے ایڈیٹر نے ۳ نومبر ۱۹۵۸ء کو اپنے اداریے میں لکھا:

''اسرائیلی حکومت کی اسرائیلی عربوں کو ذلیل و خوار کرنے کی پالیسی کا یہ نتیجہ ہے کہ ان کو یہ باور کرایا گیا ہے کہ وہ تیسرے درجے کے شہری ہیں اور فوج کو یہ ہدایات دی گئیں کہ عرب قوم صرف تمہاری دشمن ہو سکتی ہے، دوست نہیں۔ ان کو غدار سمجھو اور غدار کی جو سزا ہوتی ہے، وہ انہیں دو۔ جب تک بین گورین اسرائیل میں ملٹری حکومت کا خاتمہ نہیں کرے گا اسرائیل میں نازی سطح کے قتلِ عام ہوتے رہیں گے''۔

۲۷ اپریل کو جافہ کے اطراف کے قصبات سے ۵۰۰۰ (پانچ ہزار) عربوں کو نکال باہر کیا گیا۔ اسی دن بیت المقدس اور اس کے قرب و جوار سے ۳۰ ہزار عربوں کو شہر بدر کیا گیا۔ ۲۸ اپریل کو نصرت (Galilee) کے سارے جوان مرد عرب شہریوں کو نکال دیا گیا۔ ۳، ۴، ۵ مئی کو یہودیوں کے فوجی دستوں نے پھر گیلیلی پر حملہ کر کے اسے باقی ماندہ عربوں سے صاف کر دیا۔ ۷ مئی کو انہوں نے صفد (Safad) پر حملہ کیا، اور ۲۵ ہزار شہریوں کو مار بھگایا۔ ۱۱ مئی کو یہودی فوج نے جافہ پر قبضہ کیا۔ بعد میں اسے تل ابیب کا ایک حصہ بنا دیا گیا۔ ساتھ ہی بی سین (Beisan) پر قبضہ کیا اور جافہ سے سات ہزار اور بی سین سے ۱۵ ہزار عربوں کو نکالا گیا۔

۱۲، ۱۳ مئی کو فلسطین کے جنوب میں حملہ کیا گیا اور ۲۵ ہزار شہریوں کو اسرائیل سے باہر کر دیا۔

۱۴ مئی کو یہودی فوج نے بن عمی (Ben Ami) کی مہم شروع کی اور اقرے (Acre) سے ۳۰ ہزار شہریوں کو باہر نکالا۔

اسی دن بیت المقدس کے مختلف محلوں سے ۱۵ ہزار عرب نکالے گئے۔ ان حملوں اور ''فتوحات'' اور مقبوضات کو صیہونی اور ان کے مزید جنگِ آزادی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ نتیجے کے طور پر عربوں کو جو فلسطین کا حصہ ملنا تھا اس کے بڑے حصے پر اسرائیل کا قبضہ ہو گیا، اور باقی مصر اور اُردن کی نگرانی میں آ گیا۔ بیت المقدس کو بین الاقوامی درجہ نہیں دیا گیا، اور یہودیوں کے ساتھ جو دو ہزار سال عیسائیوں نے بے انصافی کی تھی، اور انہیں ذلیل و حقیر کیا تھا، اس کا بدلہ انہوں نے معصوم و مظلوم عربوں سے لیا۔ ۱۹۴۹ء میں بین گورین نے کہا کہ اگر ۱۹۴۸ء میں موشے دایان (Moshe Dayan) کمانڈر اِن چیف ہوتا تو اسرائیل بنتے وقت تک اسرائیل اور بھی بڑا اور عظیم ہوتا۔ تمام اعداد و شمار سامی ھداوی کی کتاب:

"The Realities of Terrorism and Retaliation"

سے حاصل کیے گئے ہیں۔ سامی ھداوی سے زیادہ معتبر مؤرخ فلسطین میں اور کوئی نہیں ہے۔

یہودی درندوں کی مذکورہ بالا جرائم سے نہ صرف فلسطینی عربوں کی ہزاروں کی تعداد میں ہلاکتیں ہوئیں، گھر جلائے گئے، مکانوں کو لوٹا گیا، لاکھوں زخمی ہوئے، بلکہ اس کے پسِ منظر میں یہودیوں کا جو مقصد تھا وہ بھی

ساتھ ساتھ پورا ہوتا گیا اور وہ یہ تھا کہ کسی نہ کسی طریقے سے زیادہ سے زیادہ عربوں کو اسرائیل سے نکال پھینکا جائے''۔ (صفحات ۲۶۔۳۵)

''اسرائیل کو دراصل اس بات سے طمانیت ہوتی ہے کہ فلسطینی ان کو اِدھر اُدھر ستائیں اس لیے کہ پھر یہودیوں کو ایک کے جواب میں ۱۰۰ کو ختم کرنے، مکان کو آگ لگانے، مکانوں پر قبضہ کرنے اور ان کو ملک سے باہر نکال پھینکنے کا موقعہ ملتا ہے۔ فلسطینیوں کی حیثیت اور حالات کے مطابق جدوجہد کے باوجود ان کے علاقوں میں ہزاروں یہودی غاصبوں کے گھر بن چکے ہیں۔ اگر وہ خاموش اور غیر متحرک رہتے تو اَب تک سارا ویسٹ بینک اور غازہ Settlers کی نوآبادیوں سے بھر جاتا۔ عیسائی اور وہ عیسائی جو صیہونی ذہنیت (Zionist Mentality) کے حامل ہیں یہودیوں کی سفا کی کو فلسطینیوں کی غیر مؤثر لیکن ناگزیر اور جائز جدوجہد کے برابر گردانتے یا Equate کرتے ہیں، میرے نزدیک یہ بے انصافی اور ریاکاری کی بدترین مثال ہے''۔ (صفحات ۴۶۔۴۷)

مصر میں یہودی دہشت گردی

''مصری جو یہودی کے ہاتھوں پٹتے پٹتے شدید احساسِ کمتری کا شکار ہو چکے تھے اس مقابلے کو اپنی تاریخ کا سنہری لمحہ کہتے ہیں۔ شام نے دوسرے دن اسرائیل پر حملہ کیا اور گولان کے کوہِ ہرمن پر قبضہ کر لیا۔ مصری فوجیوں اور یہودیوں کے درمیان اس جنگ کو جنگِ عظیم کے بعد کی سنگین ترین جنگ تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن مصریوں کی یہ ناقابلِ فراموش فتح عارضی

ثابت ہوئی، اور امریکہ نے اپنے محبوب ملک کو تازہ ترین اسلحہ بھجوائے، اور اسرائیلیوں نے مصر کی تیسری فوج (Third Army) کو نہر سویز اور سینا کے بیچ میں پھانس (Trap) لیا"۔ (صفحہ ۴۷)

لبنان میں یہودی دہشت گردی

"لبنان میں اسرائیل کے مظالم کی داستان اتنی سنگین ہے کہ یہودی صحافی جیکبو ٹیمر من (Jacobo Timermann) نے اپنی کتاب "The Longest War — Israel in Lebanon" میں لکھا: "جب لوگ اسرائیل کو نازی حکومت سے ملاتے ہیں تو وہ دراصل جنرل شیرون (Gen. Sharon) کو عزت بخشتے ہیں"۔

مطلب یہ کہ شیرون اور اس کی فوج نے جو لبنان میں مظالم کیے ہیں وہ نازیوں کے مظالم سے کہیں زیادہ سخت، سنگین اور شرمناک ہیں۔ جب بیگن نے کیمپ ڈیوڈ معاہدے پر دستخط کیے تو اس کے پسِ منظر میں لبنان بھی تھا۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ لبنان ایک ایسا عیسائی علاقہ بن جائے جس پر صد فی صد اسرائیل کا سکہ چلے اور یہ صیہونیوں کا اصل مقصد تھا کہ وہ آہستہ آہستہ پورے مشرقِ وسطیٰ کو اپنے قبضے میں لے آئیں جس کی اطلاع جنرل پیٹرک ہاروی (Gen. Patric Haruey) نے صدر روز ویلٹ کو ۱۹۴۳ء میں دی تھی۔ اب مصر کی طرف سے اسرائیل کو کوئی فکر نہیں تھی۔ شام، لبنان اور اُردن میں اسرائیل سے مقابلہ کرنے کی صلاحیت نہیں تھی۔ لبنان میں پی ایل او کے رضا کار ایک بڑی تعداد میں

تھے، جو اسرائیل کے دل میں ایک کانٹے کی طرح چبھے ہوئے تھے، اور پھر اسرائیل کمانڈر اِن چیف ایٹان (Rafeal Aitan) نے لبنان پر حملہ کی ایک نئے زاویے سے وضاحت کی تھی:

"Once I have built a weapon worth billions of dollars I must use it......"

(ایک مرتبہ جب میں نے ایک جنگ کا ہتھیار تیار کرلیا جس پر بلین ڈالر کا خرچ آیا ہے، میرے لیے ضروری ہے کہ اسے استعمال کروں)۔ (صفحات ۴۹۔۵۰)

بیروت میں یہودی دہشت گردی

"بیروت، سیدان، تریپولی، بیکا میں امریکہ کے فراہم کیے ہوئے کلسٹر بم، فاسفورس اور نیپام بم اور سمارٹ بم بچوں پر پھینکے گئے۔ سڑکوں پر چلتی ہوئی عورتوں پر Toxic گیس چھوڑی گئی اور پھر میں نہیں سمجھتا کہ نازی بھی کبھی اس سطح پر گرے ہوں۔ بچوں کے کھلونوں میں بم چھپا کر اوپر سے انہیں پھینکا گیا۔ ہزاروں بچے جلے۔ انہیں جب ہسپتال میں لایا گیا تو ہسپتال میں خون کی سپلائی بند کردی گئی۔

بیروت کی تباہی صرف ہوا سے نہیں ہوئی، بلکہ سمندر سے شیل پھینکے گئے، اور زمین سے وحشیانہ بمباری کی گئی۔ سرکاری اطلاعوں کے مطابق ۱۸۷۰۰ افراد جاں بحق ہوئے، لیکن روس کی تاس ایجنسی کے اندازے کے مطابق کم از کم ۳۰ ہزار مرد، عورتیں اور بچے ہلاک ہوئے، اور ۳۰ ہزار سے زیادہ زخمی، لنگڑے، لولے ہو گئے، یا ان کے سارے جسم جل گئے۔ اس پورے بربریت کے عرصے میں ریگن امریکہ کا صدر تھا

جس نے بیگن اور شیرون کے اسرائیل کے "تحفظ" کے مقصد سے لبنان پر حملے کو جائز قرار دیا تھا۔" (صفحہ ۵۴)

یہودیوں کے طریقہ ہائے واردات

یہودیوں کے طریقہ ہائے واردات پر روشنی ڈالتے ہوئے، اظہر رضوی "خدا کے منتخب بندے" میں لکھتے ہیں:

"یہودیوں کی ذہانت اور فراست، دانشمندی اور ذکاوت (فریب اور مکاری) کو ہر حال میں ماننا پڑتا ہے۔ انہوں نے ہر ایسے وسیلے اور ذریعہ پر جس کا انسان کو روزمرہ زندگی میں سابقہ پڑتا ہے قبضہ کر رکھا ہے۔ مثلاً آج کی دنیا میں کسی انسان کی سوچ کو (جس کے دماغ کی تختی پر کچھ نہ لکھا ہو) تربیت دینے، موڑنے، توڑنے اور مضبوط بنانے کے لیے سب سے مؤثر ہتھیار میڈیا ہے۔ نوشتہ اور مطبوعہ میڈیا یا نشری میڈیا یعنی اخبارات، رسالے، اشتہارات، ریڈیو، ٹی وی، دستاویزی فلمیں اور ہالی وڈ۔

یہودیوں نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ امریکہ کے سارے میڈیا کو یا تو خرید لیا یا زرخرید غلام بنا لیا، اس طرح کہ اگر تم ہمارے مفاد اور ہمارے نقطۂ نظر کو نہ پھیلاؤ گے تو تمہیں سارے اشتہارات کی آمدنی کو خیرباد کہنا پڑے گا۔ امریکہ میں ہر ممکنہ کام کی بنیاد اور ہر کام کا مقصد ڈالر کا حصول ہے۔ ٹی وی کے کامیاب اور مقبول پروگراموں میں ۳۰ سیکنڈ کے اشتہار (Commercial) پانچ لاکھ ڈالر تک بکتے ہیں۔ میڈیا کے بعد بینکنگ (Banking)، تعمیرات (Building Industry)، ہوٹل، ضروریاتِ زندگی کے اسٹور، اسٹاک مارکیٹ، کپڑے بنانے کے

کارخانے اور پھر سب اہم کالجوں اور یونیورسٹیوں میں یہودی اپنی آبادی کے حوالے سے انتہائی غیر مناسب تعداد میں موجود ہیں۔ ڈاکٹروں اور وکیلوں میں نسلی اوسط (On Ethnic Basis) کے لحاظ سے یہودیوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے''۔ (صفحات ۸۴۔۸۵)

''ہالی وڈ سے بڑا اور زیادہ موثر ''تصور ساز'' (Image Maker) دنیا میں کہیں اور نہیں ہے، اور ہالی وڈ کے ہر شعبے میں ہر سطح اور ہر منزل پر یہودیوں کا جس طرح قبضہ ہے، عام لوگوں کے لیے اس کا اندازہ کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ اس طرح جب ایک عام امریکی روٹی، کپڑا، مکان، تفریح، مطالعہ، سفر، سیاحت، حکومت یا مذہب کے متعلق سوچتا ہے تو اس کے ذہن کے دروازے پر ایک یہودی چوکیدار کھڑا ملتا ہے جو اسے راستہ بتاتا ہے۔ امریکہ کے سب سے بڑے اور موثر تین ٹی وی اسٹیشن ہیں ـــــ اے بی سی (ABC)، این بی سی (NBC) اور سی بی سی (CBC) اور پھر ان کے سینکڑوں ضمنی لوکل اسٹیشن ہیں جو ان سے پروگرام خریدتے ہیں۔ بغیر اشتہار کے کوئی اسٹیشن نہیں چل سکتا۔ تینوں بڑے اسٹیشنوں پر اسرائیل کی خبر کو انتہائی احتیاط سے ترتیب دیا جاتا ہے۔ اگر خبر اس نوعیت کی ہو کہ اس سے اسرائیل کی ''نیک نامی'' پر اثر پڑے تو اس کو حذف کر دیا جاتا ہے، یا پھر اسرائیل کے دفاع میں لفظ Retaliation ضرور استعمال ہوتا ہے''۔ (صفحہ ۸۵)

''امریکہ سے روزانہ ۱۷۰۰ اخبار چھپتے ہیں۔ ان کی مشترکہ اشاعت ۶۵ ملین سے زیادہ کی ہوتی ہے۔ امریکہ کی خبروں اور ایکشن (Action) کا محور نیویارک ہے۔ مشہور اخباروں ـــــ نیویارک ٹائمز اور واشنگٹن

پوسٹ، کے مالک یہودی ہیں۔ ٹی وی میں انتہائی طاقتور یہودی شخصیتیں، باربرا والٹرز (Barbara Walters)، مائیک والیس (Mike Wallace)، جارج ول (George Will)، لیزلی اسٹال (Leslie Stahl)، ٹیڈ کوپل (Tedkkoppel)، مارون کالب (Marvin Kalb)، اور پتہ نہیں کتنے اور ہیں جو اپنے عیسائی ناموں کے پیچھے بیٹھے ہیں۔ صحافیوں میں جارج ول (George Will)، (جونتن یاہو کا دوست ہے) ولیم سفائر (William Saphire)، انتھونی لوئس (Antony Lewis)، سیمور ہرش (Seymoor Hersh)، رابرٹ پیر پوائنٹ (Robert Pierpoint)، سیموئیل ہنٹنگٹن (Samuel Huntington) ہیں جو اپنے روزانہ کے کالموں سے امریکی دماغوں کو "مناسب نقطۂ خیال" سے آراستہ کرتے ہیں۔ کینیڈا اور برطانیہ کی صحافت میں یہودیوں کا بڑا اثر ورسوخ ہے۔ بی بی سی بورڈ آف گورنرز کا چیئرمین اسٹورٹ ینگ (Stuart Young) ایک یہودی تھا۔ فلیٹ اسٹریٹ یہودی دانشوروں کی ایک بڑی تعداد ہے۔ اکانومسٹ (Economist) اور گارڈین (Guardian) میں یہودی صحافی ایڈیٹوریل لکھتے ہیں۔" (صفحہ ۸۶)

"ٹورانٹو میں یہودیوں کا سب سے متعصب اخبار Sun ہے جس کا مالک اور ۷۵ فیصد اسٹاف یہودی ہے۔ کینیڈا کے اخباروں میں مسلمان، عربوں، اسلام اور بنیاد پرستی Fundamentalism اور ان کی برائیوں پر خبریں

بڑی کثرت سے چھپتی ہیں۔ لیکن اسرائیل کی نکتہ چینی کی خبر یا اداریے یا محض خبر کی سرخی پر چند گھنٹوں کے اندر یہودیوں کے احتجاجی خطوط سے اخباروں کے دفاتر بھر جاتے ہیں۔ تاہم امریکہ کے مقابلے میں کینیڈا، یہودیوں کی لابی اور ان کے دباؤ سے نسبتاً محفوظ ہے''۔ (صفحات ۸۶۔۸۷)

''میڈیا کے بعد امریکی زندگی میں جو انتہائی مؤثر اور طاقتور ادارہ ہے وہ ہالی وڈ ہے۔ ہالی وڈ میں یہودیوں کا ایسا قبضہ ہے جیسے کسی انگوٹھی میں نگینہ بیٹھا ہو۔ ہر پروڈیوسر، ہر اسٹوڈیو، ہر ڈائریکٹر، ہر ایکٹر اور کہانی لکھنے والے کو یہودیوں کی خوشنودی کو ترازو میں تول کر اپنے پروجیکٹ کا آغاز کرنا پڑتا ہے۔ ان کا اثر اتنا شدید اور غضبناک ہے کہ ان کے خلاف ایک لفظ بولتے ہوئے لوگ تھرتھراتے ہیں۔ مارلن براڈو نے (جس کو ہالی وڈ کا عظیم ترین ایکٹر اور آزاد منش شخصیت تصور کیا جاتا ہے) گزشتہ سال لیری کنگ Larry King کے روزانہ انٹرویو کے پروگرام میں دورانِ گفتگو کہہ دیا: ''ہالی وڈ پر یہودی چھائے ہوئے ہیں''۔ دوسرے دن یہودیوں نے اس کی خبر لینی شروع کی۔ اس کے سارے آزاد خیال اور انسان دوستی کے اعلیٰ خیالات رفو چکر ہو گئے۔ جیسے ہی یہودیوں نے اعلان کیا کہ اب برانڈو کو ہالی وڈ میں کوئی کام نہیں ملے گا، برانڈو صاحب روتے ہوئے (بلا مبالغہ) لاس اینجلس کے ربائی (Rabbai) کے پاس گئے اور ساری یہودی قوم سے اپنے ناقابلِ قبول برتاؤ کی معافی مانگی۔ باب ہوپ (Bob Hope) کو چھوڑ کر ہالی وڈ کے سارے کامیڈین یہودی ہیں۔ چارلی چپلن، پیٹر سیلرز، جارج برنس، جیک بنی، ڈینی کے، ملٹن برل، والٹر میتھاؤ، جیری لوئس،

ایلن کنگ، وڈی ایلن، ڈیو لیٹرمین، ریڈ بٹنس، گرا وچو مار مارکس، جیری سائنفیلڈ، بلی کرسٹل، مائیکل رچرڈز وغیرہ وغیرہ"۔ (صفحہ ۸۷)

"امریکہ کے ٹی وی پر یا پرنٹ میڈیا یعنی صحافت میں یا کسی کالم، مضمون، مقالے، اداریے یا کتاب میں آپ دنیا کے ہر خیال، ہر تصور، ہر شخصیت، ہر نظام، ہر مذہب، ہر حکومت، ہر حکمران، ہر صدر، ہر بادشاہ یا ملکہ، ہر پوپ، ہر پارٹی، ہر جماعت، ہر فرقہ، ہر ذی روح جو اس دنیا میں سانس لیتا ہے، اس پر نکتہ چینی کر سکتے ہیں، مذاق اڑا سکتے ہیں، اس کو ذلیل کر سکتے ہیں، اس کے اخباروں میں کارٹون بنا سکتے ہیں، اُس کے خلاف فلمیں بنا کر اُنہیں بدنام کر سکتے ہیں — یہ سب آزادیٔ خیال اور آزادیٔ اظہار (Freedom of Thought and Freedom of Expression) کے تحت جائز ہے اس لیے کہ یہ آزادیاں امریکی منشور کا ایک اہم حصہ ہیں۔ لیکن اگر آپ نے کسی محفل، مجلس، میٹنگ، مذاکرے کے دوران، آفس میں یا ریڈیو پر اخبار میں یا ٹی وی پر اسرائیل یا یہودیوں کو برا کہہ دیا تو خدا آپ کی مدد کرے"۔ (صفحات ۸۷۔۸۸)

عالمی یہودی تنظیمیں

مفتی ابولبابہ شاہ منصور (دیوبندی) اپنی تالیف "عالمی یہودی تنظیمیں" میں اہم یہودی تنظیموں پر یوں روشنی ڈالتے ہیں:

"دنیا میں یہودیت کے لیے کام کرنے والی تنظیمیں اور ان کی آلۂ کار تنظیمیں بے شمار ہیں جن کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے۔ ان تمام تنظیموں کی اعلیٰ

ترین باڈی کا ایک نام آسانی کے لیے تجویز کیا گیا ہے۔ آئندہ اسی کا حوالہ دیا جائے گا۔ یہ نام یہودی سازشوں پر غور کرنے والے ماہرین نے تجویز کیا ہے۔ یہودیوں کی اعلیٰ ترین تنظیم کا نام زنجری (Zinjry) ہے جو بین الاقوامی صیہونی یہودیت (Zionist International Jewry) کا مخفف ہے۔ اسی اعلیٰ ترین باڈی کے تحت بلا مبالغہ سینکڑوں یہودی تنظیمیں کام کرتی ہیں جو دنیا کے ہر گوشے میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ان تحریکوں اور تنظیموں کی ہیئت کے اعتبار سے کم از کم دس اہم قسمیں ہیں:

(1) فکری (IDEOLOGICAL)
(2) سیاسی (POLITICAL)
(3) انتظامی (ADMINISTRATIVE)
(4) معاشرتی (SOCIAL)
(5) علمی (INTELLECTUAL)
(6) سائنسی (SCIENTIFIC)
(7) ثقافتی (CULTURAL)
(8) مذہبی (RELIGIOUS)
(9) تدبیری (STRATEGIC)
(10) ترسیلی (LOGISTIC)

ان کی ذیلی تنظیموں کا تفصیلی تذکرہ سرِ دست ممکن نہیں۔ ایک امریکی مصنفہ ''لی اوبرائن'' نے صرف امریکا میں کام کرنے والی یہودی تنظیموں پر کام کیا تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو گئی۔ تاہم بطور نمونہ چار

ایسی تنظیموں، تحریکوں اور اداروں کا ذکر کیا جاتا ہے جو یا تو براہِ راست یہودیوں پر مشتمل ہیں یا جن کے تعلقات یہودیوں سے ہیں یا جنہیں یہودی کنٹرول کرتے ہیں یا جن پر یہودیوں کا اثر ہے۔ اس وقت یہ تمام تحریکیں، تنظیمیں اور ادارے بنیادی طور پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سرگرمِ عمل بلکہ برسرِ پیکار ہیں۔

1۔ براہِ راست یہودی تنظیمیں:

(1) انٹرنیشنل جیوش کانگریس (جس کے فورم سے صدر مشرف نے دورۂ امریکا کے دوران خطاب کا "اعزاز" حاصل کیا تھا۔)؛ (2) انٹرنیشنل زایونسٹ لیگ؛ (3) بیری حاہ تحریک؛ (4) بینائی موشے؛ (5) اگودت اسرائیل؛ (6) کینست اسرائیل؛ (7) لوحامی حیروت اسرائیل؛ (8) جیوش کلونیل ٹرسٹ؛ (9) جیوش لچن؛ (10) جیوش نیشنل فنڈ۔

2۔ بالواسطہ یہودی تنظیمیں:

یعنی وہ ادارے جو یہودیوں کے زیرِ اثر ہیں یا جنہیں یہودی کنٹرول کرتے ہیں۔

یہاں صرف دس مشہور اداروں کے نام دیئے جا رہے ہیں ورنہ اداروں کی کل تعداد بے حد و حساب ہے:

(1) اقوامِ متحدہ؛ (2) سلامتی کونسل؛ (3) انٹرنیشنل منی مارکیٹ؛ (4) انٹرنیشنل اسٹاک ایکسچینج؛ (5) عالمی مالیاتی فنڈ؛ (6) عالمی بینک؛ (7) انٹرنیشنل ریڈ کراس؛ (8) آکس نیم؛ (9) ایمنسٹی انٹرنیشنل؛ (10) مختلف ملٹی نیشنل کارپوریشنز۔

3۔ مسلمانوں میں مصروف کار یہودی تنظیمیں:

درج ذیل تنظیمیں مسلمانوں کا لبادہ اوڑھ کر مسلم معاشروں میں یہودی مقاصد کی تکمیل کے لیے کام کرتی ہیں:

(1) قادیانیت ؛ (2) بہائیت؛ (3) دروزیت ؛ (4) اسمٰعیلی ؛ (5) نصیری ؛ (6) مسلم ملکوں میں کام کرنے والی تمام کمیونسٹ، سوشلسٹ (SOCIALIST)، سیکولر (SECULAR)، فری تھنکنگ (FREE THINKING)، اباحی (PERMISSIVE)، ترقی پسند (PROGRESSIVE)، تعقلی (RATIONALIST)، انسانی (HUMANIST) تنظیمیں؛ (7) نام نہاد جدت پسند تحریکیں، ادارے، حلقے اور خفیہ لاجز و کلب؛ (8) اسلام کی صحیح تنظیموں اور تحریکوں میں داخل انفرادی حیثیت سے کام کرنے والے افراد اور حلقے؛ (9) مسلم معاشرے میں انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی میں ابھرنے والی تمام ''باطنی'' تحریکیں، تنظیمیں اور حلقے (اس کی تازہ ترین مثال فتنۂ گوہر شاہی ہے)؛ (10) متجددین یعنی وہ تمام جدت پسند ڈاکٹر، پروفیسر، اسکالر اور نام نہاد علاّمے و محققین جو دین کے نام پر بے دینی اور آزاد خیالی پھیلا رہے ہیں۔'' (صفحات 33 تا 35)

یہودی تنظیموں میں سب سے خطرناک ''فری میسن'' (Free Mason) ہے۔ آیئے ، اس کا تعارف اور طریقِ کار مذکورہ کتاب ''عالمی یہودی تنظیمیں'' سے مطالعہ کریں:

فری میسن

''یہودی تحریکوں، تنظیموں ، اداروں اور حلقوں کا بالتفصیل ذکر درکنار ، سرسری ذکر بھی ایک نشست میں ممکن نہیں، لہٰذا تمام سے صَرفِ نظر کرتے ہوئے صرف ایک تحریک کا ذکر کیا جاتا ہے جو ان تمام میں سب سے زیادہ خفیہ، سب سے زیادہ مؤثر اور سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ یہ تحریک ہے انٹرنیشنل فری میسنری یعنی ''بین الاقوامی فری میسن تحریک''

(INTERNATIONAL FREE MASONARY)

انٹرنیشنل فری میسنری سے مراد کوئی ایک تحریک یا تنظیم نہیں ، اس نہج پر دنیا میں سینکڑوں تحریکیں، تنظیمیں اور حلقے قائم ہیں۔فری میسن تحریک سرتاپا خفیہ تحریک ہے۔ اس کا اصل دائرہ کار اعلیٰ طبقات ہیں۔ بادشاہان ، شہزادے، امراء (موجودہ جمہوری نظام میں صدرِ مملکت، وزیرِ اعظم، فوجی افسران ، بڑی مذہبی شخصیتیں ، بڑے تاجر اور صاحبِ اثر لوگ) ان کے خاص ہدف ہوتے ہیں۔ ہر ملک میں اس کے مراکز ہیں جو ''لاج'' کہلاتے ہیں۔مختلف آزمائشوں (TESTS) سے گزرنے کے بعد ہی کسی کو لاج کا مستقل رکن بنایا جاتا ہے۔اس رکنیت کے کئی مدارج ہیں جو ''ڈگری'' کہلاتے ہیں۔ ہر''ڈگری'' کی رکنیت کے لیے کچھ شرائط ہیں اور ہر ڈگری کا رکن صرف اپنے برابر کی ڈگری والوں سے ہی ربط ضبط رکھ سکتا ہے۔اس درجہ بندی پر اس قدر سختی سے عمل کیا جاتا ہے کہ ایک ڈگری کا رکن دوسری ڈگری کے رکن کے مقاصد اور خفیہ منصوبوں سے کسی طرح آگاہ ہو

ہی نہیں سکتا۔ اونچے درجے کے اراکین کے مقاصد دوسرے اراکین سے خواہ ان کی پوری زندگی فری میسن تنظیم کے رکن کی حیثیت سے گزری ہو، انتہائی خفیہ اور راز داری میں رکھے جاتے ہیں۔

اس تنظیم کا طریقۂ کار اتنا خفیہ ہے کہ اس کے بارے میں معلوم کرنا بہت مشکل ہے۔ لاجوں کی روئدادیں غیر معمولی طور پر خفیہ اور انتہائی راز داری میں رکھی جاتی ہیں اور ان کے اراکین کے علاوہ کسی اور کو اس کی ہوا تک نہیں لگنے دی جاتی۔

بہت چھان بین کرنے کے بعد مختلف ذرائع سے جو معلومات حاصل کر کے یکجا کی جا سکی ہیں ان کے مطابق لاج کے اراکین ایک دوسرے سے خفیہ کوڈ میں بات چیت کرتے ہیں اور وہ ایک دوسرے کو اپنے خفیہ اشاروں اور خفیہ الفاظ کے ذریعہ پہچانتے ہیں۔ یہاں تک کہ اپنی برادری کے اراکین کے دروازے کھٹکھٹانے کا بھی ان کا ایک مخصوص انداز ہے اور یہ دنیا کے کسی حصے میں بھی چلے جائیں ایک دوسرے کو بہ آسانی شناخت کر لیتے ہیں۔ اگر کوئی فری میسن بیرونِ ملک سفر کرے تو اسے اپنے آدمی پہچاننے کے لیے کسی تعارف کی ضرورت نہیں ہوتی ۔ سوشل اجتماعات، جلسوں یا تقریبات میں مختلف ملکوں میں بھی یہ لوگ ایک دوسرے کو بغیر کسی دشواری اور بغیر کوئی لفظ منہ سے نکالے صرف اپنے ہاتھ یا جسم کے خفیہ اشاروں کی زبان سے پہچان جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر ان کا ایک عام اشارہ مثلث کا نشان ہے۔ اگر کسی اجنبی ماحول میں کوئی فری میسن یہ معلوم کرنا چاہے کہ وہاں اس کی برادری کے اور کتنے افراد موجود

ہیں یا کسی اجنبی ماحول میں وہ خود اپنی شناخت کرانا چاہے تو وہ صرف اپنی انگلیاں اپنے کوٹ یا واسکٹ کے بٹنوں کے درمیان رکھ کر ایک طرف اپنی انگلیوں سے مثلث بنائے اور دوسری طرف اپنے کوٹ کے دامن پر ایسی مثلث بنائے تو ''برادری'' کے تمام اراکین جو اس جگہ موجود ہوں گے اسے فوراً شناخت کرلیں گے اور انہیں ایک دوسرے سے متعارف ہونے کے لیے کوئی لفظ منہ سے نکالنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

فری میسن عام طور پر ملک کے اعلیٰ افسران کو اپنا رکن بناتے ہیں یا غیر ملکی بڑی بڑی کمپنیوں کے مالکان اور عہدیداروں کو......رکن بننے کے لیے کسی خاص رنگ، مذہب، نسل یا قومیت کی قید نہیں ہے۔ کسی بھی ملک کے مطلب کے شہریوں کو رکن بنانے کی ہمت افزائی کی جاتی ہے اور اس کے بعد مخصوص نظام اور تربیت کے ذریعے انہیں اپنے ڈھب پر لایا جاتا ہے۔

ان لوگوں کو اس طرح استعمال کیا جاتا ہے کہ انہیں یہ پتا بھی نہیں چلتا کہ انہیں کس مقصد کے لیے استعمال کیا جارہا ہے۔ برادری کے اراکین کے درمیان زبردست جذبہ، محبت اور ہمدردی پیدا کردی جاتی ہے۔ محض لاج کی رکنیت کسی سرکاری افسر کے لیے اس کا حقدار بنا دیتی ہے کہ اسے دوسرے افسران کے مقابلے میں جلدی ترقی ملے۔ یہ عین ممکن ہے کہ لاج کے اراکین میں صرف ایک آدھ یہودی ہو یا ممکن ہے کہ اس میں ایک بھی یہودی نہ ہو لیکن اس کی تنظیم اس طرز پر کی گئی ہے کہ یہ بالآخر عالمی صیہونیت کے مقاصد کی خدمت کرتی ہے۔

کسی خفیہ تنظیم کی مطلق العنانی، جسے صرف محسوس کیا جاسکتا ہے،

پسِ پردہ کام کرنے کی وجہ سے زیادہ بے ضمیر ہوتی ہے۔ یہ تنظیم خود پسِ پردہ رہ کر اپنے گماشتوں کے ذریعہ کام چلاتی ہے جنہیں حسبِ ضرورت تبدیل کیا جاسکتا ہے، ان کے چہرے بدلنے سے تنظیم کو نقصان کے بجائے الٹا فائدہ ہوتا ہے۔ مستقل تبدیلیاں کرنے کی وجہ سے کچھ لوگوں کو منظر سے ہٹا کر دوسروں کو ان کے متبادل کے طور پر لے آیا جاتا ہے۔ اس سے نئے کام کے لوگ بھی ہاتھ آتے رہتے ہیں اور پرانے کارکنوں میں اپنی جگہ برقرار رکھنے کے لیے جذبۂ مسابقت پروان چڑھتا ہے اور وہ دیا گیا ہدف پورا کرنے کے لیے پوری لگن اور دلجمعی سے کام کرتے ہیں۔

ایسی قوت کو جو نظر ہی نہ آتی ہو شکست دینا کافی مشکل ہے۔ اس تنظیم کی قوت بعینہٖ یہی ہے۔ فری میسن کے غیر یہودی افراد جنہیں علم ہی نہیں ہوتا کہ کس کے لیے کام کر رہے ہیں، اپنی لاعلمی کی وجہ سے اندھوں کی طرح یہودیوں کی خدمت اور ان کے مقاصد کی پردہ پوشی کرتے ہیں۔ اس تنظیم کے طویل المیعاد منصوبے، اصل اہداف یہاں تک کہ تنظیم کے مرکز کا محلِ وقوع تک ان لوگوں کے لیے ایک نامعلوم سربستہ معمّہ ہی رہتا ہے''۔ (صفحات 63 تا 65)

فری میسنری سے متعلق چند مشہور ادارے

''یہ اسلام آباد کا ایک درمیانے درجے کا ہوٹل ہے۔ اس میں کچھ علمائے کرام ٹھہرے ہوئے ہیں۔ بندہ ان سے ملاقات کی غرض سے جاتا ہے تو استقبالیہ کے ساتھ دیوار پر موجود ایک مخصوص علامت کو دیکھ کر ٹھٹک

جاتا ہے۔ ساتھیوں کا اصرار ہے کہ شاہ صاحب دیر ہو رہی ہے۔ یوں داخلی دروازے کے پاس کھڑا ہونا ٹھیک نہیں ہے۔ بندہ کو اس کا احساس ہے کہ ساتھی انتظار کر رہے ہیں۔ یوں بیچ راہ کے کھڑے ہونا اور کسی چیز کو تاڑنا صحیح نہیں ہے، آداب کے منافی ہے، مگر اس کا کیا کیجئے کہ جس چیز پر نظر ٹھہری ہوئی ہے وہیں جم کر رہ گئی ہے اور بندہ کے ذہن میں اسے دیکھ کر بہت سی چیزوں نے گردش شروع کر دی ہے۔ تعجب اور افسوس کے ملے جلے جذبات نے قدم روک لیے ہیں۔ دیوار پر ایک خصوصی قسم کا پہیہ بنا ہوا تھا۔ اس پر انگلش میں درج تھا: ''روٹری کلب انٹرنیشنل، منگل، شام پانچ تا آٹھ بجے۔'' قارئین میں سے بہت سوں کو اس نام میں کوئی خاص بات محسوس نہ ہوئی ہو گی۔ بہت سے اس کے بارے میں اجمالاً جانتے ہوں گے۔ بہت سے تفصیل سے جاننے کے خواہش مند ہوں گے تو آج کی محفل فری میسن کی اس ذیلی تنظیم اور اس جیسی اور دوسری تنظیموں کے لیے خاص ہے۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

فری میسنری کی مشہور ذیلی تنظیموں میں زیادہ مشہور روٹری انٹرنیشنل (Rotary International)، لائنز کلب اور این جی اوز ہیں۔ ان کے ممبروں کا کہنا ہے کہ یہ خالصتاً فلاحی نوعیت کی تنظیمیں ہیں اور سماجی بہبود کے لیے کام کرتی ہیں لیکن ان اداروں کے متعلق عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ فری میسن ادارے ہیں۔ ہم جانبین کے اس الزام اور جوابِ الزام پر بحث کرنے سے پہلے ان کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں اور اس کے لیے ہم اسلامک اسٹڈی فورم راولپنڈی کی فری میسنری پر

شائع کردہ جناب بشیر احمد کی کتاب سے استفادہ کریں گے جس پر ہم ان کے شکر گزار ہیں۔

(1) روٹری انٹرنیشنل (Rotary International):

روٹری انٹرنیشنل ایک بین الاقوامی تنظیم ہے جس میں اعلیٰ صنعت کار، تاجر، ڈاکٹر، وکیل وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔ اس کا بانی امریکا کا ایک وکیل پال ہیرس (Paul Harris) تھا۔ اس نے اپنے تین ساتھیوں کے ساتھ 1905ء میں اس کی بنیاد رکھی اور شکاگو میں اس کی پہلی میٹنگ بلائی۔ روٹری کے کلب تمام دنیا میں قائم ہیں۔ اس کا پہلا ہیڈ کوارٹر ایونسٹن الی نائے امریکا میں ہے۔ 1997ء میں روٹری کلبوں کی کل تعداد 28736 تھی جو 157 ملکوں میں قائم تھے۔ اس کے ممبران کی کل تعداد 12 لاکھ کے لگ بھگ ہے جو ملٹی نیشنل کمپنیوں کے ڈائریکٹروں، سرمایہ داروں اور بین الاقوامی پیشہ ورانہ تنظیموں کے اراکین پر مشتمل ہے۔ اس کا مقولہ ہے ''وسعت حاصل کرو تاکہ بہتر خدمت کر سکو۔'' ''Expand to serve Better'' روٹری نے پال ہیرس کی وفات کی 50 سالہ برسی 1998ء میں منائی۔ روٹری نے دنیا کو 145 ضلعوں میں تقسیم کیا ہے۔ ہر ڈسٹرکٹ کا ایک گورنر ہوتا ہے جس کو ڈسٹرکٹ کلب چنتے ہیں۔ یہ گورنر عالمی روٹری کے صدر کا انتخاب کرتے ہیں۔ پاکستان میں روٹری کلبوں کی تعداد 20 اور ممبران کی تعداد 5 ہزار کے لگ بھگ ہے۔ ممبر سازی بذریعہ دعوت کی جاتی ہے۔ مالی وسائل کا بڑا ذریعہ ممبر شپ فیس اور عطیات بتائے جاتے ہیں۔ آج سے چند سال پہلے

ممبر سازی کی فیس ایک سے دو ہزار روپے تھی۔ بڑے بڑے صنعت کار روٹری کلبوں کو بھاری عطیات دیتے ہیں اور ہفتہ وار اجتماعات میں پُر تکلف دعوتوں کا اہتمام کرتے ہیں۔ روٹری کے اعلیٰ اراکین کا ملک کے تجارتی، مالی اور صنعتی اداروں، اسٹاک ایکسچینجوں اور بیرونی بینکوں سے قریبی تعلق ہوتا ہے۔ ان کے عالمی بینک، آئی ایم ایف اور ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن (WTO) جنیوا سے قریبی روابط ہیں۔ روٹری کو اقوامِ متحدہ میں این جی او کا درجہ حاصل ہے۔

روٹری کے یو این ایجنسیوں WHO، UNICEF وغیرہ اور امریکا کے بیماریوں پر قابو پانے والے مرکز C D S (US Center for Disease Control) سے بھی روابط ہیں۔ روٹری پر تفصیلی معلومات اور اس کے مقاصد کے لیے دو کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے:

(1) Honouring Our Past — The Words and Wisdom of Paul Harris.

(2) Paul Harris and his Successors — Profiles in Leadership.

پاکستان میں روٹری انٹرنیشنل بعض ترقیاتی اور فلاحی نوعیت کے منصوبوں پر عمل درآمد کر کے اپنی تنظیم کا جواز پیش کرتی ہے۔ 1954ء میں کراچی روٹری کے صدر آغا ہلالی تھے جو ایک عرصے تک اقوامِ متحدہ میں

پاکستان کے مستقل نمائندے کے طور پر کام کرتے رہے۔ 1956ء میں فرید احمد، 1963ء میں جی ٹی تہور اور 1964ء میں کے ای بشیر روٹری کے صدر رہے۔ ایوب خان دور (1958ء — 1969ء) کے خاتمے کے بعد ملک میں پائے جانے والے سیاسی عدم استحکام کے باعث روٹری کی سرگرمیاں محدود ہوگئیں۔ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے بعد قائم ہونے والی بھٹو حکومت نے کئی صنعتوں اور بینکوں کو قومی ملکیت میں لے لیا، اس سے روٹری متاثر ہوئی۔ بھٹو حکومت کے خاتمہ اور مارشل لاء کے زمانے میں روٹری نے دوبارہ پر پرزے نکالے اور اپنی سرگرمیوں میں اضافہ کیا جو اب تک جاری ہے۔

اپریل 1991ء میں روٹری کلب اسلام آباد کے ڈسٹرکٹ گورنر ایم اصغر قریشی نے عمران خان کو شوکت خانم میموریل ہسپتال کے لیے 25 ہزار کا عطیہ دیا۔ کلب کے صدر ہانس جورگ اینگل Hans Jorg Engel نے انہیں پال ہیرس فیلو کا اعزاز دیا۔ یہی اعزاز بنگلہ دیش روٹری نے سابق وزیرِ اعظم پاکستان محترمہ بےنظیر بھٹو کو دے رکھا تھا۔ 1992ء میں روٹری کے گورنر مشہور صنعت کار عطاء الرحمٰن باری تھے۔ 1993ء میں اے ایم محسن گورنر بنے جو پیشے کے اعتبار سے انکم ٹیکس ایڈوائزر تھے۔ 1994ء میں فیصل آباد کے صنعت کار اے کیو علوی گورنر مقرر ہوئے۔ روٹری پاکستان کلب سے بڑا اور امیر ترین کلب کراچی میٹرو پولیٹن کلب ہے۔ اسے اے ایم محسن نے 1986ء میں قائم کیا۔ اس کلب کے ممبروں اور سرپرستوں میں کثیر الاقوام کمپنیوں (ملٹی نیشنل) اور بیرونی بینکوں کے اہم عہدیدار شامل ہیں۔ حنیف آدم جی اور رفیق حبیب جیسے پاکستانی

صنعت کاروں نے اس کی ترقی میں حصہ لیا۔ 1993ء میں اس کلب کے صدر الیاس انصاری تھے جو بروک بانڈ کے مینجنگ ڈائریکٹر رہ چکے ہیں۔ آپ کے بعد پاکستان میں امریکن بزنس کونسل کے لبنانی نژاد امریکی صدر صبحی جرودی صدر بنے۔ ان کا تعلق سائنامائڈ (Cynamide) کمپنی سے تھا۔ کلب کے دیگر اراکین میں وائتھ لیبارٹریز کے ڈاکٹر اعجاز خان اور مشہور آرکیٹک اعجاز شامل تھے۔ اس زمانے میں اس کلب کے سارجنٹ ایٹ آرمز لفتھانسا ائیر لائنز کے جورگن تھامسن Juergon Thomson تھے۔

روٹری کلبوں کا تمام نظم ونسق مردوں کے پاس ہوتا ہے۔ خواتین کے لیے انرویل کلب IWC(Inner Wheel Club) بنائے جاتے ہیں جن میں کلب کے سرمایہ دار اراکین کی مائیں، بہنیں اور بیویاں شامل ہوتی ہیں۔ 1993ء میں پاکستان کے IWC کی صدر محترمہ یاسمین قاسم تھیں جو کراچی اسٹاک ایکسچینج کے سراج قاسم کی اہلیہ ہیں۔

1996ء میں روٹری کے صدر لوئی ویسنٹ گیائے (Luis Vicent Giay) نے روٹری کے اکیسویں صدی میں حاصل کیے جانے والے مقاصد اور پروگراموں کا ذکر کیا۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے اس بات کا ذکر کیا کہ روٹری ہر سال 20 فیصد کے قریب ممبر شپ کھو رہی ہے اور یہ ایک تشویشناک صورتِ حال ہے جس کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیے۔

روٹری انٹرنیشنل کے اہم کنونشن انڈیانا امریکا (جون 1998ء) سنگاپور (جون 1999ء) بیونس آئرس ارجنٹینا (جون 2000ء)

ٹکساس اسٹیٹ امریکا (2001ء) اور وی آنا (آسٹریا) میں 2002ء میں ہو چکے ہیں۔

(2) لائینز (Lions):

لائینز انٹرنیشنل کی بنیاد 7 جون 1917ء کو شکاگو کے ایک صنعت کار میلون جونز (Melvin Jones) نے رکھی جو انشورنس کے شعبے سے وابستہ تھے۔ اس کا پہلا اجلاس جون 1917ء میں سیسل ہوٹل شکاگو میں منعقد ہوا۔ امریکا کے 22 کلبوں کے 36 نمائندے شکاگو کے اجلاس میں جمع ہوئے۔ انہوں نے لائینز تنظیم کے قیام پر اتفاق کیا۔ اس کے پہلے صدر ڈاکٹر ولیم پی وڈز (Dr. William P. Woods) منتخب ہوئے جن کا تعلق امریکا کی انڈیانا اسٹیٹ سے تھا اور سیکرٹری کے لیے میلون کو چنا گیا۔ 1917ء کے بعد امریکا کی کئی ریاستوں میں لائینز کلب قائم کر دیئے گئے۔ 1920ء میں ونڈسر کینیڈا میں پہلا کلب قائم ہوا۔ اس کے بعد یہ سلسلہ وسیع ہوتا گیا۔ دی انٹرنیشنل ایسوسی ایشن آف لائینز کلبز اس کا مرکزی ادارہ ہے۔ تنظیم کا صدر دفتر ایلی نائے امریکا میں ہے۔

لائینز کے لفظی معنی شیر کے ہیں۔ شیر بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں میں سے ایک قبیلہ کا نشان تھا۔ لائینز (Liberty, Intelligence our Nation's Safety) کا مخفف ہے یعنی آزادی اور دانش مندی میں ہمارا (امریکیوں کا) تحفظ ہے۔ اس تنظیم کا مقولہ ہے کہ ہم خدمت کرتے ہیں (We serve)۔

کسی ملک کے سرمایہ دار، ممتاز تاجر، صنعت کار اور پیشہ ور افراد لائینز

کے ممبر بنتے ہیں۔اس کا نشان ''L'' یعنی لائین ہے جو میسنری کے رنگ میں ہوتا ہے جس کے اردگرد جامنی رنگ پھیلا ہوتا ہے۔اس رنگ کے ساتھ دائیں بائیں طرف کناروں پر شیروں کی تصویر بنی ہوتی ہے۔لفظ لائینز اوپر لکھا ہوتا ہے اور انٹرنیشنل نچلے حصے میں تحریر ہوتا ہے۔شیروں کے چہرے ایک دوسرے کی مخالف سمت ہوتے ہیں جو ماضی اور مستقبل کی نشاندہی کرتے ہیں۔

لائینز کے نزدیک جامنی رنگ وفاداری کی علامت اور قوت و محنت کا نشان ہے۔سنہرا رنگ مقصد میں نیک نیتی، انصاف میں آزادی اور خدمت کی علامت ہے۔ پیلا رنگ دوستی اور خوشی کو ظاہر کرتا ہے جبکہ لائینز کے ناقدین کہتے ہیں کہ یہ سب رنگ پُر اسرار نوعیت کے ہیں اور فری میسن رسومات میں استعمال ہوتے ہیں۔اس بین الاقوامی فلاحی تنظیم میں ہر رنگ ونسل اور مذہب وملت کے افراد شامل ہیں اور بین الاقوامی سطح پر بھائی چارے کو فروغ دینے کے دعویدار ہیں۔اس تنظیم میں 14 لاکھ سے زائد ممبران ہیں۔دنیا کے جغرافیائی خطوں کے حساب سے 182 ممالک میں اس کی 42 ہزار شاخیں (کلب) ہیں۔ اس کا صدر دفتر اوک بروک (Aok Brook) ریاست ایلی نائے امریکا میں ہے۔ یہ دنیا کی سب سے بڑی غیر سرکاری تنظیم این جی او ہے جس کو اقوامِ متحدہ نے تسلیم کر رکھا ہے۔

اپنے کاروبار اور پیشے میں نمایاں حیثیت کے حامل مرد اور عورت دونوں لائینز کلب میں شامل ہو سکتے ہیں۔کلب کا اجلاس مہینے میں ایک بار ہوتا ہے۔اکثر اوقات کسی اہم شخصیت کو مدعو کیا جاتا ہے اور حالاتِ حاضرہ پر گفتگو کی جاتی ہے۔کلب بنانے کے لیے 20 افراد کا ہونا لازمی ہے۔ایک

لائن ہی دوسرے لائن کو کلب کا ممبر بناتا ہے۔ نئے ممبر کی رکنیت کا فیصلہ کلب بورڈ کے ممبران کرتے ہیں۔ کلب کی ایک انتظامی کونسل ہوتی ہے جس میں صدر، نائب صدر، سیکرٹری، خزانچی وغیرہ ہوتے ہیں۔ جنرل کونسل مہینے میں دو اجلاس بلاتی ہے جب کہ انتظامی کونسل ضرورت پڑنے پر اجلاس طلب کرتی ہے۔ عام ممبر شپ فیس تھوڑی ہے لیکن مالدار افراد بھاری عطیات دیتے ہیں۔ اس تنظیم کے دائرۂ کار میں آٹھ شعبے ہیں جن کی فہرست پر نظر ڈالنے سے معاشرے کے ہر طبقے میں اس کے اثر ونفوذ کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ وہ آٹھ شعبے یہ ہیں: جوان نسل، شہری زندگی، شہری ترقی، عوامی بھلائی، تعلیم، طبی سہولیات، سماجی بہبود اور اندھوں اور ناداروں کا تحفظ۔

لائینز کی ذیلی تنظیم Leo کہلاتی ہے۔ لیو کلب 1957ء میں بنے۔ ان میں 12 سے 28 سال تک کے نوجوان شامل ہوتے ہیں۔ 12 سے 17 سال تک کی عمر کے ممبران الفا Alpha اور 18 سے 28 سال تک کی عمر کے ممبران اومیگا Omega کہلاتے ہیں۔ اس تنظیم کے وہی اغراض و مقاصد ہیں جو لائینز کے ہیں۔ یاد رہے کہ فری میسنری نے امریکا میں طلبہ کی انجمنوں کے نام الفا، بیٹا گاما وغیرہ یونانی حروفِ تہجی پر رکھے ہوئے ہیں۔

پاکستان میں لائن ازم:

پاکستان میں لائن ازم کا تعارف فروری 1956ء میں ہوا۔ شفیق منصور نامی ایک ترکی باشندہ جو کہ لائینز انٹرنیشنل کا نمائندہ تھا، بمبئی انڈیا میں لائینز کا پہلا کلب بنا کر واپس جا رہا تھا، فلائٹ کے انتظار میں اسے ایک

رات کے لیے کراچی کے ایک ہوٹل میں ٹھہرنا پڑا۔ وہ ہوٹل میٹروپول میں ٹھہرا جس کے مالک سائرس فرام جی من والا پارسی سرمایہ دار تھے۔ انہوں نے اس شخص سے ملاقات کی اور لائن ازم سے متاثر ہوکر اس تنظیم کو پاکستان میں متعارف کرانے کا اظہار کیا۔ شفیق منصور نے ہیڈکوارٹر سے اجازت لے کر دے دی۔ اس طرح 20 فروری 1956ء کو پاکستان میں پہلا لائینز کلب بنا۔ سائرس من والا فری میسنری سے وابستہ رہے۔ اس کلب کے قیام کے بعد 5 مارچ 1957ء کو حیدرآباد میں اور 12 مارچ 1957ء کو لاہور میں لائینز کلب قائم ہوئے۔ پاکستان کو لائینز انٹرنیشنل نے ڈسٹرکٹ 305 کا نام دیا اور سائس من والا کو پہلا گورنر مقرر کیا۔

رانا محمد یحیٰی نے لائینز کے نمائندے کے طور پر مشرقی پاکستان میں کلبز قائم کیے، اس طرح پاکستان 2 ڈسٹرکٹوں یعنی 305-West اور 305-East میں تقسیم ہوگیا۔ 1971ء میں مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے بعد پاکستان میں صرف ایک ڈسٹرکٹ رہ گیا۔

1989ء میں پاکستان میں لائینز کلبوں کی تعداد 100 سے زائد تھی۔ انتظامی ضرورت کے تحت اس وقت کے ڈسٹرکٹ گورنر عبداللہ چشتی اور فیروز نے پاکستان میں دو ڈسٹرکٹ بنانے کی تجویز پیش کی اور 305-S اور 305-N کے نام سے ڈسٹرکٹ بنائے۔ صوبہ سندھ میں 120 سے زائد کلب اور 2600 سے زائد ممبرز ہیں اور باقی تین صوبوں میں 86 کلبز تھے۔ ڈسٹرکٹ 305-N کے پہلے گورنر رانا محمد ایوب تھے۔ 1960ء کی دہائی میں لائینز کی ترقی میں اس کے انٹرنیشنل ڈائریکٹر آر بی کھمباٹا اور اس کے صدر

ایڈورڈ بیری کی کوششوں کا گہرا دخل تھا۔ 1970ء کے عشرے میں لائینز کی سرگرمیاں تیز ہو گئیں۔ 13 جون 1968ء کو امریکا میں لائینز فاؤنڈیشن (Lions Clubs LCIF International Foundation) کا قیام عمل میں لایا گیا تا کہ لائینز کے منصوبوں کی تکمیل کے لیے رقومات فراہم کی جائیں۔ پاکستان میں لائینز نے جو نام نہاد فلاحی منصوبے شروع کرر کھے ہیں ان کے لیے ملک کے سرمایہ دار عطیات دیتے ہیں۔ بعض منصوبوں کے لیے بین الاقوامی اداروں اور تنظیموں سے مالی امداد لی جاتی ہے یا مشترکہ منصوبے بنائے جاتے ہیں۔ ہر کلب کا ایک مستقل منصوبہ ہوتا ہے۔

پاکستان میں لائینز کلبوں کی مقبولیت کے پیشِ نظر راولپنڈی اور اسلام آباد کے بعض سرکاری افسروں اور سرمایہ داروں کی بیگمات نے 1991ء میں کئی لائینز کلب بنا ڈالے۔ ان میں چھ زیادہ مشہور تھے۔ راولپنڈی کلب، ہاؤس وایو کلب، مارگلہ کلب، پروفیشنل ویمن کلب، ینگ لائینز کلب اور ٹائیگر کلب۔ باہمی تنازعات کے باعث ان کلبوں کی شیرنیاں آپس میں اُلجھ پڑیں اور خطرہ پیدا ہو گیا کہ ان کے کاغذی شیر بھی میدان میں کود پڑیں گے اس لیے اکتوبر 1991ء میں ان کو ختم کر دیا گیا اور خواتین کو باضابطہ کلبوں کا رکن بنایا گیا۔ گزشتہ عشرے میں لائینز کی فلاحی اور تنظیمی نوعیت کی ''مفید'' سرگرمیاں پاکستان کے طول وعرض میں جاری ہیں اور اس ملک کو عجوبوں کی آماجگاہ بنائے ہوئے ہیں۔

(3) این۔ جی۔ اوز (N.G.Os.):

پاکستان میں جب سے لاہور کے چڑیا گھر کے نزدیک واقع

''جادو گھر'' کا راز کھلنے کے بعد فری میسنری پر پابندی عائد ہوئی ہے، ''برادری'' کے لوگ مختلف رفاہی تنظیموں کے ذریعے یا ان کے مشابہت میں کام کر رہے ہیں۔ این جی اوز وہ جدید ترین نقاب ہے جس کے پیچھے فری میسنری چھپی ہوئی ہے۔ یہ این جی اوز یعنی ''نان گورنمنٹ آرگنائزیشنز'' پاکستان کے غریب اور پسماندہ علاقے کے لڑکے اور لڑکیوں کو ملازم رکھتی ہیں۔ خاص طور پر غیر شادی شدہ لڑکیوں کو پرکشش ترغیبات کے ذریعے وابستہ کیا جاتا ہے۔ ان ملازمین کو فیلڈ ورک کے لیے لیا جاتا ہے اور پھر مخلوط گروپوں کی صورت میں انہیں فیلڈ میں بھیجا جاتا ہے۔ جہاں رات آ جائے انہیں وہ وہیں گزارنا ہوتی ہے۔ یہ تنظیمیں نہ صرف غیر تعلیم یافتہ مسلمانوں کو عیسائی بنا رہی ہیں بلکہ حکومت کے بارے میں عدم تحفظ کا احساس پیدا کرتی ہیں کہ وہ ان کے مسائل حل کرنے میں ناکام رہی ہے۔ یہاں تک کہ پاکستان میں رہنے والے ہندو شکایت کر رہے ہیں کہ ان کے لوگوں کو عیسائی بنایا جا رہا ہے۔

پاکستان میں این جی اوز کے کردار پر سخت تنقید کی جاتی ہے اور ان کے خلاف سنگین نوعیت کے الزامات عائد کیے جاتے ہیں۔ ان کی جو تھوڑی بہت فلاحی قسم کی خدمات ہیں ان کو محض اپنے وجود کو برقرار رکھنے اور اپنی مذموم سرگرمیوں کو جاری رکھنے کا ذریعہ قرار دیا جاتا ہے۔ عوامی مفاد کے نام پر کام کرنے والی این جی اوز Public Interest NGOs کے بارے میں تقریباً یہ طے ہے کہ یہ دوطرفہ لوٹ مچا رہی ہیں۔ بیرونِ ملک سے پیسے بٹور رہی ہیں اور اندرونِ ملک مذموم خفیہ سرگرمیوں

میں مصروف ہیں۔ بعض تنظیموں پر الزام ہے کہ انہیں عیسائی چلا رہے ہیں۔ ان میں اے ایس آر (ASR)، شرکت گاہ، سمی رغ، پنجاب نوجوان، پائنرز، پنجاب لوک رس، ڈیموکریٹک ویمن ایسوسی ایشن جیسی این جی اوز شامل ہیں۔ پاکستان کے طول وعرض میں پھیلی ہوئی این جی اوز میں سے اجوکا، دستک، انسانی حقوق کمیشن اور عورتوں کے حقوق کی تنظیموں جیسے خواتین محاذ عمل اور عورت فاؤنڈیشن کے کاموں پر بہت اعتراضات کیے جاتے ہیں۔ 1980ء کے بعد این جی اوز کا جوریلا پاکستان میں آیا اس میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ ان پر عمومی اعتراض یہ ہیں: (1) این جی اوز کو بیرونی ذرائع سے مالی امداد ملتی ہے خصوصاً مغرب کی اسلام دشمن صیہونی تنظیمیں ان کی پشت پناہ ہیں۔ یہ ان کے ایجنڈے پر کام کرتی ہیں۔ ان کے ہراول دستے میں انہوں نے ان کو سامنے رکھ کر اپنا کھیل جاری کیا ہوا ہے؛ (2) این جی اوز پاکستان میں بیرونی طاقتوں کے اڈے ہیں۔ جاسوسی کے اعصابی نظام ہیں، ان کے سربراہ غیر ملکیوں کے تنخواہ دار ملازم ہیں اور ان کے مفادات کے محافظ اور نگران ہیں؛ (3) ان کو بیرونی انٹیلی جنس اداروں خصوصاً موساد، سی آئی اے، را اور مغربی یورپ کے خفیہ اداروں کی پشت پناہی، مالی امداد اور سرپرستی حاصل ہے۔ ان کو بھاری رقومات دی جاتی ہیں، بیرونی ملکوں میں دورے کرائے جاتے ہیں، تربیت دی جاتی ہے اور ان کا غسلِ ذہنی (brain washing) کیا جاتا ہے؛ (4) عورتوں کے حقوق کے نام پر چلنے والی این جی اوز پاکستان میں جنسی بے راہ روی، غیر اسلامی افکار، مغرب کی تہذیبی یلغار، فحاشی وعریانی

اور یورپ کی سیکس فری سوسائٹی قائم کرنا چاہتی ہیں۔ان کے مغرب کی ایسی ہی بے لگام سوسائٹیوں سے روابط ہیں، وہ ان کا پروگرام یہاں چلا رہی ہیں، ان میں شامل خواتین اچھے کردار کی مالک نہیں؛ (5) پاکستان کے نظریاتی تشخص کو پامال کرنے، اس کی مذہبی اقدار کو تباہ کرنے اور اسلامی قوانین اور اداروں کو روبہ انحطاط کرنے کے لیے یہ این جی اوز مسلسل کوشاں ہیں، ان کا مقصد اسلامی نظام کی راہ روکنا، اسلامی جماعتوں کو بدنام اور اسلامی اداروں کو مفلوج کرنا ہے تاکہ لوگوں پر مذہب کی گرفت کم ہو؛ (6) عیسائیوں، قادیانیوں اور بہائیوں کے مفادات کے تحفظ کے لیے این جی اوز اپنے پلیٹ فارم کو استعمال کرتی ہیں۔وہ اقلیتوں کے خفیہ ایجنڈے کی تکمیل میں مدد دیتی ہیں۔

اس قسم کی سخت تنقید اور الزامات کے جواب میں این جی اوز نہایت معصومانہ انداز اختیار کرتی ہیں۔ان کا کہنا ہے کہ وہ بیرونی ممالک کی مفت امداد پر انحصار کرتی ہیں، ان کا کردار غیر جانبدارانہ ہے اور وہ ان معاشی، سماجی ناہمواریوں کو چیلنج نہیں کرتیں، جو ملک میں سماجی، معاشی اور سیاسی وجوہات کی بناء پر موجود ہیں، بلکہ ان کا مقصد ترقیاتی کاموں میں مدد دینا اور ملک کی سماجی فلاح و بہبود میں اضافہ کرنا ہے۔ وہ ملکی ذرائع کا استعمال کرتی ہیں اور سماجی انصاف کی فراہمی میں مدد دیتی ہیں لیکن اس کا کیا جائے کہ وہ اپنی سرگرمیوں کو تحفظ دینے کے لیے سرکردہ سیاسی شخصیات کو اپنا اعزازی سربراہ بنا لیتی ہیں۔موجودہ حکومت کی کابینہ میں بعض وفاقی وزراء این جی اوز کے سربراہ ہیں۔ان کی وجہ سے پرویز مشرف حکومت کو این جی اوز کی سرپرست اور ان کی ترجمان قرار دیا جاتا ہے۔

نواز شریف کے دورِ حکومت میں بعض این جی اوز نے آئین میں پندرہویں ترمیم اور ایٹمی دھماکوں کے سوال پر حکومت کے مؤقف سے اختلاف کیا اور اسلام آباد میں سرِ عام ان دھماکوں کے خلاف، جن پر پوری قوم جشن منا رہی تھی، احتجاجی مظاہرے کیے جن میں گھروں میں کام کرنے والی ماسیوں کو کھینچ کھانچ کر لایا گیا تھا۔ چند ماڈرن خواتین کے ساتھ غریب کالونیوں کی رہائشی یہ عورتیں اور بچے انگلش زبان میں لکھے گئے بینرز اٹھائے ہوئے انتہائی مضحکہ خیز لگ رہے تھے۔ ان مظاہروں پر ملکی پریس میں سخت تنقید کی گئی اور کہا گیا کہ انہوں نے اپنے دائرۂ کار سے باہر نکل کر پاکستان کے داخلی معاملات میں مداخلت کی ہے۔ یہ طرزِ عمل ملک کی خودمختاری اور آزادانہ پالیسیوں کے منافی ہے۔ اس سے ملکی سالمیت اور بقا کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے، اس لیے ان تنظیموں کو لگام دینا ضروری ہے۔ اس وقت این جی اوز کی سرگرمیوں کو کنٹرول کرنے کے لیے ملک میں سوسائٹیز ایکٹ 1868ء موجود ہے جو ایک فرسودہ اور ناکافی قانون ہے۔ مئی 1999ء میں اس وقت کی نواز شریف حکومت نے قومی اسمبلی میں پیش کرنے کے لیے ایک بل تیار کیا تھا جس کے تحت حکومت کو یہ اختیار حاصل ہونا تھا کہ وہ کسی بھی این جی او کو ممنوع قرار دے کر اس کے اثاثے ضبط کر لے۔ اگر رجسٹرار سوسائٹیز کو معلوم ہو کہ فلاں این جی او ملک کے مفاد کے خلاف کام کر رہی ہے اور اس کی سرگرمیاں مفادِ عامہ کے منافی ہیں تو اس پر آسانی سے پابندی عائد کی جاسکتی تھی۔ البتہ ایسی سوسائٹی صوبائی حکومت کے پاس اپیل کرنے کی مجاز تھی اور اس کا فیصلہ آخری سمجھا جانا تھا، لیکن نواز

حکومت کے خاتمے کے بعد یہ بل سامنے نہ آ سکا۔

مذہبی اور محبِ وطن طبقہ این جی اوز کے بہت خلاف ہے۔ ان کا یہ سوال ہے کہ اگر یہ تنظیمیں بیرونی مفاد کی محافظ اور آلۂ کار نہیں تو ان کو کس بنیاد پر کثیر مالی امداد دی جاتی ہے اور ایسے بے غرضانہ ایثار کا مظاہرہ کیوں کیا جاتا ہے؟ مذہبی جماعتوں اور محبِ وطن رہنماؤں کا کہنا ہے کہ حکومت نے این جی اوز کے ایماء پر دینی مدارس اور مذہبی جماعتوں کے خلاف ایک محاذ کھول دیا ہے۔ افغان جہاد کے بعد اسلام دشمن قوتیں اس بات کا الزام دھرتی ہیں کہ دینی مدارس پاکستان میں مذہب کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ لوگوں کو اسلامی بنیاد پرستی کی تعلیم دیتے ہیں۔ وہ ان کے دلوں میں آزاد خیالی کی جگہ اسلامی اقدار کا بیج بوتے ہیں اور انہیں جہاد کی ترغیب دیتے ہیں جس کے بعد وہ رضا کارانہ طور پر کشمیر، چیچنیا وغیرہ میں جا کر کارروائیاں کرتے ہیں جس کو مغربی دنیا دہشت پسندی Terrorism قرار دیتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ دینی طبقہ ہر اس تحریک کے خلاف آواز بلند کرتا ہے جو اسلامی قوانین کے نفاذ کو ناکام بنانے کے لیے اٹھے۔ ناموسِ رسالت کے تحفظ کے قانون، حدود آرڈیننس وغیرہ کے خلاف جب بھی این جی اوز حقوقِ انسانی کی انجمنوں اور غیر مسلم تنظیموں کی طرف سے آواز اٹھی، دینی طبقے نے اس کے خلاف تحریک اٹھائی۔ مذہبی جماعتیں این جی اوز کے اشارے پر عیسائیوں اور دیگر اقلیتوں کے مطالبات جیسے مخلوط انتخابات کا نفاذ وغیرہ کے خلاف آواز بلند کرتی ہیں۔ یہ مطالبہ ملک کے آئین کو سبوتاژ کرنے اور پاکستان کے اسلامی تشخص کو مٹانے کے مترادف ہے۔

مغرب میں آزادی اور جمہوریت کے نام پر جو آزاد خیال معاشرہ تشکیل پا چکا ہے، اس کو سول سوسائٹی (Civil Society) کا نام دیا گیا ہے۔ (آج کل جب سول سوسائٹی کا نام وکلاء کی تحریک کے ضمن میں بار بار آتا ہے تو بندہ چونک جاتا ہے کہ محبِ وطن قوتیں تو وکلاء تحریک کا ساتھ نہیں دے رہیں اور سول سوسائٹی کی اصطلاح مقبولیت حاصل کر رہی ہے۔ نجانے آج کے یہ تحریکی کارکن جب کل کے ہیرو بن جائیں تو کیا گل کھلائیں؟) ایسی سوسائٹی کی بنیاد سیکولرازم، دین سے لاتعلقی اور آزاد خیالی پر رکھی گئی ہے۔ جبکہ دینی مدارس مذہبی فکر کو اُجاگر کرتے ہیں اور مذہبی بنیادوں پر اسلامی معاشرہ کی تشکیل پر زور دیتے ہیں۔ حکومت نے دینی مدارس کے لیے جو طریقِ عمل اختیار کیا ہے اس کے مطابق دینی مدارس کی کل تعداد کا اندازہ لگانا، درسِ نظامی اور طریقۂ تعلیم کی تفاصیل حاصل کرنا مالی وسائل کا پتہ لگانا، اور انتظامی اُمور کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ہے۔ یہ کام مکمل ہو چکا ہے۔ یہ بھی پتہ لگایا گیا ہے کہ ان مدارس میں کوئی اسلحہ خانے تو نہیں ہیں جیسا کہ عام پروپیگنڈہ کیا جا رہا تھا۔ اسلام دشمن طاقتوں کے نزدیک دینی مدارس جو دہشت گردی کے اڈے، بنیاد پرستوں کے مراکز اور مذہبی انتہا پسندوں کی کمین گاہیں ہیں، ان سے فارغ التحصیل ہونے والے طلباء کو ایک نئی ڈگر پر چلانا ضروری ہے تا کہ یہ مولوی یا مُلاّ سے مسٹر بن جائیں۔ جدید تقاضوں کو سمجھیں اور سیکولر ذہن بنائیں۔ اس کے لیے حکومت نے دینی مدارس کے لیے ایک کمیشن قائم کیا ہے جو ان

کے لیے اصلاحات تجویز کرے گا۔ دوسرے حکومت اپنی سرپرستی میں جدید طرز کے دینی مدارس قائم کرے گی۔ تیسرے چند مخصوص مدارس کو یونیورسٹی کا درجہ دیا جائے گا۔

این جی اوز وہی کام کر رہی ہیں جو کسی زمانے میں فری میسنری نے لاج کے خفیہ پردوں کے پیچھے کیا۔ یہ تنظیمیں مؤثر قوت بن کر اُبھر رہی ہیں۔ گزشتہ صدی میں صیہونی سامراجی مقاصد کی تکمیل فری میسن کٹھ پتلیوں کے ذریعے کی گئی جن کو اپنے اصل آقاؤں اور ان کے مذموم مقاصد کا کوئی علم نہ تھا۔ ایسی ہی صورتِ حال این جی اوز نے پاکستان میں پیدا کر رکھی ہے۔ یہ سماجی ملٹی نیشنل کارپوریشن ہیں جن کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کی روک تھام کے لیے مؤثر قانون بنانے اور اس پر عمل درآمد کرنے کی سخت ضرورت ہے جبکہ ہمارے ہاں ان کو تمام مراعات سرکاری طور پر مہیا کی جاتی ہیں اور چند ایک محبِ وطن دینی فلاحی ادارے جن کی خدمات کی ساری دنیا معترف ہے، ان پر بغیر کوئی وجہ بتائے پابندی لگائی جا رہی ہے۔ فری میسنری کی یہ کامیابیاں ہمیں کہاں پہنچا کر چھوڑیں گی؟" (صفحات 143 تا 155)

فری میسن کے سات مخصوص ہتھکنڈے

"یہودیوں کی عالمی تحریک جسے ہم نے فری میسن کے نام سے موسوم کیا ہے، کے طریق کار کے بارے میں گفتگو کرنا آسان نہیں۔ ان کے یہاں بیسیوں ایسے طریقے رائج ہیں جنہیں وہ حالات، مقامات اور مواقع کی مناسبت سے اختیار کرتے ہیں۔ ان سب طریقوں کا مختصر تعارف بھی آسان نہیں۔ تاہم چند بنیادی ہتھکنڈے

یہاں ذکر کیے جاتے ہیں، لیکن ہم ان کی مثالیں بوجوہ نہیں لکھیں گے۔ اگر قارئین ادنیٰ شعور و تدبر کا مظاہرہ کریں تو وہ اپنے آس پاس روزمرہ وقوع پذیر ہونے والے واقعات پر خود سے ان طریقوں کی تطبیق کر سکتے ہیں۔ وہ طریقے یہ ہیں:

(1) بااثر حلقوں میں رسوخ حاصل کرنا:

فری میسن کی پہلی کوشش اس بات کی ہوتی ہے اور یہ ان کی بنیادی تکنیک ہے کہ بااثر حلقوں میں رسوخ حاصل کیا جائے۔ حکمران طبقہ، وزراء، اعلیٰ فوجی افسران، بیوروکریٹ، بڑے تاجر اور صحافی ان کے اوّلین ہدف ہوتے ہیں۔ ہمارے ملک میں جا بجا پھیلے ہوئے روٹری کلب (Rotary Club) سیاست دانوں اور سول و آرمڈ بیوروکریسی کو پھنسانے کے خوبصورت جال ہیں۔ اس طرح کی تنظیموں کی جڑ میں یہود کی حرام کمائی (یہود کا اکثر پیسہ سود، جوا، شراب اور فحش رسالوں و فلموں کی فروخت سے آتا ہے) سرایت کر چکی ہوتی ہے۔ اگر یہ اپنے آقاؤں کا ایجنڈا پورا نہ کریں تو یہ پیسے بند ہو جاتے ہیں اور یہ تنظیمیں اپنی موت آپ مر جاتی ہیں۔ اس لیے ان سے وابستہ لوگ یہودی سرمایہ داروں سے فنڈ حاصل کرنے کے لیے چابی سے چلنے والے بھالو کی طرح ہمہ وقت یہود کی جانب سے سپرد کی گئی خدمت کے لیے مستعد رہتے ہیں۔ ان کے جال میں ایک مرتبہ پھنسنے کے بعد نکلنے کی جتنی کوشش کی جائے، یہ جال اپنے شکار کی کھال میں اتنا ہی اندر گھستے چلے جاتے ہیں۔

(2) مذہبی طبقات میں رسوخ حاصل کرنا:

حکمران طبقے کے بعد یہودیوں کی دوسری کوشش دینی اور مذہبی

طبقے میں رسوخ حاصل کرنے کی ہوتی ہے، لہٰذا اس اعتبار سے بڑے علماء اور مشائخ کے خانوادوں تک رسائی ان کی ترجیحات میں شامل ہوتی ہے۔ وہ ان کے حلقے میں دھیرے دھیرے ایسا مقام حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس سے وہ ان کے فیصلوں پر اثر انداز ہوسکیں۔

(3) معاشرے کے اہم طبقات کو دوسرے سے دور کرنا:

ان کی تیسری کوشش ریاست کے تین اہم طبقات یعنی مسلم حکمران، علماء و مشائخ اور عامۃ المسلمین کو ایک دوسرے سے الگ کرنے کی ہوتی ہے۔ یہ ایک نا قابلِ انکار حقیقت ہے کہ اسلام اور مسلمانوں پر اسی وقت آفت آئی ہے جب حکمرانوں، علماء، مشائخ اور عامۃ المسلمین کے درمیان ربط کمزور پڑ گیا۔ آپس میں یکجان ہونے کے بجائے وہ ایک دوسرے سے دست و گریبان ہو گئے۔ حالات کی نزاکت کا تقاضا ہے کہ ان تینوں طبقات یعنی حکمران، علماء اور عوام کے مابین ہمہ وقت مضبوط اور شفاف ربط قائم رکھا جائے۔

(4) عوام میں افراتفری پھیلانا:

یہودیوں کی چوتھی کوشش مسلم عوام میں افراتفری پھیلانے کی رہتی ہے۔ وہ اس سلسلے میں ہر طرح کی لاقانونیت اور طوائف الملو کی کو ہوا دیتے ہیں۔ اس سے ان کو پہلا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ عوام چند دنوں کے بعد اپنے رہنماؤں اور لیڈروں سے متنفر ہو جاتے ہیں۔ اس کا دوسرا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ملک میں واقع ہونے والی باتوں سے رفتہ رفتہ عوام لاتعلق رہنا پسند کرنے لگتے ہیں۔ تیسرا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ نازک سے نازک گھڑی میں بھی

تینوں طبقات یعنی حکمران، مشائخ وعلماء اور مسلم عوام میں یہ داعیہ نہیں پیدا ہوتا کہ وہ باہم مربوط ہو کر کسی بحران کا مقابلہ کریں یا کسی موقع کو غنیمت جان کر اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

(5) مذہبی رہنماؤں میں پھوٹ ڈلوانا:

یہودیوں کی پانچویں کوشش یہ ہوتی ہے کہ علماء کو آپس میں یا علماء اور مشائخ کو ایک دوسرے سے یا اپنی سیاسی قیادت کو جہادی وتحریکی قیادت سے اُلجھایا جائے۔ اس کے لیے وہ موقع کی مناسبت سے مختلف حربے استعمال کرتے ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک خطرناک سازش یہ کرتے ہیں کہ جہاں ایک طرف وہ علماء کو خفیہ طریقے سے آپس میں لڑا دیتے ہیں کہ کسی کو محسوس نہ ہو کہ وہ فی الواقع کسی کے آلۂ کار کی طرح لڑ رہے ہیں، وہاں دوسری طرف اس لڑائی کو عامۃ المسلمین تک پہنچا کر پورے معاشرے میں لڑائی کی آگ بڑھکا دیتے ہیں۔ انیسویں صدی کی ہندوستان کی تاریخ اس پر شاہد ہے کہ بہت سے مذہبی تنازعات کے پیچھے ایک تیسری قوت کارفرما تھی۔

(6) مخالفین کو قتل کرنا (Target Killing):

ان کا ایک اور خطرناک طریقہ ہے جسے ''براہِ راست اقدام کا طریقہ'' کہتے ہیں۔ اس کی یہ تین صورتیں ہوتی ہیں:

(i) ایسے حکمرانوں اور امراء کا خاتمہ یا انہیں بے دخل اور معزول کر دینا جو ان کی راہ میں رکاوٹ بن سکتے ہیں۔

(ii) مخالفت کرنے اور نہ جھکنے والے مشائخِ وقت اور اپنا

حلقہ اثر رکھنے والے بزرگانِ دین کا خاتمہ۔

(iii) ایسے علماء جو قیادت کے اہل اور باشعور ہوں معاشرے میں اپنا اثر و رسوخ رکھتے ہوں اور یہودیوں کی چالوں کو سمجھتے اور ان کے مقاصد میں مزاحم ہوتے ہوں، ان کو قتل کر دیا جائے۔

(7) مخالف جماعتوں میں اپنے ایجنٹ داخل کرنا:

یہودیوں کے طریقوں میں ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ وہ بالکل ابتدائی مرحلوں میں اپنے افراد کو دشمن کی جماعت یا تحریک کی صفوں میں داخل کر دیتے ہیں جو وہاں کچھ دنوں میں خاصے بارسوخ ہو جاتے ہیں۔ پھر بعد میں جب انہیں موقع ملتا ہے تو اپنی شہرت، مقبولیت اور اثر و رسوخ کی آڑ میں یہودیوں کے لیے وہ کارہائے نمایاں انجام دیتے ہیں جن کا عام حالات میں تصور کرنا بھی محال ہے۔ بے جا نہ ہوگا اگر ہم اس کی ایک مثال ذکر کر دیں۔ مصر میں جمال عبدالناصر اور انور سادات کی یہی صورتحال تھی۔ 1954ء میں انقلاب کے برپا ہوتے ہی جمال عبدالناصر نے اسلامی تحریکوں کو سختی کے ساتھ کچلنا شروع کیا۔ 1970ء میں عبدالناصر کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد انور سادات نے کیمپ ڈیوڈ معاہدے پر دستخط کر دیئے۔ مصر کا اس معاہدے پر دستخط کرنا پوری ملتِ اسلامیہ کی فلسطین کے متعلق پالیسی سے انحراف اور غداری کے مترادف تھا۔ کیمپ ڈیوڈ دراصل وہ جگہ ہے جو یہود کے ماہر ترین سفلی جادوگروں کے زیرِ اثر ہے۔ ان کی شیطانی کارستانیوں نے یہاں ساحرانہ طلسم کے جال تان رکھے ہیں۔ عام

طور پر کہا جاتا ہے کہ وہاں باہر سے جانے والا آکسیجن کے مخصوص دباؤ اور موسمی تغیرات سے ذہنی طور پر متاثر ہو کر یہود اور ان کے سرپرست امریکا کی من چاہی تجاویز مان لیتا ہے۔ بات یہ ہے کہ سامری جادوگروں کی فتنہ کاریاں اسے اس قابل نہیں چھوڑتیں کہ وہ آزادانہ فیصلہ کر سکے"۔(صفحات 177 تا 180)

فری میسن کے سات خطرناک ترین حربے

''اب تک جو طریقے درج کیے گئے یہ وہ ہیں جن میں وہ اپنے خاص لوگوں اور تربیت یافتہ آلہ ہائے کار کو استعمال کرتے ہیں۔ اس میں وقت اور خرچ زیادہ لگتا ہے۔ ان کے علاوہ بھی یہودیوں کے کچھ طریقے ایسے ہیں جس میں انہیں کم سے کم طاقت لگانا پڑتی ہے اور زیادہ سے زیادہ مقصد حاصل ہوتا ہے۔ یہ ایک قسم کی بالواسطہ جنگ ہوتی ہے جس میں سراسر نقصان مسلمانوں کا ہوتا ہے۔ ان طریقوں کی اہمیت اس اعتبار سے اور بڑھ جاتی ہے کہ ان کے اثرات دور رس، دیرپا اور اُمتِ مسلمہ کے لیے تباہ کن ہوتے ہیں۔ وہ طریقے درج ذیل ہیں:

(1) دینی، سیاسی اور عسکری قیادت کو بے اعتبار یا ختم کر دینا:

پہلا طریقہ...... جو سب سے زیادہ خطرناک اور ضرر رساں ہے۔ مسلمانوں کی نمائندہ دینی و سیاسی قیادت اور مرکزی قوت کو عامۃ المسلمین کی نظر میں بے اعتبار کرنا یا ختم کر دینا۔ چنانچہ خلافتِ عثمانیہ کے خاتمے کے لیے کی جانے والی کوششیں، ترکی میں نوجوان لڑکوں کا ظہور، عرب قومیت کے نظریے کو ہوا دینا، عرب ممالک کی تقسیم در تقسیم، لارنس آف عریبیہ کے

کارنامے، سلطنتِ قاچار میں بہائیوں کی کوششیں اور برصغیر میں مغلیہ سلطنت کے سقوط کے لیے ریشہ دوانیاں سب اسی کا حصہ ہیں۔ ''صیہونی دانا بزرگوں کی دستاویزات'' نامی خفیہ مجموعہ میں اس طریقے کو ان الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے:

''دنیا بھر میں مذہب کے تبلیغی مراکز کو تباہ کرنے کے لیے جو اس زمانے میں بھی ہماری راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ ہیں، ہم عرصہ دراز سے کوشش کر رہے تھے کہ عوام کے دل سے علماء کا احترام ختم کر دیا جائے۔ اب روز بروز عوام میں ان کا اثر ختم ہوتا جارہا ہے۔ ہر جگہ ''ضمیر کی آزادی'' کو قبولِ عام حاصل ہو رہا ہے اور اب یہ چند سالوں کی بات ہے کہ عیسائی مذہب صفحۂ ہستی سے بالکل نیست و نابود ہو جائے گا (اور ایسا ہی ہوا، موجودہ عیسائی دنیا یہودیوں کی روندی ہوئی دنیا ہے۔ اصل عیسائی مذہب کو مسخ اور عیسائی روایات واقدار کو تہس نہس کرنے کے بعد اب وہ یہی حربہ عالمِ اسلام کے خلاف استعمال کر رہے ہیں۔ ''**اعاذنا اللہ منہ**''مرتب) جہاں تک دوسرے مذاہب کا تعلق ہے انہیں ختم کرنے میں ہمیں اتنی دشواری نہیں ہوگی، لیکن ان کے بارے میں کچھ کہنا ابھی ذرا قبل از وقت ہے۔ ہم پادریوں کا دائرہ عمل تنگ کر دیں گے۔''

(سترہویں دستاویز، مذہب کا استیصال: 151)

(2) احساسِ محرومی، شورش وانتشار اور غیروں سے امیدیں:

یہود کے سازشی ذہنوں کا گھڑا ہوا ایک طریقہ یہ ہے کہ ''مسلمان عوام'' میں احساسِ محرومی پیدا کر کے انہیں حکومت کے خلاف بھڑکایا جائے اور ایسی شورش اور افراتفری برپا کی جائے کہ وہ دنیاوی ترقی کر سکیں نہ غلبۂ دین کی محنت کے لیے ان کے پاس فرصت ہو۔ آخر کار ان میں اتنی بددلی پیدا کی جائے کہ وہ یہود کے تجویز کردہ ''نجات دہندہ'' سے امیدیں باندھ کر اس کو اپنا حقیقی قائد اور رہبر و رہنما ماننے پر آمادہ ہو جائیں تاکہ وہ آلِ داؤد کی عالمی بادشاہت کے لیے راہ ہموار کر سکے۔ اس طرح یہود کے تمام عالم پر کلی غلبہ کی راہ ہموار ہو جائے۔ اس طریقہ کو تفصیل سے سمجھنے کے لیے ان خفیہ دستاویزات کے تین اقتباسات غور سے پڑھیے:

''(i) جب ہماری مطلق العنان حکومت قائم ہو جائے گی تو ہر قسم کا آئین منسوخ کر دیا جائے گا لیکن وہ وقت آنے سے پہلے اس درمیانی مدت میں یہ اقدامات بہت ضروری ہیں۔ (ان اقدامات کو تطویل سے بچنے کے لیے حذف کیا جاتا ہے۔ اسی مضمون میں آگے چل کر مناسب جگہ ان میں سے کچھ کا ذکر کر دیا جائے گا۔ راقم)

آئین کی منسوخی سے پہلے ہی ہمارے مطلق العنان حکمران کو تسلیم کر لیا جائے گا۔ اس کے تسلیم کیے جانے کا وقت وہ ہو گا جب حکومت کی بدعنوانی اور نااہلی سے بیزار ہو کر (جس کا ہم عوام کو یقین دلا چکے ہوں گے) عوام خود چیخنے لگیں گے کہ ہمیں

ان نا اہل حکمرانوں سے بچاؤ اور ایسے حکمران کی خواہش کرنے لگیں گے جو انہیں متحد کر کے نفرت اور اختلافات کے اسباب، ملکی حدود، قومیتیں، مذاہب اور ملکی قرضوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے اور انہیں ایسا امن وسکون مہیا کر سکے جو موجودہ حکمران اور نمائندے فراہم نہیں کر سکتے تھے۔

لیکن آپ کو اس بات کا بخوبی علم ہے کہ اقوامِ عالم کی اس خواہش کے اظہار کو ممکن بنانے کے لیے یہ ناگزیر ہے کہ دنیا کے عوام کو ان کی حکومتوں کے خلاف صف آرا کیا جائے اور باہمی اختلافات، نفرت، جدوجہد، جسمانی اذیت، بھوک، بیماریاں اور ضرورتیں اتنی بڑھا دی جائیں کہ انسانیت تھک کر چور ہو جائے اور غیر یہودیوں کے لیے ہماری دولت منداور وسائل سے مالا مال حکومت تسلیم کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہے۔

لیکن اگر ہم نے دنیا کی اقوام کو سانس لینے کا موقع دیا تو وہ لمحہ جس کی ہم دعائیں کر رہے ہیں، شاید کبھی نہ آ سکے۔"

(دسویں دستاویز، فرماں روائے عالم کا اعلان:120)

"(ii) عوام جب دیکھیں گے کہ آزادی کے نام پر ہر قسم کی مراعات حاصل کی جا سکتی ہیں تو وہ بزعم خود یہ سمجھنے لگیں گے کہ انہوں نے اپنی حاکمیت خود اپنے زورِ بازو سے حاصل کی ہے، لیکن اسی اندھے پن کی وجہ سے انہیں قدم قدم پر ٹھوکریں کھانا

پڑیں گی اور پھر انہیں کسی راہبر کی تلاش ہو گی۔ اب پچھلی صورتحال پر واپسی کے تمام راستے بند ہو چکے ہوں گے اور اس طرح تمام اختیارات ہمارے قدموں تلے آ جائیں گے۔ آپ کو فرانسیسی انقلاب یاد ہے۔ اسے ہم نے انقلابِ عظیم کا نام دیا تھا۔ اس انقلاب کی تیاری کے رازوں سے صرف ہم ہی واقف تھے اور سب کچھ ہمارا ہی کیا دھرا تھا۔

اس وقت سے لے کر آج تک ہم عوام کو مسلسل یکے بعد دیگرے محرومیوں اور ناامیدیوں سے دوچار کر رہے ہیں تاکہ آخر میں وہ ہم سے بھی بددل ہو کر اس مطلق العنان بادشاہ کی اطاعت قبول کر لیں جو صیہونی نسل سے ہو گا اور جسے ہم دنیا کے لیے تیار کر رہے ہیں۔ موجودہ دور میں ہم ایک بین الاقوامی طاقت کی حیثیت سے ناقابلِ تسخیر ہو چکے ہیں۔ اگر کوئی ملک ہمارے اوپر حملہ آور ہو تو دوسرے ممالک ہماری مدد کو دوڑ پڑتے ہیں۔''

(تیسری دستاویز، تسخیر کا طریقِ کار:93،94)

''(iii) جب ہم انقلاب کی ضربِ کاری لگا کر کامیاب ہو جائیں تو انقلاب کا جواز یہ پیش کریں گے کہ ہر چیز تباہ ہو گئی تھی اور عوام کی قوتِ برداشت جواب دے چکی تھی۔ ہم نے زمامِ اقتدار اپنے ہاتھوں میں اس لیے لی تاکہ عوام کے مصائب کی بنیادی وجوہ یعنی قومیتیں، سرحدیں اور کرنسی کے اختلافات وغیرہ ختم

کیے جا سکیں۔ تمہیں یہ حق ہے کہ ہمارے لیے جو سزا چاہو تجویز کرو لیکن فیصلہ کرنے سے پہلے یہ دیکھ لو کہ ہم تمہیں کیا پیش کر رہے ہیں؟ اس سے پہلے تمہاری تجویز کی ہوئی سزا انصاف پر مبنی نہیں ہو سکتی۔ یہ سننے کے بعد لوگ ہمارا احترام کریں گے اور یک زبان ہو کر فتح کی اُمید اور توقعات کی خوشی میں جھومتے ہوئے ہمیں اپنے کندھوں پر بٹھا لیں گے۔''

(دسویں دستاویز، اقتدار کی تیاری:115)

(3) بے مقصد تنازعات، لایعنی مباحثے اور فرضی مسائل:

مسلمانوں کے مختلف طبقات مثلاً حکمران، علماء و مشائخ، تاجر، فوجی افسران، عوام خواہ تعلیم یافتہ ہوں یا ناخواندہ، خاص کر نوجوانوں کو باہم اُلجھانے کے لیے مختلف عنوانات کے تحت کسی علمی وفکری تنازعے یا لایعنی بحث مباحثے میں اُلجھا دینا۔ یہ کام خود یا کسی آلۂ کار کے ذریعے دیوار پر شیرہ لگانے کی مانند ہوتا ہے۔ مخلص مسلمانوں کے مختلف طبقات محض سادگی میں اس کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس مدت میں یہودی یا تو مزید رسوخ حاصل کر کے اپنی جڑیں مضبوط کرتے ہیں یا اپنے مقاصد تک پہنچ جاتے ہیں۔ گزشتہ دو سو سالوں سے عالمِ اسلام میں جو بعض لایعنی مباحثے و مناظرے اور بے مقصد نظریاتی لڑائیاں ہوئی ہیں، وہ اسی کا شاخسانہ ہیں۔ اعلیٰ ترین یہودی دماغوں نے اس سازش کو ان الفاظ میں دستاویزی شکل دی تھی:

''اس کے بعد فوراً ہی عوام کی توجہ کا دھارا نئے مسائل کی طرف

موڑ دیں گے (کیا ہم نے لوگوں کو ہمیشہ نئی چیز کی جستجو کرنے کی تربیت نہیں دی ؟) ان نئے مسائل کی بحث میں وہ عقل سے عاری لوگ بھی کود پڑیں گے جو ابھی تک بھی یہ نہیں سمجھے کہ جن مسائل پر وہ بحث کر رہے ہیں انہیں اس کا ہلکا سا شعور بھی نہیں ہے۔ رموزِ مملکت سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے اس علم کی بنیاد رکھی اور صدیوں سے اس میں رہنمائی کر رہے ہیں، دوسروں کی فہم سے بالاتر ہیں۔

ان تمام باتوں سے آپ کو معلوم ہوگا کہ عوام کی رائے سے ہم صرف اپنے نظام کی کامیابی کی راہ ہموار کریں گے۔ آپ اسے یوں کہہ سکتے ہیں کہ ہم مختلف مسائل پر ان کی رائے سے، اپنے عمل کی نہیں، بلکہ اپنے قول کی توثیق کرائیں گے۔ ہم بار بار اس کا اظہار کر چکے ہیں کہ ہم ہر معاملے میں اپنی رہنمائی اس اُمید اور یقین سے حاصل کرتے ہیں کہ عوام کی فلاح و بہبود کے لیے کام کر رہے ہیں۔"

(تیرہویں دستاویز، توجہ بھٹکانا: 131)

نظریاتی اختلافات کے علاوہ علاقائی و لسانی جھگڑوں کو ہوا دینا، آئے دن کوئی نیا شوشہ چھوڑتے رہنا اور عامۃ الناس کو اس میں الجھا کر مقصدی اُمور سے ہٹائے رکھنا۔ کوئی سمجھدار مسلمان اس کی اصلاح کے لیے آواز اٹھائے تو مختلف ہتھکنڈوں سے اس کی حوصلہ شکنی کرنا بلکہ یہ کوشش کرنا کہ مسلمانوں میں ایسی سمجھ اور شعور والے افراد پیدا ہی نہ ہوں تا کہ یہ

ننگِ انسانیت قوم اپنا کام کیے جائے۔ یہ سب کچھ اسی تیسرے طریقے کا حصہ ہیں۔ درج ذیل اقتباسات کو ذہن حاضر رکھ کر پڑھیئے:

''رائے عامہ کو اپنے قابو میں رکھنے کے لیے اسے پراگندہ رکھنا ضروری ہے اور یہ اس طرح ممکن ہے کہ ہم بھانت بھانت کے اختلافِ رائے کے لیے مواقع فراہم کریں اور ان اختلافات کو اتنے عرصہ تک شہ دیتے رہیں کہ غیر یہودیوں کے دماغ مختلف نظریات کی بھول بھلیوں میں گم ہو جائیں اور ان کے دماغ میں یہ بات بیٹھ جائے کہ بہترین بات یہی ہے کہ رموزِ مملکت کے بارے میں (جنہیں عوام کے لیے سمجھنا ضروری نہیں ہے) کوئی رائے زنی ہی نہ کی جائے۔ وہ یہ سمجھ لیں کہ جس کا کام اسی کو ساجھے۔ ان معاملات کو سمجھنا ان ہی لوگوں کا کام ہے جنہیں عوام کی قیادت کرنی ہے۔ ہمیں اس سے کوئی سروکار نہ ہونا چاہیے۔ یہ پہلا راز ہے۔''

ہماری حکومت کی کامیابی کا دوسرا راز مندرجہ ذیل ہے:

''قومی کمزوریاں، عادات، جذبات اور معاشرتی زندگی کے نقائص بیان کرنے میں اس قدر غلو سے کام لینا چاہیے کہ عام آدمی کو یہ پتہ ہی نہ چل سکے کہ وہ اس افراتفری میں کہاں کھڑا ہے؟ اور اس طرح لوگ دوسروں کا نکتۂ نظر سمجھنے کی صلاحیت ہی کھو بیٹھیں۔ یہ افراتفری ہماری ایک اور طریقہ سے بھی مدد کرے گی اور وہ اس طرح کہ مختلف جماعتوں میں پھوٹ پڑ

جائے گی اوران تمام اجتماعی قوتوں کے، جو ہماری اطاعت قبول کرنے پر تیار نہیں ہیں، قدم اُکھاڑ دے گی اور ہر اس فرد کی حوصلہ شکنی کرے گی جو اپنی ذاتی اختراعی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر ہمارے کام میں رکاوٹ ڈالنے کا سبب بن سکتا ہو۔

ہمارے لیے انفرادی اختراع سے زیادہ خطرناک اور کوئی چیز نہیں ہے اور اگر اس اختراع کے پیچھے ذہانت اور فطانت بھی ہو۔ ایسی اختراع ان دس لاکھ آدمیوں سے زیادہ خطرناک ہوسکتی ہے جن میں ہم نے نفرت کی پرورش کی ہے۔

ہمیں غیر یہودیوں کے تعلیمی شعبے کو اس طرح منظم کرنا چاہیے کہ جب وہ کسی ایسے مسئلے سے دو چار ہوں جس میں اختراع کی ضرورت ہو تو وہ اپنے آپ کو عاجز و بے بس سمجھ کر خود ہی ہار مان لیں۔

ان تمام باتوں سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم غیر یہودیوں کو تھکا کر اتنا مضمحل کر دیں کہ وہ آخر کار ہمیں اس قسم کی بین الاقوامی طاقت پیش کرنے پر مجبور ہو جائیں جو ہمیں اس قابل کردے کہ بغیر کوئی تشدد کیے ہم دنیا کے ملکوں کی ساری طاقت رفتہ رفتہ چوس کر ایک ''سپر گورنمنٹ'' بنا سکیں۔ موجودہ حکمرانوں کے بجائے ہم ان پر ایک ایسا عفریت مسلط کر دیں گے، جو اس سپر گورنمنٹ کی انتظامیہ کہلائے گی۔ اس کے پنجے ہر سمت گڑے ہوئے ہوں گے اور اس کی تنظیم اتنی وسیع و عریض ہو گی کہ ہمارے

لیے ساری دنیا کی قوموں کی تسخیر میں ناکامی ناممکن ہوگی۔"

(پانچویں دستاویز، مطلق العنانیت:99)

(4) قیادت کے اہل افراد کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈہ:

ان کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ان افراد کو بے اعتبار اور ناقابلِ اعتماد بنا دینا جو قیادت کے اہل ہیں۔ اس مقصد کے لیے وہ ان کے خلاف غلط باتیں پھیلاتے ہیں۔ ایسی شخصیتوں کی جن سے ان کو خطرہ ہوتا ہے، جاسوسی کرتے ہیں۔ ان کی لغزشوں کے ثبوت محفوظ رکھتے ہیں اور انہیں مناسب موقع پر استعمال کرتے ہیں اور ان کے خلاف باضابطہ مہم چلاتے ہیں اور بعض اوقات ان کو بلیک میل کرنے کی کوششیں کرتے ہیں۔ اس طریقے کو سمجھنے کے لیے یہ اقتباس پڑھیئے:

"درحقیقت ان ہی وجوہ کی بناء پر اکثر ملکوں میں بادشاہوں کو معزول کیا جا چکا ہے اور اس کے بعد ہی جمہوری حکومتوں کے قیام کا ایسا امکان پیدا ہو سکا کہ اسے روبہ عمل لایا جا سکے۔ اس کے بعد ہم نے حکمرانوں کے بدلے، صدر کی شکل میں انہیں کاٹھ کا الو دے دیا، جو عوام میں سے چنا جاتا ہے اور ان کٹھ پتلیوں کا منتخب کردہ ہوتا ہے جو ہمارے غلام ہیں۔

یہ اس بارودی سرنگ کی بنیاد تھی جو ہم نے غیر یہودی حکومتوں کے نیچے بچھائی، بلکہ یہ کہنا زیادہ درست ہوگا کہ تمام غیر یہودیوں کے نیچے بچھائی تھی۔

اس بات کو یقینی بنانے کے لیے کہ ہماری حکمتِ عملی

سے وہی نتیجہ نکلے جو ہم نکالنا چاہتے ہیں، ہمیں ایسے صدر کا
انتخاب کروانا ہوگا جس کا ماضی کسی سربستہ گناہ سے داغدار ہو۔
اس طرح وہ ہمارے مقاصد کے حصول کے لیے زیادہ قابلِ
اعتماد ثابت ہو سکے گا چونکہ ایک طرف تو اسے یہ خوف لاحق ہوگا
کہ کہیں ہم اس کا راز فاش نہ کر دیں اور دوسری طرف (جیسا کہ
ہر اقتدار پسند کی خواہش ہوتی ہے) وہ خود ان مراعات، فوائد اور
اس شان وشوکت کو جو صدر کے عہدے کا لازمہ ہوتی ہے، باقی
اور قائم رکھنے کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑے گا۔"

(دسویں دستاویز، اقتدار کی تیاری:118)

صدر رچرڈ نکسن کا واقعہ اس کی بہترین مثال ہے۔ جب اس نے
یہود کے مقاصد کی تکمیل میں پس وپیش کیا تو "واٹر گیٹ اسکینڈل" میں بُری
طرح پھنسا دیا گیا حتیٰ کہ استعفیٰ دیتے ہی بنی۔ امریکی صدر بل کلنٹن کے
ساتھ جو کچھ ہوا وہ بھی اس کی واضح مثال ہے۔ دنیا حیرت زدہ تھی کہ
یکا یک اس عورت (مونیکا لیونسکی) کو کیا ہوا کہ امریکی صدر کی عزت
اُتارنے پر تُل گئی۔ حقیقت یہ تھی کہ یہودی لابی نے اپنی اس ایجنٹ کے
ذریعہ عیاش صدر کو بوقتِ ضرورت لگام دینے کا بندوبست بہت پہلے کرلیا
تھا۔ یہ بندوبست ان کے اس وقت کام آیا جب صدر کلنٹن نے فلسطینی
علاقے میں یہودی بستیاں تعمیر کرنے پر اسرائیلی صدر نیتن یاہو کو یاد دلایا کہ
یہ اس معاہدے کی خلاف ورزی ہے جو اسرائیل فلسطینیوں سے کر چکا ہے۔
امریکی صدر جب یہودی ارادوں میں زیادہ مزاحم ہونے لگا تو یہودی لابی

اسے اپنی حد میں رکھنے کے لیے اس کے اس جرم کو منظرِ عام پر لے آئی جس کے ثبوت وہ اپنے پاس محفوظ رکھے ہوئی تھی۔ جب صدر صاحب اپنے جامے میں واپس آ گئے اور اپنے بعد آنے والوں کے لیے نشانِ عبرت بنا دیئے گئے تو ان کے خلاف مواخذے کی قرارداد اکثریتی ووٹوں سے نامنظور کروا کر بری الذمہ قرار دے دیا گیا۔

(5) اپنا کام نکالنے کے لیے مخلص افراد کو آپس میں لڑوانا:

ایک مؤثر طریقۂ کار یہ ہے کہ یہود کے ایجنٹ، مسلمانوں کے مخلص افراد یا طبقات کو نہایت خفیہ طریقے سے اس طرح لڑا دیتے ہیں کہ دونوں افراد یا طبقات جو فی الواقع اس سازش سے بے خبر ہوتے ہیں، یہ باور کرتے ہیں کہ وہ حق کی خاطر جدوجہد کر رہے ہیں اور اپنی اپنی جگہ ایسا سمجھنے میں وہ بہت حد تک حق بجانب بھی ہوتے ہیں، لیکن دراصل وہ بالواسطہ ایسی بحث یا نزاع میں پڑ کر غیروں کی سازش کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس کی بہت سی مثالیں دی جا سکتی ہیں، لیکن ہم انہیں ذکر نہیں کرتے کیونکہ اس تحریر کا مقصد کسی کی اہانت یا دل آزاری نہیں، اصلاحِ احوال کی فکر پیدا کرنا ہے۔

یہود اور ان کے آلۂ کاروں کی اس سے ملتی جلتی ایک اور کوشش یہ ہوتی ہے کہ کسی معقول اور صحیح بات کو ایک ایسے وقت میں حکمرانوں، علماء اور عامۃ المسلمین کے درمیان موضوعِ بحث بنا ڈالتے ہیں جو وقت مسلمانوں کے اعتبار سے خلافِ مصلحت ہوتا ہے یعنی صحیح مؤقف کو غلط طریقے سے غلط وقت میں پیش کر کے اس کے ذریعے اہم اور زیادہ مفید مسئلے سے توجہ ہٹا کر غیر اہم اور کم تر افادیت والے مسئلے میں مشغول کر دیتے

ہیں۔ جب تک اس سے فراغت ہوتی ہے تب تک اصل مقصود کے حصول کا موقع ہاتھ سے جاچکا ہوتا ہے۔

(6) مذہبی واخلاقی پستی پھیلانا اور کھیل تماشوں کو فروغ دینا:

ایک طریقہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو دین وآخرت کی فکر سے ہٹا کر دنیا بنانے کی فکر یا کھیل وتفریح اور لہو ولعب میں لگا دیا جائے۔ اس طرح وہ امت جو تمام روئے زمین پر غلبۂ اسلام کی فکر اور تمام عالم کے مسلمانوں کی فلاح و بہبود کی تڑپ جیسے اعلیٰ مقاصد رکھتی تھی، جانوروں کی طرح اپنا پیٹ بھرنے اور خدا کی یاد سے غافل ہو کر لذاتِ نفس کے حصول میں منہمک رہنے جیسی پستی پر اُتر آتی ہے۔ یادِ خدا، جہاد بالسیف اور نصیحۃ المسلمین جیسے نظریات اسے دیوانوں کی بڑ لگنے لگتے ہیں۔ درج ذیل پیراگراف پڑھیئے اور سوچیئے کہ آج ہم جس مذہبی اور اخلاقی پستی میں مبتلا ہیں، اس تک پہنچانے میں کہیں اسی رسوائے زمانہ فرقے کا ہاتھ تو نہیں؟

''اس بات کو یقینی بنانے کے لیے کہ خود عوام کو یہ سوچنے کا موقع نہ مل سکے کہ وہ کہاں کھڑے ہیں، ہم ان کی توجہ تفریحوں، کھیل تماشوں اور اس قسم کی دوسری خرافات کی طرف موڑ دیں گے۔ پھر کچھ عرصے کے بعد پریس کے ذریعہ ہم فنکاروں، کھلاڑیوں اور اس قسم کے لوگوں کے لیے مقابلوں کا اعلان کریں گے۔ اس قسم کی دلچسپیاں، بالآخران کے ذہن ایسے مسائل کی طرف سے جن کی مخالفت کرنا ہمارے لیے ضروری ہو، ہٹا دیں گی۔ رفتہ رفتہ جب وہ ردِعمل کی صلاحیت کھو بیٹھیں گے اور خود اپنی رائے قائم

کرنے کے قابل نہیں رہیں گے اور چونکہ صرف ہم ہی ان کے سامنے خیال کی نئی جہتیں پیش کر رہے ہوں گے، اس لیے اب وہ صرف ہمارے لہجے میں بات کرنے پر مجبور ہوں گے۔ یہ کام یقیناً ان لوگوں کے ذریعہ کروایا جائے گا جن پر ہمارے ساتھی ہونے کا شبہ بھی نہیں کیا جا سکے گا"۔

(تیرہویں دستاویز، توجہ بھٹکانا، نانِ شبینہ، تفریحی مراکز: 132)

(7) مذہب کے مسلّمہ اُمور کو مشکوک بنانا:

ایک خطرناک طریقہ یہ ہے کہ مذہب کے مسلّمہ اُمور کو لا یعنی اشکالات اور بے معنی اعتراضات کر کے مشکوک بنا دیا جائے۔ مثلاً حدیث شریف کی حجیت اور تقلید کے وجوب کے انکار پر کی جانے والی بے سر و پا بحثیں اسی قبیل سے تعلق رکھتی ہیں۔ یا جیسے مسلّمہ اسلامی عقائد و مسائل کے متعلق شکوک و شبہات اور بے معنی وساوس پیدا کر کے لوگوں کو مذہب سے متنفر کر دیا جائے۔ جیسے وجودِ باری تعالیٰ یا...... یا داڑھی اور پردہ پر از سرِ نو غور و فکر اور بحث و مباحثہ۔ اس کے علاوہ قرآنِ مجید کی مختلف آیات میں من گھڑت اور دل پسند تاویلات کر کے نت نئے ملحدانہ نظریات کو فروغ دینا، نیز صحابہؓ کرام کے اجتہادی اختلافات کو بڑھا چڑھا کر زہریلے الفاظ میں بیان کرنا، یا ان پر تنقید کرنا، آئمہ مجتہدین پر بے معنی اعتراضات، مسلمانوں کے لیے قابلِ فخر فقہی ذخیرے سے غیر مفتیٰ بہ جزئیات تلاش کر کے سادہ لوح عوام کو ورغلانا۔ یہ سب اسی طریقے کے زمرے میں آتے

ہیں، اور مندرجہ بالا ساری مثالوں کو معمول یا مشن بنانے والے افراد یا جماعتیں شعوری یا لاشعوری طور پر یہود کے دیئے ہوئے رُخ پر چل رہے ہیں۔ دیکھیئے! چودھویں دستاویز کے یہ عبرت آموز الفاظ:

''ہمارے مفکرین ، غیر یہودی عقائد کی تمام تر کمزوریوں کو زیرِ بحث لائیں گے لیکن چونکہ ہمارے مذہب کے بارے میں سوائے ہمارے کسی اور کو اس کا علم ہی نہیں ہے اور ہم میں سے کوئی فرد بھی اس کا راز فاش کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا ، اس لیے کوئی شخص ہمارے مذہب پر اس کے اصلی نکتہ ٔ نظر سے بات نہیں کرسکے گا۔

ہمارے دانا افراد، جنہیں غیر یہود کی قیادت کی تربیت دی گئی ہے، تقریریں لکھیں گے، منصوبے بنائیں گے، یادداشتیں اور مضامین لکھیں گے جو غیر یہودی دماغوں کو متاثر کرنے میں استعمال کیے جائیں گے تاکہ انہیں گھیر کر علم کی اس فہم اور ترتیب کی طرف لایا جائے جو ہم نے ان کے لیے متعین کی ہوئی ہے۔''

(چودھویں دستاویز، مذہب پر حملہ : 136،135)

آج کل اس فتنہ پرور قوم نے اس کے لیے یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ مغربی ممالک کی معیاری یونیورسٹیوں میں مذہبی تعلیم کے شعبے کھول رکھے ہیں جہاں مستشرقین کی زیرِ نگرانی اسلامی ممالک کے من پسند افراد کو ڈاکٹریٹ کروائی جاتی ہے۔ یہ نام نہاد پی ایچ ڈی افراد اپنے اپنے ممالک

میں جا کر جدید تحقیق کے نام پر زہر پھیلاتے ہیں۔ان کا خاص ہدف پڑھے لکھے افراد ہوتے ہیں جن کی ذہنیت تبدیل کر کے اور انہیں اسلام کے حقیقی معانی ومفاہیم سے برگشتہ کر کے الحاد و بے دینی کا چلتا پھرتا نمونہ اور داعی بنا دیا جاتا ہے ۔آج کل یہ افراد درسِ قرآن کے حلقوں کے ذریعے اپنی خطرناک تحریک کو فروغ دے رہے ہیں۔خودرو پودوں کی طرح جہاں تہاں اُگے ہوئے یہ ادارے اور حلقے جگہ جگہ دیکھے جا سکتے ہیں ۔ذیل کا اقتباس اسلام کا درد رکھنے والوں کے لیے ان حلقوں کی حقیقت سمجھنے کے لیے کافی ہے:

''نوجوانوں کو رسمی مذاہب کی اپنے طرز پر تعلیم دینے اور اس کے بعد اپنے مذہب کی واضح تعلیم دینے کی درمیانی مدت میں ، ہم موجودہ مذاہب پر اعلانیہ انگلی نہیں اٹھائیں گے،لیکن ہم اس قسم کے اعتراضات ضرور اُبھارتے رہیں گے جن کا مقصد انہیں فرقوں میں تقسیم کرنا ہوگا۔

بالعموم ہمارا پریس ملکی اُمور ، مذاہب اور غیر یہود کی نااہلی کو تنقید کا نشانہ بنائے رکھے گا اور کسی اخلاقی اصول کو مدِ نظر رکھے بغیر ہر وہ طریقہ، جو صرف ہماری ذہین قوم ہی استعمال کر سکتی ہے،استعمال کرے گا،جس سے ان کا وقار مجروح کیا جا سکے۔''

اگر اپنے گرد و پیش سے باخبر رہا جائے تو بہت سے ایسے مواقع اور مناظر دیکھنے کو ملیں گے جو درج بالا سات طریقوں میں سے کسی ایک کا شاخسانہ ہوں گے۔ضرورت صرف اُمتِ مسلمہ کی دوررس اور مومنانہ فراست کی ہے۔''

(صفحات 181 تا 191)

نصاریٰ:

نصاریٰ، یہودیوں کی نسبت کم عیار اور مکار ہیں، جس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ یہودیوں نے عیسائیوں ہی کے ہاتھوں حضرت عیسیٰؑ کو سولی چڑھوادیا۔

عیسائیوں نے حضرت محمدؐ کے ساتھ علمی مباحثے بھی کیے، مگر ہٹ دھرمی سے اپنے خودساختہ عقائد پر ڈٹے رہے۔ ان کا آخری مناظرہ قرآن نے یوں رقم کیا ہے:

''اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَیَّ وَ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝ فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِی الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۭ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَ الذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ۭ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝'' (سورۂ آلِ عمرانؑ، آیات ۵۴ تا ۶۰)

(وہ وقت یاد کرو) جبکہ اللہ نے کہا: اے عیسیٰؑ! میں تمہاری مدت پوری کرنے والا ہوں اور تم کو اپنی طرف اُٹھانے والا ہوں، اور کافروں (کے میل جول کی گندگی) سے تجھے پاک کرنے والا ہوں اور جن لوگوں نے تیری پیروی

کی ہے ان کو قیامت تک کافروں پر فوقیت دینے والا ہوں۔ پھر تم سب کی میری ہی طرف بازگشت ہے۔ پس جن باتوں میں تم اختلاف کیا کرتے تھے میں اُن میں تمہارے درمیان فیصلہ کر دوں گا۔ سو جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہوا ہے، میں انہیں دنیا اور آخرت میں سخت عذاب دوں گا، اور اُن کا کوئی مدد کرنے والا نہ ہوگا، اور جو لوگ ایمان لائے، اور عملِ نیک کیے، تو اللہ انہیں اُن کا پورا پورا اجر دے گا، اور اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ (اے رسولؐ) ہم تم پر یہ آیتیں اور حکمت والا ذکر نازل کرتے ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰؑ کی مثال آدمؑ کی مثال کی طرح ہے۔ (خدا نے) اسے مٹی سے پیدا کیا تھا۔ پھر اُسے فرمایا کہ ہو جا، اور وہ ہو گیا۔ (یاد رکھو کہ) حق تمہارے پروردگار کی طرف سے ہی ہے پس تم شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا۔)

اس مناظرے کے بعد "مباہلے" کا حکم نازل ہوا:

"فَمَنْ حَآجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ۛ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝" (سورۂ آلِ عمرانؑ، آیت ۶۱)

(پس بعد اس کے کہ تمہارے پاس علم آ چکا ہے، کوئی شخص عیسیٰؑ کے بارے میں جھگڑا کرے تو کہہ دو کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو، اور اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں کو، اور اپنے نفسوں کو اور تمہارے نفسوں کو۔ پھر ہم خدا کی طرف رجوع کریں اور خدا کی لعنت جھوٹوں پر قرار دیں۔)

نصاریٰ نجران مباہلے کے لیے آئے، مگر پنجتنِ پاکؑ سے مباہلہ کی تاب نہ لا سکے، اور کچھ شرائط پر پیچھے ہٹ گئے۔ مباہلے کی شکست نے ان کے عقائد کا بطلان واضح کر دیا، اور وہ بجائے اسلام کی حقانیت کو تسلیم کرنے کے، اسلام کی مباہلہ میں فتح کو شکست میں تبدیل کرنے میں جُت گئے۔ انہوں نے اس مقصد کے لیے مسلمانوں میں سازشوں کا جال پھیلایا، اور فتح مکہ کے موقع پر اسلام کے رعب وداب کے سامنے سرنگوں ہو کر اسلام میں داخل ہونے والے ''طالقان'' کو استعمال کر کے مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے، جس سے اسلام کے نام پر بھانت بھانت کے فرقے بن گئے۔ ہر فرقے کے پیچھے نہ صرف یہود و نصاریٰ کا ایکٹو (active) ہاتھ رہا ہے، بلکہ ان فرقوں کے درمیان اختلافات کو ہوا دینے کا کام بھی وہ بڑے انہماک اور شدومد سے کرتے چلے آرہے ہیں۔

برطانوی جاسوس لارڈ ہمفرے اپنی یادداشتوں:

(Colonisation Ideals: Humphry's Memoirs)

میں لکھتا ہے:

❁ ''سیکرٹری نے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ تم اپنے کام میں کامیاب رہے ہو لیکن ہم چاہتے ہیں کہ تم اس راہ میں دوسروں سے بازی لے جاؤ۔ آئندہ کے لیے تمہیں دو اہم باتوں کا خیال رکھنا ہے:

(۱) مسلمانوں کی ان کمزوریوں کی نشاندہی کرو جو ہمیں ان تک پہنچنے اور ان کے مختلف گروہوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے میں کامیابی فراہم کریں کیونکہ دشمن پر ہماری کامیابی کا راز ان مسائل کی شناخت پر منحصر ہے۔

(۲) ان کی کمزوریاں جان لینے کے بعد تمہارا دوسرا کام ان میں پھوٹ ڈالنا ہے۔ اس کام میں پوری قوت صرف کرنے کے بعد تمہیں یہ اطمینان ہو جانا چاہیے کہ تمہارا شمار صفِ اوّل کے انگریز جاسوسوں میں ہونے لگا ہے''۔ (صفحہ 23)

''ایک دفعہ میں نے شیعہ سُنّی اختلافات کے موضوع کا اپنی نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت کے سامنے پیش کیا اوران سے کہا: ''مسلمان اگر زندگی کے صحیح مفہوم کو سمجھتے تو ان اختلافات کو چھوڑ بیٹھتے اور وحدت واتحاد کی بات کرتے''۔ اچانک صدرِ جلسہ نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا:

''تمہارا کام مسلمانوں کے درمیان اختلافات کی آگ بھڑکانا ہے نہ کہ تم انہیں اتحاد اور یک جہتی کی دعوت دو''۔

عراق جانے سے پہلے سیکرٹری نے اپنی ایک نشست میں مجھ سے کہا:

''اس سفر میں تمہارا اہم ترین فریضہ مسلمانوں کے درمیان اختلافات کے مختلف پہلوؤں کو سمجھنا اور انہیں ہوا دینے کے طریقوں کو سیکھنا ہے۔ اس سلسلے میں جتنی بھی معلومات مہیا ہوسکیں تمہیں اس کی اطلاع لندن کے حکام تک پہنچانا ہے۔ اگر تم اسلامی ممالک کے بعض حصوں میں سُنّی شیعہ فساد برپا کردو تو گویا تم نے حکومتِ برطانیہ کی عظیم خدمت کی ہے۔

جب تک ہم اپنے نوآبادیاتی علاقوں میں نفاق، تفرقہ، شورش اور اختلافات کی آگ کو ہوا نہیں دیں گے پُرسکون اور مرفوع الحال نہیں ہو سکتے۔ ہم اس وقت تک عثمانی سلطنت کو

شکست نہیں دے سکتے جب تک اس کے قلمرو میں شہر شہر، گلی گلی فتنہ وفساد برپا نہ کردیں۔ اتنے بڑے علاقہ پر انگریزوں کی مختصر سی قوم سوائے اس ہتھکنڈے کے حکومت نہیں کرسکتی۔

پس اے ہمفرے! تمہیں چاہیے کہ پہلے اپنی پوری قوت صرف کرکے ہنگامے، شورشرابے، پھوٹ اور اختلافات کی کوئی راہ نکالو، اور پھر وہاں سے اپنے کام کا آغاز کرو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اس وقت عثمانی حکومتیں کمزور ہوچکی ہیں۔ تمہارا فرض ہے کہ تم لوگوں کو ان کے حکمرانوں کے خلاف بھڑکاؤ۔ تاریخی حقائق کی بنیاد پر ہمیشہ انقلابات، حکمرانوں کے خلاف عوام کی شورش سے وجود میں آئے ہیں۔ جب کبھی کسی علاقے کے عوام میں پھوٹ اور انتشار پڑ جائے تو استعمار کی راہ ہموار ہوسکتی ہے"۔ (صفحات 26 تا 28)

- "اس منزل پر مجھے نوآبادیاتی علاقوں کے وزیر کی سنہری بات یاد آئی جو اس نے مجھے الوداع کرتے ہوئے کہی تھی۔ اس نے کہا تھا:

"ہم نے اسپین کو کفار (مراد اہلِ اسلام ہیں) سے شراب اور جوئے کے ذریعے دوبارہ حاصل کیا۔ اب انہیں دو طاقتوں کے ذریعے دوسرے علاقوں کو بھی پامردی کے ساتھ واپس لینا ہے"۔ (صفحہ 40)

- "شریعتِ اسلام کا قانون مسلمانوں کی اس طرزِ زندگی سے رتی برابر میل نہیں کھاتا لیکن یہ بات ضروری ہے کہ مسلمانوں کو اسلام کی حقیقی روح سے بے خبر

رکھا جائے اور انہیں حقائقِ دین تک نہ پہنچنے دیا جائے"۔ (صفحات 63-64)

"اس کے بعد بصورتِ فہرست ان اقدامات کی تاکید کی گئی تھی جن کے ذریعے اسلامی دنیا کو کمزور بنایا جا سکتا تھا اور وہ یہ تھیں:

(۱) بدگمانی اور سوءِ تفاہم کے ذریعے شیعہ اور سُنّی مسلمانوں میں مذہبی اختلافات پیدا کرنا اور دونوں گروہوں کی طرف سے ایک دوسرے کے خلاف اہانت آمیز اور تہمت انگیز باتیں لکھنا اور نفاق وتفرقے کے اس سودمند پروگرام کو روبہ عمل لانے کے لیے بھاری اخراجات کی ہرگز پروانہ کرنا۔

(۲) مسلمانوں کو جہالت اور لاعلمی کے عالم میں رکھنا۔ کسی تعلیمی مرکز کے قیام کی کوشش کو کامیاب نہ ہونے دینا۔ طباعت اور نشر و اشاعت پر پابندی عائد کرنا اور ضرورت پڑے تو عوامی کتب خانوں کو نذرِ آتش کرنا۔ بچوں کو دینی مدارس میں جانے سے روکنے کے لیے علماء اور مراجع دینی پر تہمتیں لگانا۔

(۳) کاہلی پھیلانے اور زندگی کی جستجو سے مسلمانوں کو محروم کرنے کے لیے موت کے بعد کی دنیا میں رنگ آمیزی اور جنت کی ایسی توصیف بیان کرنا تاکہ وہ مجسم بن کر لوگوں کے ذہن اور قلب پر چھا جائے، اور وہ اس کو حاصل کرنے کے لیے اپنی معاشی تگ و دو سے دستبردار ہو جائیں، اور ملک الموت کے انتظار میں بیٹھے رہیں۔

(۴) ہر طرف درویشوں کی خانقاہوں کا پھیلاؤ، اور ایسی کتابوں اور رسالوں کی طباعت جو لوگوں کو دنیا و مافیہا سے برگشتہ کر کے انہیں

مردم بیزاری اور گوشہ نشینی کی طرف مائل کریں جیسے غزالی کی احیاء العلوم، مولانا روم کی مثنوی اور محی الدین عربی کی کتابیں وغیرہ۔

(۵) خودخواہ حکمرانوں کی حقانیت کے ثبوت میں مختلف احادیث کی اشاعت مثلاً: ''بادشاہ زمین پر اللہ کا سایہ ہے''۔ یا پھر یہ دعویٰ کہ حضرت ابوبکر، عمر، عثمان اور علی، بنی اُمیہ اور بنی عباس سب کے سب بالجبر تلوار کے زور سے حکومت کے منصب پر فائز ہوئے اور بزورِ شمشیر حکمرانی یا سقیفہ کی کارروائی کو ایک تماشے کی صورت میں پیش کرنا جس کی ڈوری حضرت عمر نے تھام رکھی ہو اور اس بارے میں دلائل قائم کرنا جیسے حضرت علی کے طرف داروں خاص طور پر آپ کی زوجہ محترمہ حضرت فاطمۃ الزہرا کے گھر کو جلانا نیز یہ ثابت کرنا کہ:

(i) حضرت عمر کی خلافت، ظاہراً حضرت ابوبکر کی وصیت اور باطناً مخالفین کو ڈرا دھمکا کر عمل میں لائی گئی۔

(ii) حضرت علی کی مخالفت کی بنیاد پر حضرت عثمان کے انتخاب میں ڈرامائی طور پر شوریٰ کی تشکیل، جو بالآخر مخالفت، شورش، خلیفہ سوم کے قتل اور حضرت علی کی خلافت پر منتج ہوئی۔

(iii) مکروحیلہ اور شمشیر کے ذریعے معاویہ کا برسرِ اقتدار آنا اور اسی صورت میں اس کے جانشینوں کا استقرار۔

(iv) ابومسلم کی قیادت میں سفاح کی مسلح شورش اور بزورِ

شمشیر خلافتِ بنی عباس کا قیام۔

(v) حضرت ابوبکر سے لے کر عثمانیوں کی حکمرانی کے اس دور تک تمام خلفائے اسلام آمر تھے، اور یہ کہ نظامِ اسلام میں ہمیشہ آمریت کا دور دورہ رہا ہے۔

(٦) راستوں میں بدامنی کے اسباب فراہم کرنا۔ بداندیش افراد کی مدد سے شہروں اور دیہاتوں میں فتنہ وفساد برپا کرنا، اور غنڈوں، فسادیوں اور ڈاکوؤں کی پشت پناہی کرنا، اور انہیں اسلحہ اور رقم فراہم کرکے ان کی مدد کرنا۔

(٧) حفظانِ صحت کی کوششوں میں آڑے آنا، اور جبری اور قدری انکار کو ترجیح دینا اور یہ بتانا کہ ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے۔ بیماری بھی اللہ کی دین ہے، اور اس کا علاج بے سود ہے۔ اس سلسلے میں یہ آیت پیش کرنا ''وہی ہے جو مجھے کھانا دیتا ہے اور پیاس کی حالت میں سیراب کرتا ہے اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو مجھے تندرستی عطا کرتا ہے''۔ (سورۃ الشعراء، آیت ٨٠) ''وہی مارتا ہے اور جلاتا بھی ہے''۔ (سورۃ الشعراء، آیت ٨١) شفا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ موت اور حیات بھی اس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ بیماری سے شفایابی اور موت سے رہائی اس کی مشیت اور اس کے ارادہ کے بغیر قطعی ناممکن ہے، اور یہ تمام رونما ہونے والے واقعات قضائے الٰہی ہیں۔

(٨) اسلامی ممالک کو فقر وافلاس میں باقی رکھنا، اور ان میں کسی قسم کا

تغیر وتبدل یا اصلاحِ عمل کو جاری نہ ہونے دینا۔

(۹) فتنہ وفساد اور ہنگامہ آرائیوں کو ہوا دینا، اور اس عقیدہ کو لوگوں میں راسخ کرنا کہ اسلام محض عبادات اور پرہیز گاری کا نام ہے، اور دنیا اور اس کے اُمور سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔ حضرت ختمی المرتبت اور ان کے جانشینوں نے کبھی ان مسائل میں پڑنے کی کوشش نہیں کی، اور سیاسی اور اقتصادی تنظیم سے کوئی سروکار نہیں رکھا۔

(۱۰) ادھر دیئے ہوئے امور پر توجہ اقتصادی بدحالی اور غربت و بیکاری میں اضافہ کا باعث ہوگی، مگر اس کے ساتھ ساتھ پسماندگی میں اضافہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ کسانوں کے غلہ کے ڈھیروں کو نذرِ آتش کیا جائے، تجارتی کشتیوں کو ڈبو دیا جائے، تجارتی جہاز اور صنعتی مراکز میں بڑے پیمانے پر آگ بھڑکائی جائے، دریاؤں کے بند توڑ کر بستیاں ویران کی جائیں، اور پینے کے پانی کو زہر آلود بنایا جائے تاکہ اس لحاظ سے علاقے والوں کی پسماندگی اور فقر و ہلاکت کا سامان فراہم کیا جاسکے۔

(۱۱) اسلامی حکمرانوں کے مزاج کو بدلا جائے اور ان میں شراب نوشی، جوئے بازی اور دیگر اخلاقی برائیاں پیدا کی جائیں۔ قومی خزانہ میں خورد برد اور لوٹ کھسوٹ کی ایسی صورت پیدا کی جائے کہ ان کے پاس اپنے دفاع ملکی معیشت اور ترقیاتی اُمور کے لیے کوئی رقم باقی نہ رہے۔

(۱۲) ''مرد عورتوں پہ حاکم ہیں'' (سورۃ النساء، آیت ۳۴) یا ''عورتیں بدی کا پتلا ہیں'' کی حدیث کے سہارے عورتوں کی

توہین وتحقیر اور کنیزی کا پرچار کیا جائے۔

(۱۳) اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں کی شہری اور دیہاتی بستیوں میں غلاظت اور گندگی کا سب سے بڑا سبب ان علاقوں میں پانی کی کمی ہے، اور ہمیں چاہیے کہ ہم ہر ممکن طریقے سے گنجان آباد علاقوں میں پانی کی فراوانی روک دیں تاکہ ان علاقوں میں زیادہ کثرت سے گندگی میں اضافہ ہو۔" (صفحات 66 تا 70)

"کتاب کے ایک اور باب میں مسلمانوں کی قوت وطاقت کو توڑنے اور انہیں کمزور بنانے کے دیگر اصولوں پر بھی گفتگو کی گئی تھی، جو دلچسپی سے خالی نہیں:

(۱) ایسے افکار کی ترویج جو قومی، قبائلی اور نسلی عصبیتوں کو ہوا دیں اور لوگوں کو گزشتہ قوموں کی تاریخ، زبان اور ثقافت کی طرف شدت سے مائل کریں، اور وہ ماقبل اسلام کی تاریخی شخصیتوں پر فریفتہ ہو جائیں، اور ان کا احترام کریں۔ مصر میں فرعونیت کا احیاء، ایران میں زرتشت اور بین النہرین میں بابل کی بت پرستی، ان ہی کی مثالیں ہیں۔ کتاب کے اس حصے میں ایک بڑے نقشے کا بھی اضافہ کیا گیا تھا جس میں ان مراکز کی نشاندہی کی گئی تھی جن میں سابق الذکر خطوط پر عملدرآمد ہو رہا تھا۔

(۲) شراب خوری، جوئے بازی، بدفعلی اور شہوت رانی کی ترویج، سؤر کے گوشت کے استعمال کی ترغیب، ان کارگزاریوں میں یہودی، نصرانی، زرتشتی اور صابی اقلیتوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ہاتھ بٹانا چاہیے اور ان برائیوں کو مسلم معاشرے میں زیادہ سے زیادہ

فروغ دینا چاہیے جن کے عوض نو آبادیاتی علاقوں کی وزارت انہیں انعام و اکرام سے نوازے گی۔ اس کام کے لیے متعدد افراد کی ضرورت ہے جو کسی بھی موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیں اور شراب، جواء، فحاشی اور سؤر کے گوشت کو جہاں تک ہو سکے لوگوں میں مقبول بنائیں۔ اسلامی دنیا میں انگریزی حکومت کے کارندوں کا یہ فریضہ تھا کہ وہ مال و دولت، انعام و اکرام اور ہر مناسب طریقے سے ان برائیوں کی پشت پناہی کریں اور ان پر عمل پیرا افراد کو کسی طرح کا گزند نہ پہنچنے دیں، اور مسلمانوں کو اسلامی احکامات اور اس کی اوامر و نواہی سے روگردانی کی ترغیب دیں کیونکہ احکامِ شرع سے بے توجہی معاشرے میں بدنظمی اور افراتفری کا سبب ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر قرآن مجید میں سود کی شدت سے مذمت کی گئی ہے اور اس کا شمار گناہانِ کبیرہ میں ہوتا ہے۔ پس لازم ہے کہ ہر حال میں سود اور حرام سودے بازی کو عام کرنے کی کوشش کی جائے اور اقتصادی بدحالی کو مکمل طور پر پروان چڑھایا جائے۔ اس کام کے لیے ضروری ہے کہ سود کی حرمت سے متعلق آیات کی غلط تفسیر کی جائے اور اس اصول کو پیشِ نظر رکھا جائے کہ قرآن کے ایک حکم کی سرتابی اسلام کے تمام احکام سے روگردانی کی جرأت کا آئینہ دار ہوتی ہے۔ مسلمانوں کو یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ قرآن نے جس سود کو منع کیا ہے وہ سود مرکب (یا سود در سود) ہے، وگرنہ عام سود میں

کوئی قباحت نہیں ہے۔ قرآن کہتا ہے: ''اپنے مال کو کئی گنا کرنے کی خاطر سود نہ کھاؤ''۔ (سورۂ آلِ عمرانؑ، آیت ۱۳۰)
اس بنا پر سود حرام نہیں ہے۔

(۳) علمائے دین اور عوام کے درمیان دوستی اور احترام کی فضا کو آلودہ کرنا اہم فریضہ ہے، جسے انگلستان کی حکومت کے ہر ملازم کو یاد رکھنا چاہیے۔ اس کام کے لیے دو باتوں کی اشد ضرورت ہے:

(ا) علماء و مراجع پر الزام تراشی کرنا۔

(ب) نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت سے منسلک بعض افراد کو علمائے دین کی صورت دینا اور انہیں الازہر یونیورسٹی، نجف، کربلا اور استنبول کے علمی اور دینی مراکز میں اتارنا، علمائے دین سے لوگوں کا رشتہ توڑنے کے لیے ایک راستہ یہ بھی ہے کہ بچوں کو نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت کے پروگراموں کے مطابق تربیت دی جائے۔ اس کام کے لیے ایسے اساتذہ کی ضرورت ہے جو ہمارے تنخواہ دار ہوں تاکہ وہ جدید علوم کی تدریس کے ضمن میں نوجوانوں کو علمائے دین اور عثمانی خلیفہ سے متنفر کریں، اور ان کی اخلاقی برائیوں اور ظلم و زیادتیوں کو بڑی آب و تاب کے ساتھ بیان کریں، اور یہ بتائیں کہ وہ کس طرح قومی سرمایہ کو اپنی عیاشیوں کی نذر کرتے ہیں، اور ان

میں کسی پہلو سے اسلامی جھلک نہیں پائی جاتی۔

(۴) وجوبِ جہاد کے عقیدے میں تزلزل پیدا کرنا، اور یہ ثابت کرنا کہ جہاد صرف صدر الاسلام کے لیے تھا تاکہ مخالفوں کی سرکوبی کی جائے، مگر آج اس کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔

(۵) کافروں کی پلیدی اور نجاست سے متعلق موضوع جو خاص طور پر شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے، ان مسائل میں سے ہے جسے مسلمانوں کے ذہن سے خارج ہو جانا چاہیے اور اس کے لیے قرآن اور حدیث سے مدد لینے کی ضرورت ہے۔ مثال کے طور پر یہ آیت جس میں کہا گیا ہے کہ ''اہلِ کتاب جو کھانا کھاتے ہیں وہ تم پر حلال ہے اور جو تم کھاتے ہو وہ ان پر حلال ہے اور پاک دامن عورتیں اور پاکدامن اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) عورتیں تم پر حلال ہیں''۔ کیا رسولؐ اللہ نے صفیہ اور ماریہ نامی یہودی اور مسیحی عورتوں سے شادی نہیں کی تھی؟ اور کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ (نعوذ باللہ) رسولؐ اللہ کی بیویاں نجس تھیں؟

(۶) مسلمانوں کو یہ بات سمجھانی چاہیے کہ دین سے حضرت ختمی مرتبتؐ کی مراد صرف اسلام نہیں، بلکہ جیسا کہ قرآن حکیم سے بھی ثابت ہے دین میں اہلِ کتاب یعنی یہود و نصاریٰ بھی شامل ہیں، اور تمام ادیان کے پیروکاروں کو مسلمان کہا جائے گا۔ قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام خدا سے دُعا کرتے ہیں کہ اس دنیا سے بطور مسلمان جائیں۔ حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کی بھی

یہی تمنا ہے کہ "پروردگار! ہم دونوں کو مسلمانوں کے زمرہ میں اور ہمارے خاندان کو امتِ مسلمہ قرار دے"۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے فرزندوں سے کہتے ہیں: "نہ مرنا مگر حالتِ اسلام میں"۔

(۷) دوسرا اہم موضوع کلیساؤں اور کنیساؤں کے اسباب سے متعلق ہے۔ قرآن و حدیث اور تاریخِ اسلام کی روشنی میں لوگوں کو یہ باور کرایا جائے کہ اہلِ کتاب کی عبادت گاہیں محترم ہیں۔ قرآن کا ارشاد ہے: "اگر خداوندِ عالم لوگوں کو منع نہ فرماتا تو لوگ نصاریٰ کے کلیساؤں، یہودیوں کے کنیساؤں اور زرتشتیوں کے آتشکدوں کو تباہ و برباد کر دیتے" (سورۃ الحج، آیت ۴۰) اس آیت سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اسلام میں عبادت گاہیں محترم ہیں، اور انہیں ہرگز نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا۔

(۸) دینِ یہود سے انکار پر مبنی چند حدیثیں جناب رسالت مآبؐ سے نقل کی گئی ہیں مثلاً "یہودیوں کو جزیرۃ العرب سے باہر نکال دو، یا جزیرۃ العرب میں دو متفاوت ادیان کی گنجائش نہیں"۔ ہمیں ہر حال میں ان احادیث کی تردید کرنی چاہیے، اور یہ بتانا چاہیے کہ اگر یہ احادیث صحیح ہوتیں تو حضرت ختمی مرتبتؐ کبھی یہودی عورت سے شادی نہ کرتے۔

(۹) لازم ہے کہ مسلمانوں کو عبادت سے روکا جائے اور اس کے وجوب کے بارے میں ان کے دلوں میں شکوک پیدا کیے جائیں۔ خاص طور سے اس نکتہ پر زور دیا جائے کہ خداوندِ عالم

بندوں کی عبادت سے بے نیاز ہے۔ حج ایک بیہودہ عمل قرار دیا جائے، اور مسلمانوں کو شدت کے ساتھ مکہ جانے سے روکا جائے۔ اسی طرح مجالس اور اس سلسلہ کے تمام اجتماعات پر پابندی لگائی جائے۔ یہ اجتماعات ہمارے لیے خطرے کی گھنٹی ہیں، اور انہیں شدت کے ساتھ روکنا ضروری ہے۔ مساجد، آئمہؑ دین کے مزارات، امام بارگاہوں اور مدرسوں کی تعمیرات پر بھی بندش عائد کی جائے۔

(۱۰) خمس اور غنائمِ جنگی کی تقسیم بھی اسلام کی تقویت کا ایک سبب ہے۔ خمس کا تعلق لین دین، تجارتی اور کاروباری منافع سے نہیں ہے۔ مسلمانوں کو اس بات سے آگاہ کرنے کی ضرورت ہے کہ اس رقم کی ادائیگی پیغمبرِ اکرمؐ اور اماموں کے زمانے میں واجب تھی، لیکن اب علمائے دین کو اس کا اختیار نہیں ہے کہ وہ لوگوں سے اس رقم کو حاصل کریں۔ خاص طور پر جبکہ یہ لوگ اس رقم سے ذاتی فائدے حاصل کرتے ہیں اور اپنے لیے بھیڑ، بکریاں، گائے، گھوڑے، باغات اور محلات خریدتے ہیں۔ اس اعتبار سے شرعاً خمس کی رقم ان کے لیے جائز نہیں ہے۔

(۱۱) لوگوں کو برگشتہ کرنے کے لیے یہ ظاہر کرنے کی ضرورت ہے کہ اسلام فتنہ وفساد اور ابتری اور اختلافات کا دین ہے، اور اس کے ثبوت میں اسلامی ممالک میں رونما ہونے والے واقعات کو پیش کرنا چاہیے۔

(۱۲) اپنے آپ کو تمام گھرانوں میں پہنچا کر باپ بیٹوں کے تعلقات کو اس حد تک بگاڑا جائے کہ بزرگوں کی نصیحت بے اثر ہو جائے، اور لوگ آمریت کی تہذیب و تمدن کا شکار ہو جائیں۔ اس صورت میں ہم نوجوانوں کو ان کے دینی عقائد سے منحرف کر کے انہیں علماء سے دور رکھ سکتے ہیں۔

(۱۳) عورتوں کی بے پردگی کے بارے میں ہمیں سعیٔ بلیغ کی ضرورت ہے تا کہ مسلمان عورتیں خود پردہ چھوڑنے کی آرزو کرنے لگیں۔ اس سلسلے میں ہمیں تاریخی دلائل و شواہد کا سہارا لے کر یہ ثابت کرنا ہوگا کہ پردہ کا رواج بنی عباس کے دور سے ہوا، اور یہ ہرگز اسلام کی سُنّت نہیں ہے۔ لوگ رسولِ اکرمؐ کی بیویوں کو بغیر پردہ دیکھتے رہے ہیں۔ صدر الاسلام کی عورتیں زندگی کے تمام شعبوں میں مردوں کے شانہ بشانہ رہی ہیں۔ ان کوششوں کے بار آور ہونے کے بعد ہمارے ساتھیوں کا یہ فرض ہے کہ وہ نوجوانوں کو نامشروع جنسی روابط اور عیاشیوں کی ترغیب دیں، اور اس طرح برائیوں کو اسلامی معاشرے میں رواج دیں۔ ضروری ہے کہ غیر مسلم عورتیں پوری بے پردگی کے ساتھ اپنے آپ کو مسلم معاشرے میں پیش کریں تا کہ مسلمان عورتیں انہیں دیکھ کر ان کی تقلید کریں۔

(۱۴) جماعت کی نماز سے لوگوں کو روکنے کے لیے ضروری ہے کہ آئمۂ جماعت پر الزام تراشیاں کی جائیں، اور ان کے فسق و فجور پر مبنی دلائل

پیش کیے جائیں تاکہ لوگ ان سے متنفر ہو کر ان سے اپنا رابطہ توڑ لیں۔

(۱۵) ہماری دشواریوں میں سے ایک بڑی دشواری بزرگانِ دین کے مزاروں پر مسلمانوں کی حاضری ہے۔ ضروری ہے کہ مختلف دلائل سے یہ ثابت کیا جائے کہ قبروں کو اہمیت دینا اور ان کی آرائشات پر توجہ دینا بدعت اور خلافِ شرع ہے، اور ختمی مرتبتؐ کے زمانہ میں مردہ پرستی اور اس قسم کی باتیں رائج نہیں تھیں۔ آہستہ آہستہ ان قبروں کو مسمار کر کے ان کی زیارت سے لوگوں کو مشتبہ کیا جائے۔ مثلاً یہ کہا جائے کہ حضرت ختمی مرتبتؐ مسجد النبی میں مدفون نہیں ہیں، بلکہ اپنی والدۂ گرامی کی قبر میں سو رہے ہیں، اور اسی طرح تمام بزرگانِ دین کے بارے میں کہا جائے کہ وہ ان مقامات پر نہیں جن مقامات کو ان سے منسوب کیا گیا ہے۔ حضرت ابوبکر و عمر دونوں جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ حضرت عثمان کی قبر کا کہیں پتہ نہیں ہے۔ حضرت علیؑ کی آرامگاہ بصرہ میں اور وہ قبر جو نجفِ اشرف میں مسلمانوں کی زیارت گاہ ہے دراصل اس میں مغیرہ بن شعبہ دفن ہیں۔ امام حسین کا سرِ اقدس مسجدِ ''حنانہ'' میں دفن ہے، اور آپ کے جسدِ اقدس کی تدفین کے بارے میں صحیح اطلاع نہیں ہے۔ کاظمین کی مشہور زیارت گاہ میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور امام تقی علیہ السلام کی بجائے دو عباسی خلیفہ دفن ہیں۔ مشہد میں امام رضا علیہ السلام نہیں، بلکہ ہارون الرشید دفن ہے۔ سامرہ میں بھی امام تقی علیہ السلام اور

امام حسن عسکری علیہ السلام کی بجائے عباسی خلفاء دفن ہیں۔ ہمیں بقیع کے قبرستان کے سلسلے میں کوشش کرنی چاہیے کہ وہ زمین کے برابر ہو جائے، اور تمام اسلامی ممالک کی زیارت گاہیں ویرانوں میں بدل دی جائیں۔

(۱۶) خاندانِ رسالتؐ سے اہلِ تشیع کی عقیدت و احترام ختم کرنے کے لیے جھوٹے اور بناوٹی سادات پیدا کیے جائیں، اور اس کام کے لیے ہمیں چند تنخواہ دار افراد کی ضرورت ہے جو عماموں کے ساتھ لوگوں میں ظاہر ہوں، اور اپنے آپ کو اولادِ رسولؐ سے نسبت دیں۔ اس طرح وہ لوگ جو ان کی حقیقت سے واقف ہیں آہستہ آہستہ حقیقی سادات سے برگشتہ ہو جائیں گے، اور اولادِ رسولؐ پر شک کرنے لگیں گے۔ دوسرا کام ہمیں یہ کرنا ہوگا کہ ہم حقیقی سادات اور علمائے دین کے سروں سے ان کے عمامے اتروائیں تاکہ پیغمبرِ خداؐ سے وابستگی کا سلسلہ ختم ہو، اور لوگ علماء کا احترام چھوڑ دیں۔

(۱۷) امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کے مراکز کو ختم کر کے ان کو ویران کر دیا جائے، اور یہ کام مسلمانوں کو گمراہی کی راہ سے روکنے اور دین کو بدبختی اور نابودی سے بچانے کے عنوان سے ہونا چاہیے۔ اپنی تمام کوششوں کو بروئے کار لا کر لوگوں کو مجالسِ عزا میں جانے سے روکنے کی کوشش کی جائے، اور عزاداری کو بتدریج ختم کیا جائے۔ اس کام کے لیے امام بارگاہوں کی تعمیر اور

علماء وذاکرین کے انتخاب کی شرائط کو سخت بنایا جائے۔

(۱۸) آزاد خیالی اور چون و چرا والی کیفیت کو مسلمانوں کے اذہان میں راسخ کرنا چاہیے تاکہ ہر آدمی آزادانہ طور پر سوچنے کے قابل ہو، اور ہر کام اپنی مرضی سے انجام دے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب نہیں۔ احکامِ شریعت کی ترویج کا عمل متروک ہونا چاہیے۔ اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو واجب سمجھا جائے تو بھی یہ کام بادشاہوں کا ہے، عوام الناس کو اس میں کوئی دخل نہیں۔

(۱۹) نسل کو کنٹرول کیا جائے، اور مرد کو ایک سے زیادہ بیویاں اختیار کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔ نئے قوانین وضع کر کے شادی کے مسئلہ کو دشوار بنایا جائے مثلاً عرب مرد ایرانی عورت سے اور ایرانی مرد عرب عورت سے شادی کی اجازت نہ دی جائے۔ اسی طرح ترک، ایرانیوں سے شادی نہیں کر سکیں گے۔

(۲۰) اسلامی تعلیم کی آفاقیت کے مسئلہ کو محکم دلائل سے رد کیا جائے اور یہ بتایا جائے کہ اسلام اصولاً دینِ ہدایت نہیں ہے، بلکہ اس کا تعلق صرف ایک قبیلہ اور ایک قوم سے ہے جیسا کہ قرآن نے اقرار کیا ہے:

''یہ دین تمہارے اور تمہارے قبیلہ کی ہدایت کے لیے ہے۔'' (سورۂ زخرف، آیت ۴۴)

(۲۱) مساجد، مدارس، تربیتی مراکز اور اچھی بنیادوں پر قائم ہونے والی تعمیرات سے متعلق اسلام کی تمام سُنتوں کو کالعدم یا کم از کم محدود

کر دیا جائے۔ اس قسم کے اُمور کا تعلق علماء سے نہیں، بلکہ سربراہان مملکت سے ہے، اور جب حکومتیں اس قسم کا کام انجام دیں گی تو ازخود ان کی دینی قدر و قیمت جاتی رہے گی۔

(۲۲) ضروری ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں موجود قرآن میں کمی بیشی کر کے لوگوں کو شک میں مبتلا کیا جائے۔ خاص طور پر کفار اور یہود و نصاریٰ کے بارے میں توہین آمیز آیات، امر بالمعروف اور جہاد سے متعلق آیتوں کو قرآن سے حذف کیا جائے، اور قرآن کو ترکی اور فارسی زبانوں میں ترجمہ کر کے بازاروں میں لایا جائے۔ غیر عرب مسلم حکومتوں کو ترغیب دی جائے کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں قرآن، اذان اور نماز کو عربی زبان میں پڑھنے سے پرہیز کریں۔ دوسرا مسئلہ احادیث و روایات میں تشکیک پیدا کرنا ہے، اور قرآن کی طرح اس میں بھی تحریف و ترجمہ سے کام لینا ہے"۔ (صفحات 70 تا 78)

لارڈ ہمفرے نے اپنی یادداشتوں میں ایک چودہ نکاتی دستور بھی دیا ہے، جس کے ذریعے اسلام اور اہلِ اسلام کو ایک صدی کے اندر اندر نابود کرنا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

"(۱) تاجکستان، بخارا، ارمنستان، شمالی خراسان اور ماوراء النہر اور روس کے جنوب میں واقع مسلم آبادیوں پر اختیار حاصل کرنے کے لیے سلطنتِ روس سے وسیع پیمانے پر اشتراکِ عمل، اس کے علاوہ ایران کے سرحدی شہروں ترکستان اور آذربائیجان پر تسلط حاصل کرنے کے لیے روس کے ساتھ اشتراکِ عمل۔

(۲) اسلامی حکومتوں کو اندرونی اور بیرونی اعتبار سے پوری طرح تباہ کرنے کے لیے ایک منظم پروگرام کی تشکیل میں روس اور فرانس کے سلاطین کے ساتھ اشتراکِ عمل۔

(۳) عثمانی اور ایرانی حکومتوں کے دیرینہ تنازعات کو ہوا دینا اور ان کے درمیان قومی اور نسلی اختلافات کی آگ بھڑکانا۔ عراق اور ایران کے اطراف میں آباد قبیلوں میں قبائلی جنگیں اور شورشیں پیدا کرنا۔ ماقبل اسلام مذاہب کی تبلیغ حتّٰی کہ ایران، مصر اور بین النہرین کے متروک اور مردہ ادیان کا احیاء اور ان کے پیروکاروں کو اسلام سے پھیر دینا۔

(۴) اسلامی ممالک کے شہروں اور دیہاتوں کے بعض حصوں کو غیر مسلم اقوام کے حوالے کرنا مثلاً مدینہ یہودیوں کو، اسکندریہ عیسائیوں کو، یزد پارسیوں کو، عمارہ صائبیوں کو، کرمان شاہ علی اللّٰہیوں کو، موصل یزیدیوں کو اور بوشہر سمیت خلیج فارس کے قرب وجوار کے علاقے ہندوؤں کو سونپنا۔ ان دو آخر الذکر علاقوں میں پہلے اہلِ ہند کو بسانا ضروری ہے۔ اسی طرح لبنان میں واقع طرابلس دروزیوں کے، قارض علویوں کے، اور مسقط خوارج کے حوالے کرنا۔ یہی نہیں بلکہ مادی امداد، جنگی ساز وسامان اور فوجی اور سیاسی ماہرین کے ذریعے انہیں مضبوط بنانا بھی ضروری ہے تاکہ کچھ عرصہ کے بعد یہ اقلیتیں اہلِ اسلام کی آنکھوں میں کھٹکنے لگیں، اور اسلام کا پیکر آزردہ ہو جائے، اور علاقے میں بتدریج

ان کا اثر ونفوذ مسلم حکومتوں کی تباہی کا سبب بن جائے ،اور اسلام کی ترقی پذیری میں رخنہ پڑ جائے۔

(۵) ہندوستان کی ایرانی اور عثمانی حکومتوں میں بھی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کا قیام عمل میں آئے ،اور پھر پھوٹ ڈالواور حکومت کرو یا بہتر الفاظ: ''پھوٹ ڈالواور مٹادو'' کے قانون پر عمل کرتے ہوئے انہیں ایک دوسرے سے بھڑا دیا جائے۔ اس صورت میں ایک طرف وہ آپس میں دست و گریباں ہوں گی، اور دوسری طرف مرکزی حکومت سے بھی ان کے تنازعہ کا سامان فراہم رہے گا۔

(٦) ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اسلامی دنیا میں لوگوں کے افکار سے ہم آہنگی رکھنے والے من گھڑت عقائد و مذاہب کی تبلیغ مثلاً اہلِ بیتؑ سے بے انتہا عقیدت و احترام رکھنے والے شیعوں کے حسین اللّٰہی مذہب ، امام جعفرِ صادق علیہ السلام کی ذات سے متعلق شخصیت پرستی ، امام علی رضا علیہ السلام اور امام غائب (حضرت مہدی موعود) کے بارے میں مبالغہ آرائی اور ہشت امامی فرقہ کی ترویج۔ ہر مذہب کے لیے اس کے مناسب ترین مقام یہ صورت ہوگی: حسین اللّٰہی فرقہ (کربلا)؛ امام جعفرِ صادقؑ کی پرستش (اصفہان)؛ امام مہدی علیہ السلام کی پرستش (سامرہ)؛ اور ہشت امامی مذہب (مشہد)۔ ان جعلی مذاہب کی تبلیغ و ترویج کا دائرہ صرف شیعہ مذہب تک ہی محدود نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اہلِ تسنّن کے تمام فرقوں میں بھی اس قسم کے

مذاہب کو ترویج دیا جانا چاہیے، اور پھر ان میں اختلافات کو ہوا دے کر نفرت کا وہ بیج بونا چاہیے کہ ان کا ہر فرقہ اپنے آپ کو سچا مسلمان اور دوسرے کو کافر، مرتد اور واجب القتل سمجھے۔

(۷) زنا، لواطت، شراب نوشی اور جو وہ اہم اُمور ہیں جنہیں مسلمانوں کے درمیان رائج کرنے کی ضرورت ہے۔ ان بری عادتوں کو مسلمانوں میں پھیلانے کے لیے علاقے کے ان لوگوں سے زیادہ مدد لینی چاہیے جو ما قبل اسلام دیگر مذاہب سے وابستہ تھے، اور خوش قسمتی سے ان کی تعداد کچھ کم نہیں ہے۔

(۸) اہم اور حساس عہدوں پر غلط کار اور ناپاک افراد کا تقرر اور اس بات پر توجہ کہ ریاستوں کی سربراہی نوآبادیاتی علاقوں کی وزارت سے وابستہ رہنی چاہیے تاکہ وہ انگلستان کی حکومت کے لیے کام کریں، اور ان سے احکامات وصول کریں۔ پھر ان با اثر افراد کے ذریعے ہمارے مقاصد پوشیدہ طور پر قوت کے سہارے روبعمل آئیں۔ البتہ ان کے چناؤ میں مسلم بادشاہوں کا ہاتھ ہوگا۔

(۹) غیر عرب مسلم ممالک میں عربی ثقافت اور زبان کے پھیلاؤ کو روکنا، اور اس کی بجائے سنسکرت، فارسی، کُردی، پشتو، اردو اور قومی زبانوں کو ان سرزمینوں پر رائج کرنا تاکہ علاقائی زبانیں رواج پا کر عربی زبان بولنے والے قبائل میں اتر آئیں، اور فصیح عربی زبان کی جگہ اختیار کریں۔ اس طرح اہلِ عرب کا قرآن اور

سنت سے رشتہ ٹوٹ جائے گا۔

(۱۰) حکومتی دفاتر میں مشیروں اور ماہروں کی حیثیت سے برطانوی عمال اور جاسوسوں کی تعیناتی میں اضافہ۔ اس طرح اسلامی ممالک کے وزراء اور امراء کے فیصلوں میں ہمارا رنگ شامل رہے گا۔ اس مقصد تک پہنچنے کے لیے سب سے بہتر راستہ یہ ہوگا کہ ہم پہلے ذہین اور معتمد غلاموں اور کنیزوں کو تعلیم و تربیت دیں، اور پھر انہیں حکمرانوں، شاہزادوں، وزیروں، امیروں اور اہم درباری عہدوں پر فائز بااثر افراد کے ہاتھوں بیچ دیں۔ یہ غلام اپنی صلاحیتوں اور فہم و فراست کی بنیاد پر ان کے نزدیک اپنا مقام پیدا کریں گے، اور آہستہ آہستہ انہیں مشاورت کا مقام حاصل ہو جائے گا۔ اس طرح مسلم رجال میں ان کا ایک انمٹ نقش قائم ہو جائے گا۔

(۱۱) مسلمانوں کے مختلف طبقوں خاص طور پر ڈاکٹروں، انجینئروں، حکومت کے مالی اُمور سے وابستہ عہدہ داروں اور ان جیسے دیگر روشن فکر افراد میں مسیحیت کی تبلیغ و ترویج، کلیساؤں، خصوصی اسکولوں اور کلیسا سے وابستہ شفاخانوں کی تعداد میں اضافہ، تبلیغی کتب و رسائل کی نشر و اشاعت اور متوسط طبقہ کے لوگوں میں ان کی مفت تقسیم، تاریخِ اسلام کے مقابلہ پر تاریخِ مسیحیت کی نگارش کا اہتمام، مسلمانوں کے حالات و کیفیات اور ان میں

حکومتِ برطانیہ کے عمال اور جاسوسوں کا تقرر۔ البتہ ان کا دائرۂ عمل اسلامی ممالک میں زیرِ کلیسا ہی ہوں گے۔ ان عالم نما عیسائیوں میں بعض کا کام یہ ہوگا کہ وہ مستشرق اور اسلام شناس بن کر تاریخی حقائق میں تحریف کریں، اور انہیں برعکس دکھانے کی کوشش کریں، اور پھر دلائل کی فراہمی اور اسلامی ممالک سے ضروری اطلاعات حاصل کرنے کے بعد ایسے مقالے تیار کریں جو اسلام کے نقصان اور عیسائیت کے فائدے میں ہوں۔

(۱۲) مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں میں خودسری اور مذہب سے بیزاری کی ترویج اور انہیں اسلام کے اصول ومبانی کی سچائی کے بارے میں بدظن کرنا، اور یہ کام مشنری اسکولوں، اخلاق باختہ اور اسلام دشمنی پر مبنی کتابوں، عیش ونوش اور خوش باشی کا سامان فراہم کرنے والے کلبوں اور غلط بنیادوں پر استوار مسلم اور غیر مسلم نوجوانوں کو پھانسنے کے لیے یہودی اور مسیحی نوجوانوں کی شراکت سے خفیہ انجمنوں کی تاسیں۔

(۱۳) اسلام کو کمزور کرنے، مسلمانوں کے اتحاد کو توڑنے اور انہیں زندگی کے مسائل کے بارے میں سوچنے اور ترقی کی راہ میں آگے بڑھنے سے روکنے کے لیے اسلامی ممالک میں اندرونی اور بیرونی طور پر شورشیں پیدا کرنا، اور مسلمانوں کو ایک دوسرے یا پھر دیگر ادیان کے پیروکاروں سے بھڑائے رکھنا۔ قومی دولت، مالی ذخائر اور فکر وفہم کی قوتوں کو تباہی سے دوچار کرنا، مسلمانوں میں روحِ عمل، اور ولولہ

انگیزی کو ختم کرنا، اور ان میں انتشار پیدا کرنا۔

(۱۴) اسلامی ممالک کے اقتصادی نظام کو درہم برہم کرنا جس میں زراعت اور آمدنی کے تمام ذرائع شامل ہیں۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے بندوں میں شگاف پیدا کرنا، دریاؤں میں ریت کی سطح اونچی کرنا، لوگوں میں سُستی، سہل انگاری اور تن آسانی کو فروغ دینا، پیداوار اور تولیدی اُمور کی طرف سے لوگوں کی بے توجہی کو تقویت دینا اور عوام کو منشیات کا عادی بنانا ضروری ہے۔'' (صفحات 80 تا 84)

لارڈ ہمفرے دراصل وہابی مذہب کا بانی ہے۔ اسی نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کو تیار کیا، اور اسے چھ نکاتی ایجنڈا دے کر محمد ابنِ سعود کی ملٹری حمایت سے سعودی عرب میں اُتارا۔ ملاحظہ فرمایئے وہ چھ نکاتی ایجنڈا:

''(۱) اس کے مذہب میں شمولیت اختیار نہ کرنے والے مسلمانوں کی تکفیر اور ان کے مال، عزت اور آبرو کی بربادی کو روا سمجھنا، اس ضمن میں گرفتار کیے جانے والے مخالفین کو بردہ فروشی کی مارکیٹ میں غلام و کنیز کی حیثیت میں بیچنا۔

(۲) بت پرستی کے بہانے بصورتِ امکان خانۂ کعبہ کا انہدام اور مسلمانوں کو فریضۂ حج سے روکنا اور حاجیوں کے جان و مال کی غارت گری پر قبائلِ عرب کو اکسانا۔

(۳) عرب قبائل کو عثمانی خلیفہ کے احکامات سے سرتابی کی ترغیب دینا اور ناخوش لوگوں کو ان کے خلاف جنگ پر آمادہ کرنا۔ اس کام

کے لیے ایک ہتھیار بند فوج کی تشکیل۔ اشرافِ حجاز کے احترام اور اثر و نفوذ کو توڑنے کے لیے انہیں ہر ممکن طریقے سے پریشانیوں میں مبتلا کرنا۔

(۴) پیغمبرِ اسلامؐ، ان کے جانشینوں اور کُلی طور پر اسلام کی برگزیدہ شخصیتوں کی اہانت کا سہارا لے کر اور اسی طرح شرک و بت پرستی کے آداب و رسوم کو مٹانے کے بہانے مکہ، مدینہ اور دیگر شہروں میں جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کی زیارت گاہوں اور مقبروں کی تاراجی۔

(۵) جہاں تک ممکن ہو سکے اسلامی ممالک میں فتنہ وفساد، شورش اور بدامنی کا پھیلاؤ۔

(۶) قرآن میں کمی بیشی پر شاہد احادیث و روایات کی رو سے ایک جدید قرآن کی نشر واشاعت۔'' (صفحات 85 تا 86)

اس چھ نکاتی ایجنڈا کی شق نمبر ا پر عمل زور شور سے جاری ہے۔ حج وعمرہ کے دوران آپ اس کا عملی مظاہرہ دیکھ سکتے ہیں۔ وہابی باقی دنیا میں بھی سوائے اپنے دیگر مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں۔ شق نمبر ۳ پر عمل درآمد ہو کر سلطنتِ عثمانیہ کے حصے بخرے ہو چکے ہیں۔ شق نمبر ۴ پر عملدرآمد انہدامِ جنت البقیع اور جنت المعلیٰ کی شکل میں ہو چکا ہے۔ پاکستان میں بھی طالبان صوبہ سرحد میں مزارات پر حملے کر چکے ہیں۔ لاہور میں شیخ علی ہجویری کے مزار پر بم دھماکے؛ کراچی میں سیّد عبداللہ شاہ غازی کے مزار پر دھماکہ؛ اور ڈیرہ غازی خاں میں سخی سرور کے عرس پر دھماکے اسی شق پر عملدرآمد کی کڑیاں ہیں۔ شق نمبر ۵ پر بھی عملدارآمد جاری ہے۔ بحرین، لیبیا، عراق، افغانستان، شام اور پاکستان

میں فتنہ وفساد، شورش اور بدامنی انہی استعماری سازشوں کا نتیجہ ہیں۔ رہا شق نمبر۲ اور ۶ پر عملدر آمد تو وہ بھی بعید نہیں۔ خانہ کعبہ کے انہدام کی جرأت تو شاید کوئی نہ کر سکے، لیکن قرآن کی معنوی تحریف تو تفسیرِ قرآن کے نام پر ہو چکی ہے۔ ''**راسخون فی العلم** ''یعنی آئمۃ الہدیٰؑ سے انحراف کر کے قیاسی تفسیریں ''تحریف فی القرآن'' ہی تو ہیں۔ انہوں نے آیاتِ قرآنی کو وہ وہ معانی پہنا دیئے ہیں، جو الفاظ کے ظاہری لغوی معانی سے بھی متعارض ہیں، اور انہیں نہ تو کسی حدیثِ رسولؐ کی تصدیق وتوثیق حاصل ہے، اور نہ ہی آئمۂ طاہرینؑ کی کوئی تفسیر ان کے ثبوت میں ہے۔

ہمارا ملک جو قدرتی وسائل سے مالا مال ہے، اس میں بجلی و گیس کی لوڈ شیڈنگ، ہر کام کروانے کے لیے رشوت، امنِ عامہ کی مخدوش صورتِ احوال، اور دہشت گردی یہود ونصاریٰ کی استعماری سازشوں ہی کے نتیجے میں ہیں، تا کہ عوام انہی مسائل میں الجھیں رہیں، اور اسلام کے بارے میں سوچیں ہی نہیں۔ اگر کبھی سوچیں بھی، تو یہ سمجھ کر ذہن سے جھٹک دیں کہ انگریز کا دور اچھا تھا، ہمارے بڑوں نے اسلام کے نام پر ملک حاصل کر کے کیا تیر مار لیا۔

یہود و نصاریٰ کی شیعہ دشمنی:

کربلا میں حسینؑ کا قتل اور اس کے بعد والے مظالم اکیلے نام نہاد مسلمانوں کے ''کارنامے'' نہیں تھے، بلکہ انہوں نے تو ہویٰ وہوس سے مغلوب ہو کر اپنی آنکھیں موندھی ہوئی تھیں۔ وہ تو پپٹ (Puppet) کے طور پر ان عیسائیوں کے ہاتھ میں کھیل رہے تھے، جن کے اجداد نے میدانِ مباہلہ میں پنجتنؑ سے ابدی شکست کھائی تھی۔ کربلا دراصل ایک حادثہ نہیں، بلکہ اسلام سے شکست خوردہ عیسائیت کا انتقام تھا۔ کارزارِ کربلا میں ظاہراً ہاتھ تو نام نہاد مسلمانوں کا تھا، مگر اس میں خنجر عیسائیت

کا تھا۔ میدانِ مباہلہ میں نصاریٰ نجران چونکہ اس کا اعتراف کر چکے تھے کہ وہ پنجتنؑ کے اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتے اس لئے ان کی آنیوالی نسلوں نے خود کو پیچھے رکھا، اور مسلمانوں کو آگے لائے تا کہ وہ پنجتنؑ کے پانچویں نمائندہ کو ذبح کر کے آثارِ پنجتنؑ مٹائیں، اور تباہی و بربادی کے مستوجب ٹھہریں۔ اس سے نہ صرف عیسائیت نے اسلام اور مسلمانوں کو دنیا بھر میں بدنام کیا، بلکہ میدانِ مباہلہ میں شکست کا بدلہ بھی لے لیا۔ یہی دونوں ہاتھ — ایک خفیہ، عیسائیت کا؛ اور دوسرا ظاہر، نام نہاد مسلمانوں کا — آج بھی حسینیت کے علمبرداروں کے خلاف سرگرمِ عمل ہیں۔

''امریکہ میں چھپنے والی کتاب:
''A plan to divide and destroy the theology'' میں سی۔ آئی۔ اے۔ کے سابق چیف باب وڈورڈز (BABWOODWARDS) کے دستِ راست اور سی۔آئی۔اے۔ کے شیعہ سیکشن کے اہم رکن ڈاکٹر مائیکل برانٹ کا ایک تفصیلی انٹرویو شائع کیا گیا ہے، جس میں اس نے چشم کشا انکشافات کئے ہیں، اور شیعیت کے خلاف مختص ہونے والے نو سو ملین ڈالر میں سی۔آئی۔اے۔ کے اہل کاروں پر خرد برد کا الزام لگاتے ہوئے کہا ہے کہ سی۔آئی۔اے۔ نے کولمبیا اور افغان ڈرگ ٹریڈز سے بھی اس مد میں بھاری رقم اینٹھی ہے۔ یادر ہے کہ مائیکل برانٹ کو، جو کہ طویل عرصہ سے مذکورہ سیکشن میں کام کر رہا تھا، گزشتہ دنوں مالی بدعنوانی اور اختیارات کے ناجائز استعمال کی بناء پر معزول کرتے ہوئے اس سے مراعات واپس لے لی گئیں تھیں جس پر ڈاکٹر مائیکل برانٹ نے انتقاماً بہت سارے خفیہ معاملات سے پردہ اٹھایا۔ ہم اس طویل انٹرویو کے کچھ حصہ کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں تا کہ ہمارے عوام اپنے خلاف ہونے والی سازشوں سے آگاہ ہوسکیں۔

ڈاکٹر برانٹ کہتا ہے کہ ایران کا انقلاب محض شاہِ ایران کی پالیسیوں کا جذباتی ردِعمل نہیں، بلکہ اس کے پیچھے اور بھی حقائق اور عوامل کارفرما ہیں، جس میں سب سے مضبوط عامل شیعہ اسلام میں مذہبی سپریم اتھارٹی کے لئے سیاسی قیادت کا حصول اور 1400 سال قبل پیغمبرِ اسلام کے نواسے حسینؑ کی شہادت ہے، جس کی عزاداری شیعہ صدیوں سے بڑے گہرے رنج وغم کے جذبات کے ساتھ مناتے ہیں۔ یہی دو فیکٹر ایسے ہیں جن کی وجہ سے شیعہ دیگر مسلمانوں کی نسبت زیادہ متحرک اور فعال نظر آتے ہیں۔ شیعہ اسلام کو سمجھنے اور اس پروجیکٹ کی منصوبہ بندی اور عمل درآمد کے لئے اسے ایک علیحدہ مستقل شعبہ بنانے اور اس کا ابتدائی بجٹ چار کروڑ امریکی ڈالر مختص کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ ڈاکٹر مائیکل برانٹ کے مطابق منصوبہ بندی کے تحت اس پراجیکٹ کو مکمل کرنے کے لئے تین مراحل رکھے گئے:-

۱۔ پہلا مرحلہ: معلومات کا حصول، مکمل سروے اور اعداد وشمار؛

۲۔ دوسرا مرحلہ: فوری مقاصد: شیعوں کے خلاف غلط فہمیاں پیدا کرنا اور بڑے پیمانے پر شیعہ سُنّی فساد کرا کے انہیں سُنّی اکثریت سے الجھا دینا تاکہ امریکہ کی طرف سے ان کی توجہ ہٹ جائے۔

۳۔ تیسرا مرحلہ: طویل المقاصد اور طویل المدت منصوبوں پر عمل درآمد کرتے ہوئے شیعیت کا مکمل خاتمہ۔

ڈاکٹر برانٹ کہتا ہے کہ شیعیت سے براہِ راست ٹکرانے میں نقصان زیادہ ہے، اور کامیابی کا امکان بہت کم ہے۔ لہٰذا در پردہ کام کیا جائے۔ چنانچہ پرانے برطانوی قول ''تقسیم کرو اور حکومت کرو'' کی بجائے ہم نے دوسرا اصول اپنایا کہ ''تقسیم کرو اور مٹا دو''، یعنی وجود ہی ختم کر دو (یہاں اس نے طویل منصوبہ بندی کا ذکر کیا

ہے۔ہم چیدہ چیدہ نکات کا خلاصہ پیش کررہے ہیں)۔

شیعیت کے خلاف ان افراد کو مربوط اور منظّم کیا جائے، جو شیعوں سے شدید نظریاتی اختلافات رکھتے ہیں۔ایسے افراد کو مربوط اور منظّم کر کے شیعوں کے غیر مسلم ہونے کا شوشہ اٹھایا جائے اور انہیں منفی پروپیگنڈے کے زور پر معاشرے سے الگ تھلگ کر دیا جائے۔ان کے خلاف نفرت انگیز مواد تحریر کرایا جائے۔کم پڑھے لکھے یا بالکل ناخواندہ افراد کو مجتمع کر کے ان کی قوت کو پروان چڑھایا جائے۔ جب ان کی تعداد قابل قدر ہو جائے تو شیعوں کے خلاف مسلح جہاد شروع کرایا جائے۔

دوسری طرف شیعہ مراجعین کے خلاف ایک بھر پور محاذ کھولا جائے جو خود شیعوں کے درمیان Fifth Column کے طرز پر ہو، اور شیعیت کا چہرہ مسخ کیا جائے تا کہ یہ عوام میں غیر مقبول ہوں، اور خود عام عوام کی نفرت کا شکار ہو جائیں۔اس سلسلہ میں ڈاکٹر مائیکل برانٹ لکھتا ہے کہ شیعیت میں جو عزاداری کی رسوم ہوتی ہیں جن میں وہ کربلا کے واقعہ کی یاد میں جمع ہوتے ہیں اور ایک آدمی تقریر کرتا ہے اور کربلا کے واقعہ کو بیان کرتا ہے مجمع اسے سنتا ہے اور بعد میں نوجوان طبقہ سینہ کوبی و ماتم کرتا ہے۔ یہ مجلس پڑھنے والا آدمی اور یہ مجمع ہمارے لئے اہم ہیں کیونکہ اسی مجلس اور عزاداری سے شیعوں میں جوش وخروش اور حق کی خاطر باطل سے ٹکرانے کی عظیم تمنا پیدا ہوتی ہے۔

پہلے مرحلہ میں ایسے شیعہ افراد کا کھوج لگایا جائے جو مفاد پرست ہوں، جن کے عقائد کمزور ہوں اور جو اثر ورسوخ اور شہرت رکھنے والے ہوں، پھر ان کے ذریعہ عزاداری میں اثر ورسوخ حاصل کیا جائے، اور ان افراد سے مندرجہ ذیل کام لئے جائیں:۔

ا۔ ایسے ذاکروں کو وجود میں لانا، اور جو موجود ہیں، ان کی سرپرستی کرنا، جو

شیعہ عقائد کی معرفت نہیں رکھتے۔

۲۔ ایسے شیعہ افراد تلاش کرنا، اوران کی مالی مدد کرنا جو تحریر کے ذریعہ شیعہ عقائد اور مراکز پر ضرب لگائیں، اورشیعہ بنیادوں کو منہدم کرتے ہوئے اسے شیعہ مراجعین کی اختراء قرار دیں۔

۳۔ عزاداری میں ایسی رسومات کا اضافہ کرنا، اورموجود رسموں کو تحفظ دینا جو خود شیعہ عقائد کے خلاف ہوں۔

۴۔ عام معاشرے میں عزاداری کا ایسا چہرہ پیش کرنا جسمیں شیعیت کے علمی پسِ منظر اور خدمات کی بجائے ایسا محسوس ہو کہ شیعیت جاہل اور توہم پرستوں کا ایک ٹولہ ہے جو محرم میں انسانوں کے لئے مشکلات پیدا کردیتا ہے، اور ایسے پروگراموں کی تشہیر پر کثیر رقوم خرچ کی جائیں، اور ذاکرین کی خوب حوصلہ افزائی کی جائے۔اس طرح شیعیت جو ایک منطقی قوت رکھنے والا مذہب ہے محض منتوں مرادوں والا مذہب بن جائے، اور اندر سے کھوکھلا ہو جائے، اوراس طرح عام عوام میں نفرت اور خود شیعوں میں انتشار، افتراق اورفساد پھیلے، اور بلآخر ان پر جہادی قوتوں سے ایک فیصلہ کن وار کرا کرانہیں ختم کردیا جائے۔

۵۔ خوب تحقیق کر کے مرجعیت کے خلاف مواد اکٹھا کیا جائے، اور پھر مفاد پرست گم نام مصنفین کو یہ مواد فراہم کیا جائے۔اس کی طباعت اوراشاعت پر بھر پور رقم خرچ کی جائے، اورذاکرین اور عام شیعوں تک زیرِ زمین یہ مواد پھیلا دیا جائے۔اس طرح منصوبے کے آخری مرحلہ میں مرجعیت کے خلاف خود شیعوں کی آواز بلند کروا کر 2010ء تک مرجعیت یا دوسرے لفظوں میں

شیعیت کی مرکزیت کا خاتمہ کر دیا جائے، اور باقی ماندہ شیعوں کو تتر بتر کر دیا جائے۔ یوں مرجعیت جو آج تک حکمرانوں کے آگے سینہ سپر رہی ہے اس کو خود شیعوں ہی کے ہاتھوں ختم کرا دیا جائے۔

آخر میں مائیکل برانٹ کہتا ہے کہ ان میں سے کچھ منصوبوں پر عمل ہو چکا ہے اور کچھ پر ہو رہا ہے اور باقی آئندہ عمل در آمد ہوگا۔

عزاداری کے خلاف فتاویٰ اور عزاداری کو روکنے کے لیے تمام تر ہتھکنڈوں میں آج بھی عیسائیت کا ہاتھ ہے۔ عیسائیت جانتی ہے کہ دنیا بھر میں آزادی کی تحریکوں اور ظلم کے خلاف احتجاج میں صرف اور صرف شیعیانِ علیؑ ہی نظر آتے ہیں، اور یہی حقیقی اسلام کے نمائندہ ہونے کے ناتے عیسائیت کے لیے اصل خطرہ ہیں۔

برطانوی جاسوس لارڈ ہمفرے اپنی یادداشتوں : "COLONIZATION IDEALS: HUMPHRY'S MEMOIRS" میں لکھتا ہے:

"بعض وجوہات کی بناء پر ہم اپنے حق میں کچھ زیادہ مطمئن نہیں تھے اور وہ اہم ترین وجوہات یہ تھیں:

(۱) لوگوں میں اسلام کی حقیقی روح کا اثر و نفوذ جس نے انہیں بہادر، بے باک اور پُرعزم بنا دیا تھا، اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ایک عام مسلمان، مذہبی بنیادوں پر ایک پادری کا ہم پلہ تھا۔ یہ لوگ کسی صورت میں بھی اپنے مذہب سے دستبردار نہیں ہوتے تھے۔ مسلمانوں میں شیعہ مذہب کے پیروکار جن کا تعلق ایران کی

سرزمین سے ہے، عقیدے اور ایمان کے اعتبار سے زیادہ مستحکم اور زیادہ خطرناک واقع ہوئے ہیں۔

شیعہ حضرات عیسائیوں کو نجس اور کافرِ مطلق سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک ایک عیسائی ایسی متعفن غلاظت کی حیثیت رکھتا ہے جسے اپنے درمیان سے ہٹانا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔''

(''ہمفرے کے اعترافات''، صفحہ 9)

''(۱۶) ہماری دشواریوں میں سے ایک بڑی دشواری بزرگانِ دین کے مزاروں پر مسلمانوں کی حاضری ہے۔ ضروری ہے کہ مختلف دلائل سے یہ ثابت کیا جائے کہ قبروں کو اہمیت دینا اور ان کی آرائشات پر توجہ دینا بدعت اور خلافِ شرع ہے اور ختمی مرتبتؐ کے زمانہ میں مردہ پرستی اور اس قسم کی باتیں رائج نہیں تھیں۔ آہستہ آہستہ ان قبروں کو مسمار کر کے ان کی زیارت سے لوگوں کو مشتبہ کیا جائے۔ مثلاً یہ کہا جائے کہ حضرت ختمی مرتبتؐ مسجد النبی میں مدفون نہیں ہیں بلکہ اپنی والدۂ گرامی کی قبر میں سو رہے ہیں، اور اسی طرح تمام بزرگانِ دین کے بارے میں کہا جائے کہ وہ ان مقامات پر نہیں جن مقامات کو ان سے منسوب کیا گیا ہے۔ حضرت ابوبکر و عمر دونوں جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ حضرت عثمان کی قبر کا کہیں پتہ نہیں ہے۔ حضرت علیؑ کی آرامگاہ بصرہ میں

اور وہ قبر جو نجفِ اشرف میں مسلمانوں کی زیارت گاہ ہے دراصل اس میں مغیرہ بن شعبہ دفن ہیں۔ امام حسین کا سرِ اقدس مسجدِ ''حنانہ'' میں دفن ہے، اور آپ کے جسدِ اقدس کی تدفین کے بارے میں صحیح اطلاع نہیں ہے۔ کاظمین کی مشہور زیارت گاہ میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور امام تقی علیہ السلام کی بجائے دو عباسی خلیفہ دفن ہیں۔ مشہد میں امام رضا علیہ السلام نہیں، بلکہ ہارون الرشید دفن ہے۔ سامرہ میں بھی امام تقی علیہ السلام اور امام حسن عسکری علیہ السلام کی بجائے عباسی خلفاء دفن ہیں۔ ہمیں بقیع کے قبرستان کے سلسلے میں کوشش کرنی چاہیے کہ وہ زمین کے برابر ہو جائے اور تمام اسلامی ممالک کی زیارت گاہیں ویرانوں میں بدل دی جائیں۔

(۱۷) خاندانِ رسالتؐ سے اہلِ تشیع کی عقیدت و احترام ختم کرنے کے لیے جھوٹے اور بناوٹی سادات پیدا کیے جائیں، اور اس کام کے لیے ہمیں چند تنخواہ دار افراد کی ضرورت ہے جو عماموں کے ساتھ لوگوں میں ظاہر ہوں، اور اپنے آپ کو اولادِ رسولؐ سے نسبت دیں۔ اس طرح وہ لوگ جو ان کی حقیقت سے واقف ہیں آہستہ آہستہ حقیقی سادات سے برگشتہ ہو جائیں گے، اور اولادِ رسولؐ پر شک کرنے لگیں گے۔ دوسرا کام ہمیں یہ کرنا ہوگا کہ ہم حقیقی سادات اور علمائے دین کے سروں سے ان کے عمامے اتروائیں تاکہ پیغمبرِ خداؐ سے وابستگی کا سلسلہ ختم ہو اور

لوگ علماء کا احترام چھوڑ دیں۔

(۱۸) امام حسین علیہ السلام کی عزاداری کے مراکز کو ختم کر کے ان کو ویران کر دیا جائے اور یہ کام مسلمانوں کو گمراہی کی راہ سے روکنے اور دین کو بدبختی اور نابودی سے بچانے کے عنوان سے ہونا چاہیے۔ اپنی تمام کوششوں کو بروئے کار لا کر لوگوں کو مجالسِ عزا میں جانے سے روکنے کی کوشش کی جائے، اور عزاداری کو بتدریج ختم کیا جائے۔ اس کام کے لیے امام بارگاہوں کی تعمیر اور علماء و ذاکرین کے انتخاب کی شرائط کو سخت بنایا جائے۔"

("ہمفرے کے اعترافات"، صفحات 75-76)

"(۶) ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اسلامی دنیا میں لوگوں کے افکار سے ہم آہنگی رکھنے والے من گھڑت عقائد و مذاہب کی تبلیغ مثلاً اہلِ بیتؑ سے بے انتہا عقیدت و احترام رکھنے والے شیعوں کے حسین اللّٰہی مذہب امام جعفرِ صادق علیہ السلام کی ذات سے متعلق شخصیت پرستی، امام علی رضا علیہ السلام اور امام غائب (حضرت مہدی موعود) کے بارے میں مبالغہ آرائی اور ہشت امامی فرقہ کی ترویج۔ ہر مذہب کے لیے اس کے مناسب ترین مقام کی یہ صورت ہوگی: حسین اللّٰہی فرقہ (کربلا)؛ امام جعفرِ صادقؑ کی پرستش (اصفہان)؛ امام مہدی علیہ السلام کی پرستش

(سامرہ)؛ اور ہشت امامی مذہب (مشہد)۔ ان جعلی مذاہب کی تبلیغ وترویج کا دائرہ صرف شیعہ مذہب تک ہی محدود نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اہلِ تسنّن کے تمام فرقوں میں بھی اس قسم کے مذاہب کو ترویج دیا جانا چاہیے، اور پھر ان میں اختلافات کو ہوا دے کر نفرت کا وہ بیج بونا چاہیے کہ ان کا ہر فرقہ اپنے آپ کو سچا مسلمان، اور دوسرے کو کافر، مرتد اور واجب القتل سمجھے۔''

(''ہمفرے کے اعترافات''، صفحات 81-82)

دیکھا آپ نے کہ شیعوں کے خلاف دہشت گردی ،قتل و غارت اور عزاداری پر پابندیوں اور حملوں کے ڈانڈے یہودی ونصاریٰ کے استعماری عزائم سے کس طرح ملتے ہیں۔ اس لیے ہم اللہ ورسولؐ کا کلمہ پڑھنے والے مسلمانوں سے ملتجی ہیں کہ خدارا آنکھیں کھولیئے۔ آپ دیکھیں گے کہ شیعہ کوئی خون آشام مخلوق نہیں ہے، بلکہ ظالم کے خلاف اور مظلوم کے حامی ان افراد کا حُسین گلدستہ ہے، جن کے جسموں پر یزیدیت اور طاغوتی طاقتوں کے دیئے ہوئے زخموں کے سُرخ گلاب کھلے ہیں، اور ان سے اُٹھنے والی خوشبو کی مہک کربلا کی مٹی کی خوشبو ہے، جو تمہیں حسینؑ اور حسینیت کی طرف کھینچتی ہے۔ اس باس کو سونگھو، ان گلابوں کی سُرخی کو دیکھو۔ تم ان کے رنگ وخوشبو کو پھیلنے سے روک نہیں سکتے۔

یہ مت بھولو کہ تمام مذاہب انسانوں کے لئے آئے ہیں۔ اللہ نے انسانوں کو اپنی عبادت کیلئے بنایا ہے، خودساختہ مذاہب کی بھینٹ چڑھانے کے لئے نہیں۔

اگر تم مذہبِ حقّہ پر ہو، تو دلائل و براہین سے ثابت کرو۔ یاد رکھو! گالی اور گولی کی نوبت تب آتی ہے، جب آپ کے عقائد کا ڈھانچہ دلائل و براہین سے خالی ہو جاتا ہے۔ اگر تم سوچتے ہو کہ اب گالی اور گولی کے سوا کچھ نہیں بچا، تو خدارا ایک بار حرؑ کی طرح اپنا محاسبہ کر کے لشکرِ یزید سے نکل آؤ۔ اس کے لئے مناظروں اور مباحثوں کی ضرورت نہیں۔ اس کے لئے سالہا سال کے غور و خوض کی بھی ضرورت نہیں۔ حُرؑ شبِ عاشور سویا کفر کے بستر پر تھا، اور جب صبحِ عاشور طلوع ہوئی، تو اس کا ضمیر خوابیدہ نفس کو بیدار کر کے نورِ ایمان کی دہلیز پر لے آیا۔

اپنی چودہ صدیوں کی تاریخ مدِ نظر رکھتے ہوئے سوچو کہ اگر تم چودہ صدیوں سے حسینیت کی ترویج کو نہیں روک سکے، تو اس سعیٔ لاحاصل کو جاری رکھنے کا کیا فائدہ ہے۔

اگر تم بھی حسینؑ کو مانتے ہو، تو آؤ پرچمِ حسینیؑ کی شبیہ کے سائے میں۔ اس کا سایہ تمہیں نہ صرف دنیا میں یزیدیت کی دھوپ سے بچائے گا، بلکہ محشر کے روز کی تپش سے بھی محفوظ رکھے گا۔ اسی پہ بس نہیں۔ یہ عَلَم تمہیں حُرؑ کی سی حُرّیت و جرأت سے مالا مال کر دے گا۔ تم اسے اُٹھاؤ گے، تو مردِ میداں کہلاؤ گے۔ یہ عَلَم تمہیں اللہ و رسولؐ سے محبت کا سلیقہ سکھائے گا، ورتمہارے ہاتھ میں اس عَلَم کا آنا اس بات کی سند ہے کہ اللہ و رسولؐ تم سے محبت کرتے ہیں۔ عَلَم کو جلا کر بزدل مت بنو، عَلَم کو اٹھا کر کرّار و غیرِ فرّار بنو۔

یہ تمہارے عقائدِ باطلہ ہیں جو تمہیں چُھپ چُھپ کر حقیقت کا خون کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ ہماری طرح مذہبِ حقّہ کے پرچارک بن کر سینے پر ہاتھ مار کر کہو کہ

جیو تو علیؑ کی طرح
مرو تو حسینؑ کی طرح

یہی تو ماتم ہے ـــــ چھاتی ٹھونک کر حق کا اعلان۔ آپ اس اعلان سے نہ جانے کیوں پریشان ہیں۔ عجیب بات ہے۔

تو شہید کا بھی قائل، غمِ شہؑ کا بھی مخالف
میں ابھی سمجھ نہ پایا، تو اِدھر ہے یا اُدھر ہے

ایسا کیوں ہے۔

تو حسینِؑ تشنہ لب کو نہ سمجھ سکا تو سُن لے
وہ شہیدِ راہِ حق ہے جو حیات سر بسر ہے

اگر یہ سمجھ لیا، تو۔

مرے ساتھ بے کسیٔ شہِؑ دیں پہ تو بھی روئے
نہیں موت پر یہ، گریہ ترے دل میں جس کا ڈر ہے
لگے چوٹ جس کے دل پر بھلا وہ بشر نہ روئے
غمِ شاہؑ کے مخالف ترا فلسفہ کدھر ہے
ترا دعوئ محبت رہا آج تک زبانی
نہیں آنکھ میں جو آنسو تو فریب سر بسر ہے
جو سُنے گا شاہِؑ دیں پر سرِ کربلا جفائیں
وہ ضرور روئے گا کہ یہی خصلتِ بشر ہے

(استاد قمر جلالوی)

خدارا قلب و نظر کے دریچے کھولیئے، دیکھئے اور سوچئے کہ عاشورۂ محرم پر حسینؑ کا پیغام عام کرنے کے لئے نکلنے والے قاتل ہیں، یا حسینیت کے ان

علمبرداروں کے دشمنوں کے آباؤاجداد، اور وہ ہاتھ جو دہشتگردوں کے ہاتھ میں بندوق پکڑاتا ہے۔ وہ وہی ہاتھ ہے جو آج تک مباہلہ کی شکست کا بدلہ لے رہا ہے۔ یہ خفیہ ہاتھ بزدل ہے۔ اس میں سامنا کرنے کی ہمت نہیں ہے۔ یہ تو تمہاری قوت کو خرید کر دینِ اسلام کو نیست و نابود کرنے کے درپے ہے۔ اگر شیعہ اور سُنّی آپس میں ایک دوسرے کو ہی مارتے رہے، تو جیت کس کی ہوگی، اسلام کی یا جو شیعہ سُنّی کو آپس میں لڑا رہے ہیں۔

یہود و نصاریٰ کی آپس میں دوستی:

اطہر رضوی ''خدا کے منتخب بندے'' میں لکھتے ہیں:

''امریکہ کے ساری صیہونی عیسائی (Zionist Christians) اس بات کو اپنی فکر، تعلیم اور تبلیغ کی اساس بنا کر تقریر کرتے ہیں کہ امریکہ کی نجات اور تحفظ اسی میں ہے کہ وہ اسرائیل کا ایک سو دس فیصد ساتھ دے۔ مائک ایونس (Mike Evans) اسے امریکہ کی بقا کی چابی کہتا ہے۔ (America's key to Survival) جیری فالویل نے اپنی ایک تقریر میں کہا: ''وہ دن بہت قریب آ رہا ہے جب امریکہ میں اس شخص کا انتخاب نہیں ہو سکے گا جو الیکشن سے پہلے اپنے آپ کو اسرائیل کا دوست ہونے اور اس سے وفاداری کا اقرار نہیں کرے گا۔'' (صفحہ ۹۲)

''امریکہ میں یہودیوں کے اثر و رسوخ کی تاریخی وجہ عیسائی قوم کے ضمیروں میں قصور اور خطا کا شدید احساس ہے جو یہودیوں نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ ان کے دلوں اور شعور میں سمو دیا ہے۔ وہ عیسائیوں

کے ہاتھ میں دو ہزار سال ملکوں ملک بھٹکتے رہے۔ پھر دوسری جنگ میں ان کے نام نہاد چھ ملین کے قتلِ عام نے جو ایک سفید فرنگی، عیسائی، تہذیب یافتہ قوم نے کیے تھے ان کی نا قابلِ فراموش ''مظلومیت'' کے تصور (Image) کو اور موثر بنانے میں بڑی اعانت کی تھی''۔ (صفحہ ۱۰۲)

''یہودیوں کی ذہانت، ذکاوت اور ملک گیری کے اصولوں پر، مہارت کے جوہر تھے جو ان سے زیادہ دنیا کی کسی استعماری قوت نے پیدا نہیں کیے تھے۔ وہ جس طرح امریکہ کی زندگی کے ہر شعبے میں پیچھے کے دروازے سے گھس کر penetrate ہوئے اس کی مثال انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ آخر میں بائبل میں ان کے تعلق سے جہاں جہاں ذکر آیا، ان کو ان کے عیسائی دوستوں اور پرستاروں نے ہر سطح پر exploit کیا۔ نتیجتاً ایک عام سادہ فہم عیسائی، جس نے کبھی بائبل بھی نہ پڑھی ہو، یہودی کو اپنے سے بہتر شخصیت سمجھتا ہے''۔ (صفحہ ۱۰۴)

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے متنبہ کیا ہے:

''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِیَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝'' (سورۃ المائدہ، آیت ۵۱)

(اے وہ لوگو! جو ایمان لا چکے ہو، تم یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ، وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور تم میں سے جو انہیں دوست بنائے گا تو وہ یقیناً انہیں میں سے ہو جائے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں کی قوم

کی راہنمائی نہیں کرتا۔)

یہود و نصاریٰ سے دوستی:

جو یہود و نصاریٰ سے دوستی رکھتا ہے، اللہ اُسے انہی ظالمین میں شمار کرتا ہے۔ جو یہود و نصاریٰ کے خوف سے اُن سے دوستی کرتے ہیں، اُن کے دل میں دراصل مالِ دنیا پانے کی ہویٰ و ہوس ہوتی ہے، اور اُس کے چھن جانے کے خوف سے وہ یہود و نصاریٰ کی دہشت گردی سے بچنے کے لیے ان سے دوستی کرتے ہیں۔ یہ خوف ان کے دلوں میں ایک مرض کی مانند ہے۔ یہ مرض جن کو لاحق ہو، وہ اللہ کی بجائے یہود و نصاریٰ سے ڈرتے ہیں، کیونکہ وہ انہیں ہی اپنا ملجٰی و ماویٰ جانتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوا عَلٰى مَآ اَسَرُّوا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ؕ" (سورۃ المائدہ، آیت ۵۲)

(پس (اے رسولؐ!) جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے تو انہیں دیکھتا ہے کہ وہ اُن کے بیچ سُرعت سے جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم ڈرتے ہیں کہ ہم پر کوئی گردش نہ آ پڑے۔ پس قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ (نمایاں) فتح یا اپنی طرف سے کوئی اور امر لے آئے۔ پھر یہ (منافق) جو کچھ اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں، اُس پر نادم ہوں۔)

ایسے لوگوں کا انجام کیا ہے؟ ملاحظہ فرمائیے:

''وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ؕ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ''(سورۃ المائدہ، آیت ۵۳)

(اور وہ لوگ جو ایمان لا چکے کہیں گے کہ کیا یہ وہ لوگ ہیں جو اتنی سخت قسمیں کھاتے تھے کہ وہ یقیناً تمہارے ساتھ ہیں۔ اُن کے اعمال ضائع ہو گئے، پھر وہ نقصان اٹھانے والے ہو گئے۔)

یہود و نصاریٰ نے اہلِ ایمان سے دوستی کا جال ایسی ایسی شکلوں میں پھیلایا ہوا ہے، جس میں صیّاد آپ ہی آپ پھنس جاتا ہے۔ ہمارے روشن خیال لوگ اونچی سوسائٹی میں جانے کے شوق میں روٹری کلب اور لائنز کلب کو بڑے فخر و انبساط سے جوائن کرتے ہیں، مگر وہ شاید اس سے بے خبر ہوتے ہیں کہ ان تنظیموں کے کور ممبران دراصل یہود و نصاریٰ ہی کے ایجنٹ ہوتے ہیں، جو ان کے مفادات کے واچ ڈاگ کے طور پر کام کر رہے ہوتے ہیں۔ ایک زمانے میں ''فری میسن'' نے بھی ایسا ہی جال پھیلا رکھا تھا۔

بہت سی ''اسلامی'' سیاسی جماعتیں اور این۔ جی۔ اوز (N.G.Os.) بھی یہود و نصاریٰ کے ایجنٹوں کے طور پر کام کر رہی ہیں۔ ان کے 'رابطے' کوئی راز کی بات نہیں۔ محض ان کے ذرائع آمدن پر ذرا سا غور و خوض کیجیے، آپ کو پتہ چل جائے گا کہ ان کے مربیّ کون ہیں۔

ہسپتال اور خیراتی ادارے بھی مسلمان عوام کو یہود و نصاریٰ کے قریب لانے کے لیے قائم کیے جاتے ہیں۔ لوگ علاج کے لیے اور امداد کے لیے ایسے اداروں سے

رجوع کرتے ہیں ۔ اُن کے کام پہ فریفتہ ہوتے ہیں۔ اُن کے لوکل ایڈمنسٹریٹرز کے رفاعی جذبے سے متاثر ہوتے ہیں، اور ایک دن آتا ہے کہ وہ ان کے غلامِ بے دام بنے کھڑے نظر آتے ہیں۔

اللہ کا مقصد یہ نہیں ہے کہ مسلمان دنیا سے کٹ کر رہیں۔ اللہ کا مقصد محض مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کی فطرت اور مکاریوں سے آگاہ کرنا ہے تاکہ مسلمان جان لیں کہ یہود و نصاریٰ آپس میں تو ایک دوسرے کے دوست ہیں، مگر یہ مسلمانوں کے دوست ہرگز ہرگز نہیں ہیں۔ جو اللہ کی اس تنبیہ کے باوجود یہودی و نصاریٰ سے دوستی پیدا کرتا ہے، بھلے اُن کے خوف ہی سے کیوں نہ ہو، اُس کے نہ صرف اعمالِ صالحہ حبط ہو جاتے ہیں، بلکہ وہ ہمیشہ خسارہ اٹھانے والوں میں ہو جاتا ہے۔

یقین نہ آئے تو اس باب کو ایک بار دوبارہ پڑھیئے۔

پھر بھی یقین نہ آئے تو اپنے اردگرد پائے جانے والے یہود و نصاریٰ کے دوستوں کا مشاہدہ کیجئے۔

پھر بھی یقین نہ آئے تو دوستی کر کے دیکھ لیں!

آپ جان جائیں گے ___ جس کا ایمان ہی نہیں، وہ ایماندار کیسے ہو سکتا ہے!

باب ہیجدہم

لقاء الآخرہ کا انکار

چونکہ یہ دنیا ''دارالعمل'' ہے، اس لیے لازم ہے کہ اس دنیا میں کیے جانے والے اعمال کی جزاوسزا کے لیے کوئی دن بھی ہو، جس سے پہلے سب کے اعمال کے دفتر بند ہو جائیں، اور حساب کے کھاتے کُھل جائیں۔ اُس دن کو ''یومِ حشر'' یا ''محشر'' کہا جاتا ہے۔ اسے ''روزِ جزا'' یا ''قیامت'' بھی کہتے ہیں۔

جو بندگانِ ہویٰ و ہوس اس دنیا میں مست ہیں، اُن کا ایجنڈا ہے: ''ایہہ جہان مٹھا، اگلا کِن ڈِٹھا''۔ وہ ایسا اس لیے سوچتے ہیں کیونکہ وہ صراطِ مستقیم سے آنکھیں موندھے ہوئے اندھا دھند خواہشاتِ نفسانی کی پیروی میں مگن ہیں۔ یہ راستہ شیطان کا راستہ ہے، جبکہ صراطِ مستقیم علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کا راستہ ہے۔

چونکہ علیؑ نے دنیا کو تین طلاقیں دے رکھی ہیں، اس لیے علیؑ کے راستے پر چلنے والے بھی اس دنیا میں آنکھیں کھلی رکھ کر چلتے ہیں کہ کہیں دنیا کی کوئی رنگینی یا سراب انہیں لبھا نہ لے، اور وہ صراطِ مستقیم سے کہیں بھٹک نہ جائیں۔

علیؑ کے راستے پر چلنے والے ہی مومنینِ خالص ہیں، جن پر شیطان کا بس نہیں چلتا، کیونکہ وہ ''آیت اللہ الکبریٰ'' سے متمسک ہیں، جس سے تمسک کا حکم رسالتمآبؐ نے خطبۂ غدیر میں دیا تھا:

''مَعَاشِرَ النَّاسِ! لَا تَضِلُّوا عَنْهُ وَ لَا تَنفِرُوا مِنْهُ وَ لَا تَسْتَنْكِفُوا مِنْ وِلَايَتِهِ، فَهُوَ الَّذِیْ یَهْدِیْ اِلَی الْحَقِ

وَ یَعْمَلُ بِهٖ وَ یُزْهِقُ الْبَاطِلَ وَ یَنْهٰی عَنْهُ وَ لَا تَأْخُذُهٗ فِی اللّٰهِ لَوْمَةُ لَائِمٍ" ("خطبۂ غدیر"، صفحہ 9)

(لوگو! اس سے منہ موڑ کر اور طرف نہ جانا۔ اس سے الگ نہ ہونا اور اس کو حاکم بنانے سے بیزاری اختیار نہ کرنا۔ اس لئے کہ یہی حق کی طرف ہدایت کرے گا۔ اور یہی حق پر عمل کرے گا، اور یہی باطل کو مٹائے گا، اور یہی باطل سے باز رکھے گا، اور اللہ کے کام نے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اسے نہ روک سکے گی۔)

علیؑ چونکہ "آیت اللہ الکبریٰ" ہونے کے ناطے "نعمتِ عظمیٰ" ــــ ولایتِ تامّہ، کے حامل بھی ہیں، اس لیے ان سے حسد کیا جانا لازم ہے۔ رسولِؐ خدا کا فرمان ہے:

"کُلُّ ذِیْ نِعْمَةٍ مَحْسُوْدٌ"

(تمام صاحبانِ نعمت سے حسد کیا جاتا ہے)

اس لیے رسالتمآبؐ نے تنبیہ فرمائی:

"مَعَاشِرَ النَّاسِ! اِنَّ اِبْلِیْسَ اَخْرَجَ اٰدَمَ مِنَ الْجَنَّةِ بِالْحَسَدِ فَلَا تَحْسُدُوْهُ فَتَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ تَزِلَّ اَقْدَامُكُمْ فَاِنَّ اٰدَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ اُهْبِطَ اِلَی الْاَرْضِ بِخَطِیْئَةٍ وَّاحِدَةٍ وَ هُوَ صَفْوَةُ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ فَكَیْفَ بِكُمْ وَ اَنْتُمْ اَنْتُمْ وَ مِنْكُمْ اَعْدَآءُ اللّٰهِ۔"

("خطبۂ غدیر"، صفحہ 16)

(لوگو! ابلیس نے آدمؑ کو حسد کے سبب جنت سے نکلوایا، تو تم علیؑ سے حسد نہ

کرنا ورنہ تمہارے کل اعمال حبط (اکارت) ہو جائیں گے، اور تمہارے قدم ڈگمگا جائیں گے۔ آدمؑ صرف ایک ترکِ اولیٰ کی وجہ سے زمین پر اتارے گئے تھے، حالانکہ وہ خدا کے برگزیدہ بندے تھے، تو پھر تمہاری کیا حالت ہوگی۔ جس حال میں تم ہو، جو کچھ ہو، اور تم میں بعض خدا کے دشمن بھی موجود ہیں۔)

جب پہلے خلیفۃ اللہ سے حسد کی بناء پر عزازیل راندۂ بارگاہِ الٰہی ہوا، اور اللہ نے اسے کسی عبادت کا کوئی کریڈٹ نہیں دیا، تو امام العالمین علیؑ ابنِ ابی طالبؑ، جو "آیت اللہ الکبریٰ" ہیں، اُن سے حسد کرنے والوں کا انجام ابلیس سے مختلف کیسے ہو سکتا ہے؟ اُن کے اعمالِ صالحہ تو یقیناً حبط ہوں گے!

منکرینِ آیات اللہ (یعنی آئمۃ الہدیٰؑ) چونکہ جانتے ہیں کہ اُن کے ساتھ اس دنیا سے کوئی عملِ صالحہ (بوجہِ حبط) نہیں جائے گا، اس لیے وہ آخرت ہی کا انکار کرتے ہیں۔

"آیات اللہ" اور "لقاء الآخرہ" کے انکار کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اکٹھے کیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

"وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ؏" (سورۃ الاعراف، آیت ۱۴۷)

(اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا، اُن کے اعمال ضائع ہو گئے۔ کیا اُن کے سوائے اس کے جو وہ عمل کرتے تھے، کچھ اور بدلہ دیا جائے گا؟)

"اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ○" (سورۃ الکہف، آیت ۱۰۵)

(یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں اور اس کی ملاقات سے انکار کیا، اس لیے ان کے اعمال حبط ہو گئے۔ پس ہم قیامت کے دن اُن کے لیے کوئی میزان قائم نہیں کریں گے)

جس کا مطلب ہے کہ "آیات اللہ" کا انکار کرنے والے ہی "لقاء الآخرہ" کا انکار کرتے ہیں، کیونکہ اُنہیں اچھی طرح علم ہے کہ آخرت میں اُن کا کچھ حصہ نہیں۔ انہوں نے جو کیا، اُس کا اجر دنیا میں لے چکے، یا "آیات اللہ" کا انکار کرنے کی بناء پر اُن کے اعمالِ صالحہ حبط ہو چکے۔

سوائے شیعیانِ علیؑ کے، جو "آیات اللہ" سے متمسک ہونے کی بناء پر حقیقی اسلام کے صراطِ مستقیم پر گامزن ہیں، اسلام کے نام پر بننے والے خودساختہ فرقوں میں سے کوئی بھی "آیات اللہ" کا اقرار نہیں کرتے ہیں، سبھی منکر ہیں۔ اس بناء پر وہ "**لقاء الآخرہ**" کے بھی منکر ہیں۔ اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کے آغاز ہی میں کی ہے۔ کتاب اللہ ہدایت ہے متقین کے لیے۔ متقین کی دیگر نشانیوں کے علاوہ ایک نشانی:

"...... **بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ**o" (سورۃ البقرہ، آیت ۴)

(آخرت پر یقین رکھتے ہیں)

بھی ہے۔

چونکہ متقین آخرت پر یقین رکھتے ہیں، اس لیے وہ "لقاء الآخرہ" پر بھی یقین رکھتے ہیں یعنی انہیں یقینِ کامل ہے کہ روزِ محشر اُن کی ملاقات اُن کے امام ــــ امام المتقین علیؑ ابنِ ابی طالبؑ سے ضرور ہو گی، جن کے توسط سے انہیں حضرت محمدؐ کی حضوری حاصل ہو گی۔

رہی اللہ سے ملاقات، تو یہ تو کبھی نہیں ہو گی، کیونکہ کوئی آنکھ ایسی نہیں جو

اللہ کو دیکھ سکے۔

امام جعفرِ صادقؑ سے روایت ہے کہ ایک روز امیر المومنینؑ منبرِ کوفہ پر خطبہ دے رہے تھے کہ ذِعلب نامی شخص نے پوچھا کہ آپؑ نے اپنے رب کو دیکھا ہے، تو آپؑ نے فرمایا: ''وائے ہو تجھ پر، میں بن دیکھے کی عبادت کیسے کرتا؟ اس نے پوچھا: پھر آپؑ نے اس کو کیسا دیکھا؟ فرمایا: اے ذعلب! اس کو ان آنکھوں سے نہیں دیکھا جاتا، بلکہ اس کو قلب نے حقائقِ ایمان کے ساتھ دیکھا ہے۔ وائے ہو تجھ پر، اے ذعلب! میرا رب بڑا لطیف ہے لیکن ایسی لطافت نہیں کہ بیان میں آسکے، اور بڑی عظمت والا ہے لیکن ایسی عظمت نہیں جس کا وصف بیان ہو سکے۔ وہ صاحبِ کبر و کبریا ہے، لیکن نہ ایسا کہ اس کا تکبر بیان میں آسکے۔ وہ ہر شئے سے پہلے ہے، اور ہر شئے کے بعد ہے، لیکن یہ نہیں کہا جاتا کہ کوئی شئے اس کے بعد ہے۔ اس نے اشیاء کو خلق کیا لیکن پانے والی ہمت سے نہیں، نہ مکر و فریب کو اس کی مشیت میں راہ ہے۔ وہ ہر شئے میں ہے، لیکن کسی چیز سے ملا ہوا نہیں، اور نہ جدا ہے۔ ظاہر ہے، لیکن اس طرح نہیں جیسے اجسام ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ روشن ہے، لیکن یہ روشنی اس طرح نہیں دیکھی جاتی جس طرح چاند (ہلال) کو ابرو پر ہاتھ رکھ کر دیکھتے ہیں۔ وہ دور ہے، مگر نہ بلحاظ مسافت قریب ہے، لیکن نہ بلحاظ جگہ لطیف ہے، نہ بلحاظِ جسم موجود ہے، لیکن عدم کے بعد نہیں۔ فاعل ہے لیکن اضطراری صورت سے نہیں اور نہ ارادہ کی حرکت سے سننے والا ہے، لیکن آلہ سے نہیں دیکھنے والا ہے، لیکن کسی عضو سے بھی نہیں۔ جگہیں اس کو گھیرتی نہیں، اوقات کے تعین کا اس سے تعلق نہیں، اس کی صفات کی حد نہیں، نیند اور پِنک کا اس سے تعلق نہیں، اس کا وجود اوقات سے قبل ہے اور عدم سے اس کے وجود کا تعلق نہیں، وہ ازلی ہے۔ مشاعر یعنی حواسِ (چشم و گوش) اس کے خلق کرنے سے پہچانے گئے، اور یہ جانا گیا کہ ان حواس کا

اس سے تعلق نہیں اور جواہر (عناصر وغیرہ) اس کے پیدا کرنے سے ظاہر ہوئے، وہ خود کوئی جوہر نہیں اور اشیاء کے درمیان تضاد نے بتایا کہ وہ کسی چیز کے قرین نہیں، جیسے نور کی ضد ظلمت، خشک کی تر، اور سخت کی نرم، سرد کی گرم۔ وہ ضد قوتوں کو ایک دوسرے سے ملانے والا ہے اور ملی ہوئی کو جدا کرنے والا ہے، اور ان کا الگ ہونا اس کی دلیل ہے کہ کوئی ان کا جدا کرنے والا ہے، اور ان کا ملانا اس کی دلیل ہے کہ کوئی اُنکا ملانے والا ہے۔ فرماتا ہے: اور "ہر شئے سے ہم نے جوڑا پیدا کیا تاکہ تم یاد کرو، اس سے قبل اور بعد میں تفریق کی تاکہ لوگ جان لیں کہ نہ اس کے لیے قبل ہے نہ بعد، اور متضاد چیزوں کو ملا کر ایک مزاجِ شخصی بنانا اس کی دلیل ہے کہ کوئی بنانے والا ہے اور اوقاتِ معینہ کا ہونا دلیل ہے اس کی کہ وقت اور زمانہ کا پیدا کرنے والا کوئی ہے، اور بعض چیز کا حجاب بننا بعض کے لیے اس کی دلیل ہے کہ خدا اور مخلوق کے درمیان کوئی حجاب نہیں، اور وہ رب تھا اس وقت بھی جب کوئی مربوب نہ تھا، اور معبود تھا اس وقت بھی جب کوئی عبادت کرنے والا نہ تھا، اور عالم تھا اس وقت بھی جب کوئی معلوم نہ تھا، اور سننے والا تھا اس وقت بھی جب کوئی مسموع نہ تھا۔"

(اُصولِ کافی، جلد اوّل، کتاب التوحید،
باب بست و دوم، صفحات ۲۱۷۔۲۱۸)

"نہج الاسرار من کلامِ حیدرِ کرّار" میں روایت کی گئی ہے کہ:

"ایک شخص نے سوال کیا کہ یا امیر المومنینؑ! آیا آپؑ نے عبادت کے دوران خدا کو بھی دیکھا ہے؟ حضرت نے جواب دیا کہ "**لم اك بالذی اعبد من لم اره**" (میں اس کی عبادت نہیں کرتا جس کو دیکھا نہ ہو۔)

پھر سوال کیا کہ یا امیر المومنینؑ! آپؑ نے کس طرح دیکھا؟

فرمایا: **یا ویلک لم تره العیون بمشاهدة العیان، و لکن رائة العقول بحقائق الایمان، معروف بالدلالات، منعوت بالعلامات، لا یقاس بالناس، ولا یدرک بالحواس** (وائے ہو تجھ پر، آنکھیں اس کا مشاہدہ نہیں کرسکتیں لیکن حقائقِ ایمان کے ساتھ، اس کو عقول دیکھتی ہیں۔ وہ دلیلوں کے ساتھ معروف ہے۔ علامات سے اس کا وصف کیا جاتا ہے۔ لوگوں پر اس کا قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ حواس اس کا ادراک نہیں کر سکتے)"۔

(''نہج الاسرار من کلامِ حیدرِ کرّار''، جلد اوّل، صفحہ ۲۷۹)

جن لوگوں نے ''آیات اللہ'' سے ہٹ کر اللہ کو سمجھنا چاہا، انہوں نے اللہ کی تجسیم کر ڈالی، اور اُسے عرش پر جلوہ افروز قرار دے دیا۔ ملاحظہ فرمائیے:

''ایک شخص نے حضرت ابوبکر سے سوال کیا کہ آیا آپ ہی اس امت میں خلیفۂ رسولؐ ہیں؟

حضرت ابوبکر: ہاں۔

سائل: ہم نے تورات میں پڑھا ہے کہ خلفائے رسولؐ تمام امت میں سب سے زیادہ عالم ہوتے ہیں۔ پس مجھے بتلائیے کہ خدا کہاں ہے ــــ آسمان پر یا زمین پر؟

حضرت ابوبکر: وہ آسمان میں عرش کے اوپر ہے؟

یہودی: پس کیا زمین اس سے خالی ہے؟

حضرت ابوبکر: یہ کلام زنادقہ کا ہے۔ دور ہو جا یہاں سے، ورنہ تجھے

قتل کر دوں گا۔

یہودی اس خلیفۂ اسلام سے متعجب ہوا اور فوراً وہاں سے باہر نکل گیا اور سیدھے حضرت علیؑ کی خدمت میں پہونچا۔

حضرتؑ نے فرمایا: اے یہودی! تو نے ان سے جو سوال کیا اور اس کا جو جواب تجھے دیا گیا میں جانتا ہوں، اور میں کہتا ہوں کہ بتحقیق خدائے عز و جل کے لیے 'کہاں' کا اطلاق نہیں ہوتا۔ وہ بڑا صاحبِ جلال ہے کہ کسی مکان میں سمائے۔ وہ ہر مقام پر ہے بغیر مماست و مجاورت کے۔ وہ اپنے علم سے سب کو گھیرے ہوئے ہے۔ وہ کوئی چیز تدبیر سے خلق نہیں کرتا۔ اب میں تجھے اس بات سے مطلع کروں گا جو تمہاری کتاب میں مذکور ہے اور تم پر واجب کی گئی ہے آیا تو اس بات کی تصدیق کرے گا، جو میں بیان کروں گا اور اگر تو اس کو سمجھ جائے تو کیا اس پر ایمان لائے گا؟

یہودی: جی ہاں!

امیر المومنینؑ: کیا تم لوگ اپنی بعض کتابوں میں نہیں پڑھتے ہو کہ ایک روز موسیٰؑ ابنِ عمران بیٹھے ہوئے تھے کہ مشرق کی طرف سے ان کے پاس ایک فرشتہ آیا۔ موسیٰؑ نے پوچھا کہ کہاں سے آیا؟ تو جواب دیا کہ اللہ کے پاس سے۔ پھر ایک فرشتہ مغرب کی طرف سے آیا۔ موسیٰؑ نے اس سے بھی پوچھا کہ کہاں سے آیا؟ اس نے جواب دیا کہ اللہ کے پاس سے۔ اس کے بعد ایک اور فرشتہ آیا؟ موسیٰؑ نے اس سے بھی پوچھا کہ کہاں سے آیا؟ اس نے جواب دیا کہ ساتویں آسمان سے اللہ کے پاس سے آیا۔ اس کے بعد ایک اور فرشتہ آیا اور

کہنے لگا کہ میں ساتویں زمین سے خدا کے پاس سے آیا ہوں۔ پس موسیٰؑ نے کہا کہ پاک ہے وہ ہستی کہ جس سے نہ کوئی مقام خالی ہے، اور نہ اس کے لیے کوئی مکان ہے۔ کسی مکان کی بہ نسبت وہ بہت زیادہ قریب ہے۔

یہودی نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ حقِ مبین ہے اور بتحقیق کہ آپ اپنے نبی کی جگہ کے سب سے زیادہ حقدار ہیں بہ نسبت اس کے جس نے اس کو حاصل کرلیا''۔

(''نہج الاسرار من کلامِ حیدرِ کرّارؑ ''، جلد اوّل، صفحات ۲۷۹۔۲۸۰)

جب اللہ سے ملاقات ہو ہی نہیں سکتی، پھر ''**لقاء الآخرہ**'' یا ''**لِقَآءَ رَبِّهٖ**'' سے کیا مراد ہے؟

سورۃ الکہف میں ارشادِ ربّ العزت ہے:

''**قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ؀**'' (سورۃ الکہف، آیت ۱۱۰)

(کہہ دو ماسوا اس کے نہیں کہ میں (ظاہری طور پر) تمہاری مثل بشر ہوں (مگر) میری طرف وحی کی جاتی ہے بجز اس کے نہیں کہ تمہارا معبود یکتا معبود ہے، پس جو شخص اپنے پروردگار کی ملاقات کی امید رکھے تو اسے چاہیے کہ نیک عمل کیے جائے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔)

اللہ سے ملاقات کا طریقہ بتلایا گیا ہے ـــــ اعمالِ صالحہ، جن میں شرک کا شائبہ بھی

نہ ہو۔ اعمالِ صالحہ میں سے سب سے ''احسن عمل'' ہے —— ولایتِ علیؑ، لہٰذا جو ولایتِ علیؑ کے اعلان، اقرار اور اشہاد میں کہیں بھی شرک کا مرتکب نہ ہو، وہ اللہ سے ملاقی ہے یعنی وہ اپنی عبادتِ خالص کے بَل بوتے اللہ کا عرفان رکھتا ہے۔ مولائے متقیانؑ فرماتے ہیں:

''خدا کی اوّل عبادت اس کی معرفت ہے، اور اس کی معرفت کی اصل اس کی توحید ہے، اور اس کی توحید کا نظام اس سے صفات کی نفی کرنا ہے۔ وہ اس سے بہت عظیم ہے کہ اس کی صفات کی عقلیں گواہی دیں (یعنی سمجھ سکیں)۔ وہ تمام چیزیں جن کی صفات کی عقلیں شہادت دیں، وہ سب مصنوع ہیں۔ بہ تحقیق کہ خداوند جل جلالہٗ صانع ہے، مصنوع نہیں ہے۔ اللہ کی صفتوں سے اس پر دلیل لائی جاتی ہے اور عقول سے اس کی معرفت کا اعتقاد رکھا جاتا ہے، اور فکر سے اس کی حجت کو ثابت کیا جاتا ہے۔ اس پر خدا نے مخلوق کو اپنی دلیل قرار دیا، جس سے اس کی ربوبیت ظاہر ہوتی ہے۔ ازل سے وہ تنہا اور واحد ہے۔ ہیئت میں اس کا کوئی شریک نہیں، اور ربوبیت میں اس کا کوئی مثل نہیں۔ وہ ضد ہے، ان اشیاء کی جو آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ وہ جانتا ہے کہ اس کے مقابلہ میں کوئی نہیں، اور آپس میں ایک دوسرے سے مشابہ امور میں اس کی مقاربت یعنی برابری نہیں۔ وہ جانتا ہے کہ اس کا کوئی ساتھی نہیں۔

اس کی نشانیاں اس کی دلیل ہیں، اور اس کا وجود اس کا اثبات ہے۔ اس کی معرفت اس کی توحید ہے، اور اس کی توحید یہ ہے کہ اس کو اس کی مخلوق سے علیحدہ رکھیں۔ اس کو علیحدہ رکھنے کا حکم یہ ہے کہ اس کی صفت کو

اس سے متوصل رکھیں، نہ کہ اس کی واحدیت کو۔ بہ تحقیق کہ وہ پالنے والا اور خالق ہے، اور مخلوق کا مربوب نہیں ہے۔ جو کچھ بھی اس کے متعلق تصور کریں، اس کو اس کے خلاف ہی پائیں گے''۔

اس کے بعد فرمایا:

وہ ایسا نہیں ہے کہ جس کے نفس کو کوئی پہچان سکے ....

وہ دلیل کے ساتھ اپنے پر دلالت کرنے والا ہے، اور اپنی معرفت کا عطا کرنے والا ہے۔''

(''نہج الاسرار من کلامِ حیدرِ کرّارؑ ''، جلد اوّل، صفحات ۱۵۶۔۱۵۷)

ایک اور خطبے میں مولائے متقیانؑ فرماتے ہیں:

''اَوَّلُ الدِّیْنِ مَعْرِفَتِهٖ وَ کَمَالُ مَعْرِفَتِهِ التَّصْدِیْقُ بِهٖ، وَ کَمَالُ التَّصْدِیْقِ بِهٖ تَوْحِیْدُهٗ، وَ کَمَالُ تَوْحِیْدِهٖ الْاِخْلَاصُ لَهٗ، وَ کَمَالُ الْاِخْلَاصِ لَهٗ نَفْیُ الصِّفَاتِ عَنْهُ، لِشَهَادَةِ کُلِّ صِفَةٍ اَنَّهَا غَیْرُ الْمَوْصُوْفِ وَ شَهَادَةِ کُلِّ مَوْصُوْفٍ اَنَّهٗ غَیْرُ الصِّفَةِ، فَمَنْ وَصَفَ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ فَقَدْ قَرَنَهٗ، وَ مَنْ قَرَنَهٗ فَقَدْ ثَنَّاهُ، وَ مَنْ ثَنَّاهُ فَقَدْ جَزَّاَهُ، وَ مَنْ جَزَّاَهُ فَقَدْ جَهِلَهٗ، وَ مَنْ جَهِلَهٗ فَقَدْ اَشَارَ اِلَیْهِ، وَ مَنْ اَشَارَ اِلَیْهِ فَقَدْ حَدَّهُ، وَ مَنْ حَدَّهُ فَقَدْ عَدَّهُ، وَ مَنْ قَالَ فِیْمَ فَقَدْ ضَمَّنَهٗ، وَ مَنْ قَالَ عَلَامَ فَقَدْ اَخْلَی مِنْهُ، کَائِنٌ لَّا عَنْ حَدَثٍ، مَوْجُوْدٌ

لَا عَنْ عَدَمٍ، مَعَ كُلِّ شَيْءٍ لَا بِمُقَارَنَةٍ، وَ غَيْرُ كُلِّ شَيْءٍ لَا بِمُزَايَلَةٍ، فَاعِلٌ لَا بِمَعْنَى الْحَرَكَاتِ وَ الْآلَةِ، بَصِيرٌ اِذْ لَا مَنْظُورَ اِلَيْهِ مِنْ خَلْقِهِ، مُتَوَحِّدٌ اِذْ لَا سَكَنَ يَسْتَأْنِسُ بِهِ وَ لَا يَسْتَوْحِشُ لِفَقْدِهِ اَنْشَأَ الْخَلْقَ اِنْشَاءً، وَ ابْتَدَاهُ ابْتِدَاءً، بِلَا رَوِيَّةٍ اَجَالَهَا، وَ لَا تَجْرِبَةٍ اسْتَفَادَهَا وَ لَا حَرَكَةٍ اَحْدَثَهَا، وَ لَا هَمَامَةِ نَفْسٍ اضْطَرَبَ فِيْهَا۔ اَحَالَ الْاَشْيَاءَ لِاَوْقَاتِهَا وَ لَاَمَ بَيْنَ مُخْتَلِفَاتِهَا، وَ غَرَّزَ غَرَائِزَهَا وَ اَلْزَمَهَا اَشْبَاحَهَا عَالِمًا بِهَا قَبْلَ اِبْتِدَائِهَا مُحِيْطًا بِحُدُوْدِهَا وَ انْتِهَائِهَا، عَارِفًا بِقَرَآئِنِهَا وَ اَحْنَائِهَا، ثُمَّ اَنْشَاءَ سُبْحَانَهُ فَتْقَ الْاَجْوَاءِ وَ شَقَّ الْاَرْجَاءِ وَسَكَائِكَ الْهَوَاءِ، فَاَجْرَىٰ فِيْهَا مَاءً مُتَلَاطِمًا تَيَّارُهُ، مُتَرَاكِمًا زَخَّارُهُ، حَمَلَهُ عَلٰى مَتْنِ الرِّيْحِ الْعَاصِفَةِ، وَالزَّعْزَعِ الْقَاصِفَةِ، فَاَمَرَهَا بِرَدِّهِ، وَ سَلَّطَهَا عَلٰى شَدِّهِ، وَ قَرَنَهَا اِلٰى حَدِّهِ الْهَوَاءُ مِنْ تَحْتِهَا فَتِيْقٌ، وَ الْمَاءُ مِنْ فَوْقِهَا دَفِيْقٌ، ثُمَّ اَنْشَاءَ سُبْحَانَهُ رِيْحًا اعْتَقَمَ مَهَبَّهَا وَ اَدَامَ مُرَبَّهَا وَ اَعْصَفَ مَجْرَاهَا، وَ اَبْعَدَ مَنْشَاهَا، فَاَمَرَهَا بِتَصْفِيْقِ الْمَاءِ الزَّخَّارِ، وَ اِثَارَةِ مَوْجِ الْبِحَارِ، فَمَخَضَتْهُ مَخْضَ السِّقَاءِ، وَ عَصَفَتْ بِهِ عَصْفَهَا بِالْفَضَاءِ، تَرُدُّ اَوَّلَهُ اِلٰى آخِرِهِ، وَ سَاجِيَهُ اِلٰى مَائِرِهِ،

حَتّٰی عَبَّ عُبَابُهُ، وَ رَمٰی بِالزَّبَدِ رُكَامُهُ فَرَفَعَهُ فِیْ هَوَاءٍ مُنْفَتِقٍ، وَ جَوٍّ مُنْفَهِقٍ، فَسَوّٰی مِنْهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ جَعَلَ سُفْلَاهُنَّ مَوْجًا مَكْفُوفًا وَ عُلْيَاهُنَّ سَقْفًا مَحْفُوْظًا، وَ سَمْكًا مَرْفُوْعًا، بِغَيْرِ عَمَدٍ يَدْعَمُهَا، وَ لَا دِسَارٍ يَنْظِمُهَا، ثُمَّ زَيَّنَهَا بِزِيْنَةِ الْكَوَاكِبِ، وَ ضِيَاءِ الثَّوَاقِبِ وَ اَجْرٰی فِيْهَا سِرَاجًا مُّسْتَطِيْرًا، وَ قَمَرًا مُّنِيْرًا، فِیْ فَلَكٍ دَائِرٍ، وَ سَقْفٍ سَائِرٍ، وَ رَقِيْمٍ مَائِرٍ ثُمَّ فَتَقَ مَا بَيْنَ السَّمٰوَاتِ الْعُلَا، فَمَلَأَهُنَّ اَطْوَارًا مِّنْ مَّلَائِكَتِهِ مِنْهُمْ سُجُوْدٌ لَّا يَرْكَعُوْنَ، وَ رُكُوْعٌ لَا يَنْتَصِبُوْنَ وَ صَافُّوْنَ لَا يَتَزَايَلُوْنَ وَ مُسَبِّحُوْنَ لَا يَسْأَمُوْنَ، لَا يَغْشَاهُمْ نَوْمُ الْعَيْنِ، وَ لَا سَهْوُ الْعُقُوْلِ، وَ لَا فَتْرَةُ الْاَبْدَانِ، وَ لَا غَفْلَةُ النِّسْيَانِ، وَ مِنْهُمْ اُمَنَاءُ عَلٰی وَحْيِهِ، وَ اَلْسِنَةٌ اِلٰی رُسُلِهِ، وَ مُخْتَلِفُوْنَ بِقَضَائِهٖ وَ اَمْرِهٖ، وَ مِنْهُمُ الْحَفَظَةُ لِعِبَادِهِ، وَ السَّدَنَةُ لِاَبْوَابِ جِنَانِهِ، وَ مِنْهُمُ الثَّابِتَةُ فِی الْاَرْضِيْنَ السُّفْلٰی اَقْدَامُهُمْ وَ الْمَارِقَةُ مِنَ السَّمَآءِ الْعُلْيَا اَعْنَاقُهُمْ، وَ الْخَارِجَةُ مِنَ الْاَقْطَارِ اَرْكَانُهُمْ، وَ الْمُنَاسِبَةُ لِقَوَآئِمِ الْعَرْشِ اَكْتَافُهُمْ، نَاكِسَةٌ دُوْنَهُ اَبْصَارُهُمْ، مُتَلَفِّعُوْنَ تَحْتَهُ بِاَجْنِحَتِهِمْ، مَضْرُوْبَةٌ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ مَنْ دُوْنَهُمْ حُجُبُ الْعِزَّةِ وَ

اَسْتَارُ الْقُدْرَةِ ، لَا یَتَوَهَّمُوْنَ رَبَّهُمْ بِالتَّصْوِیْرِ، وَ لَا یُجْرُوْنَ عَلَیْهِ صِفَاتِ الْمَصْنُوْعِیْنَ ، وَ لَا یَحُدُّوْنَهُ بِالْاَمَاکِنِ، وَ لَا یُشِیْرُوْنَ اِلَیْهِ بِالنَّظَائِرِ۔"

("نہج البلاغہ"،صفحات ۷۰ تا ۷۴)

(دین کی ابتداء اس کی معرفت ہے، کمالِ معرفت اس کی تصدیق ہے، کمالِ تصدیق توحید ہے۔ کمالِ توحید تنزیہ و اخلاص ہے، اور کمالِ تنزیہ و اخلاص یہ ہے کہ اُس سے صفتوں کی نفی کی جائے۔ کیونکہ ہر صفت شاہد ہے کہ وہ اپنے موصوف کی غیر ہے، اور ہر موصوف شاہد ہے کہ وہ صفت کے علاوہ کوئی چیز ہے۔ لہٰذا جس نے ذاتِ الٰہی کے علاوہ صفات مانے، اُس نے ذات کا ایک دوسرا ساتھی مان لیا، اور جس نے اس کی ذات کا کوئی اور ساتھی مانا اُس نے دُوئی پیدا کی۔ جس نے دُوئی پیدا کی، اُس نے اس کے لیے جز بنا ڈالا، اور جو اُس کے لیے اجزا کا قائل ہوا، وہ اس سے بے خبر رہا، اور جو اس سے بے خبر رہا، اُس نے اُسے قابلِ اشارہ سمجھ لیا، اور جس نے اُسے قابلِ اشارہ سمجھ لیا، اُس نے اُس کی حد بندی کر دی، اور جو اُسے محدود سمجھا وہ اُسے دوسری چیزوں ہی کی قطار میں لے آیا۔ جس نے یہ کہا کہ وہ کسی چیز میں ہے اُس نے اُسے کسی شئے کے ضمن میں فرض کر لیا، اور جس نے یہ کہا کہ وہ کسی چیز پر ہے، اُس نے اور جگہیں اس سے خالی سمجھ لیں۔ وہ ہے، ہُوا نہیں۔ موجود ہے، مگر عدم سے وجود میں نہیں آیا۔ وہ ہر شئے کے ساتھ ہے۔ نہ جسمانی اتصال کی طرح، وہ ہر چیز سے علیحدہ ہے، نہ جسمانی دُوری

کے طور پر، وہ فاعل ہے، لیکن حرکات و آلات کا محتاج نہیں۔ وہ اس وقت بھی دیکھنے والا تھا جب کہ مخلوقات میں کوئی چیز دکھائی دینے والی نہ تھی۔ وہ یگانہ ہے، اس لیے کہ اس کا کوئی ساتھی ہی نہیں ہے کہ جس سے وہ مانوس ہو اور اسے کھوکر پریشان ہو جائے۔ اس نے پہلے پہل خلق کو ایجاد کیا، بغیر کسی فکر کی جولانی کے اور بغیر کسی تجربہ کے جس سے فائدہ اُٹھانے کی اُسے ضرورت پڑی ہو، اور بغیر کسی حرکت کے جسے اُس نے پیدا کیا ہو، اور بغیر کسی ولولہ اور جوش کے جس سے وہ بیتاب ہوا ہو۔ ہر چیز کو اُس کے وقت کے حوالے کیا۔ بے جوڑ چیزوں میں توازن و ہم آہنگی پیدا کی۔ ہر چیز کو جداگانہ طبیعت و مزاج کا حامل بنایا، اور ان طبیعتوں کے لیے مناسب صورتیں ضروری قرار دیں۔ وہ ان چیزوں کو ان کے وجود میں آنے سے پہلے جانتا تھا۔ ان کی حدونہایت پر احاطہ کیے ہوئے تھا، اور ان کے نفوس و اعضاء کو پہچانتا تھا۔ پھر یہ کہ اُس نے کشادہ فضا، وسیع اطراف و اکناف اور خلا کی وُسعتیں خلق کیں، اور ان میں ایسا پانی بہایا، جس کے دریائے مواج کی لہریں طوفانی اور بحرِ ذخار کی موجیں تہ بہ تہ تھیں۔ اسے تیز ہوا اور تُند آندھی کی پشت پر لادا۔ پھر اُسے پانی کے پلٹانے کا حکم دیا، اور اُسے اس کے پابند رکھنے پر قابو دیا، اور اُسے پانی کی سرحد سے ملا دیا۔ اس کے نیچے ہوا دور تک پھیلی ہوئی تھی، اور اُوپر پانی ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ پھر اللہ سبحانہٗ نے اس پانی کے اندر ایک ہوا خلق کی، جس کا چلنا بانجھ (بے ثمر) تھا اور اسے اس کے مرکز پر قرار دیا۔ اس کے جھونکے تیز کر دیئے، اور اس کے چلنے کی

جگہ دور دراز تک پھیلا دی، پھر اس ہوا کو مامور کیا کہ وہ پانی کے ذخیرے کو تھپیڑے دے اور بحرِ بے کراں کی موجوں کو اُچھالے۔ اس ہوا نے پانی کو یوں متھ دیا، جس طرح دہی کے مشکیزے کو متھا جاتا ہے، اور اسے دھکیلتی ہوئی تیزی سے چلی، جس طرح خالی فضا میں چلتی ہے، اور پانی کے ابتدائی حصے کو آخری حصے پر اور ٹھہرے ہوئے کو چلتے ہوئے پانی پر پلٹانے لگی، یہاں تک کہ اس متلاطم پانی کی سطح بلند ہوگئی، اور وہ تہ بہ تہ پانی جھاگ دینے لگا۔ اللہ نے وہ جھاگ کھلی ہوا اور کشادہ فضا کی طرف اٹھائی، اور اُس سے ساتوں آسمان پیدا کیے۔ نیچے والے آسمان کو رُکی ہوئی موج کی طرح بنایا، اور اُوپر والے آسمان کو محفوظ چھت اور بلند عمارت کی صورت میں اس طرح قائم کیا کہ نہ ستونوں کے سہارے کی حاجت تھی، نہ بندھنوں سے جوڑنے کی ضرورت۔ پھر اُن کو ستاروں کی سج دھج اور روشن تاروں کی چمک دمک سے آراستہ کیا اور ان میں ضو پاش چراغ اور جگمگاتا چاند رواں کیا، جو گھومنے والے فلک، چلتی پھرتی چھت اور جنبش کھانے والی لوح میں ہے۔

پھر خداوندِ عالم نے بلند آسمانوں کے درمیان شگاف پیدا کیے، اور ان کی وسعتوں کو طرح طرح کے فرشتوں سے بھر دیا۔ کچھ اُن میں سربسجود ہیں جو رکوع نہیں کرتے، کچھ رکوع میں ہیں جو سیدھے نہیں ہوتے۔ کچھ صفیں باندھے ہوئے ہیں جو اپنی جگہ نہیں چھوڑتے، اور کچھ پاکیزگی بیان کر رہے ہیں جو اُکتاتے نہیں، نہ اُن کی آنکھوں میں نیند آتی ہے، نہ اُن کی عقلوں میں بھول چوک پیدا ہوتی ہے، نہ اُن کے بدنوں میں سُستی و کاہلی آتی

ہے، نہ اُن پر نسیان کی غفلت طاری ہوتی ہے۔ ان میں کچھ تو وحیِ الٰہی کے امین، اُن کے رسولوں کی طرف پیغام رسانی کے لیے زبانِ حق اور اُس کے قطعی فیصلوں اور فرمانوں کو لے کر آنے جانے والے ہیں، کچھ اُس کے بندوں کے نگہبان اور جنت کے دروازوں کے پاسبان ہیں۔ کچھ وہ ہیں، جن کے قدم زمین کی تہ میں جمے ہوئے ہیں، اور ان کے پہلو اطرافِ عالم سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں۔ ان کے شانے عرش کے پایوں سے میل کھاتے ہیں۔ عرش کے سامنے ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہیں، اور اس کے نیچے اپنے پروں میں لپٹے ہوئے ہیں، اور ان میں اور دوسری مخلوق میں عزت کے حجاب اور قدرت کے سراپردے حائل ہیں۔ وہ شکل وصورت کے ساتھ اپنے رب کو تصور نہیں کرتے، نہ اُس پر مخلوق کی صفتیں طاری کرتے ہیں، نہ اُسے محل ومکان میں گھرا ہوا سمجھتے ہیں، نہ اشیاء ونظائر سے اُس کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔)

''نہج البلاغہ'' ہی میں توحید اور علم ومعرفت پر ایک اور خطبہ میں امیر المومنینؑ ارشاد فرماتے ہیں:

''مَا وَحَّدَهُ مَنْ كَيَّفَهُ وَ لَا حَقِيْقَتَهُ اَصَابَ مَنْ مَثَّلَهُ۔ وَ لَا اِيَّاهُ عَنَى مَنْ شَبَّهَهُ، وَ لَا صَمَدَهُ مَنْ اَشَارَ اِلَيْهِ وَ تَوَهَّمَهُ۔ كُلُّ مَعْرُوْفٍ بِنَفْسِهِ مَصْنُوْعٌ۔ وَ كُلُّ قَآئِمٍ فِيْ سِوَاهُ مَعْلُوْلٌ۔ فَاعِلٌ لَا بِاضْطِرَابِ اٰلَةٍ مُقَدِّرٌ لَا بِجَوْلِ فِكْرَةٍ غَنِيٌّ لَا بِاسْتِفَادَةٍ لَا تَصْحَبُهُ الْاَوْقَاتُ وَ لَا تَرْفُدُهُ

اَلْاَدَوَاتُ سَبَقَ الْاَوْقَاتَ کَوْنُہٗ، وَ الْعَدَمَ وُجُوْدُہٗ وَ
الْاِبْتِدَآءَ اَزَلُہٗ۔ بِتَشْعِیْرِہِ الْمَشَاعِرَ عُرِفَ اَنْ لَّا مَشْعَرَ لَہٗ
وَ بِمَضَادَّتِہٖ بَیْنَ الْاُمُوْرِ عُرِفَ اَنْ لَّا ضِدَّ لَہٗ وَ بِمُقَارَنَتِہٖ
بَیْنَ الْاَشْیَآءِ عُرِفَ اَنْ لَّا قَرِیْنَ لَہٗ۔ ضَادَّ النُّوْرَ بِالظُّلْمَۃِ
وَ الْوُضُوْحَ بِالْبُھْمَۃِ وَ الْجُمُوْدَ بِالْبَلَلِ، وَ الْحُرُوْرَ بِالصَّرَدِ
مُؤَلِّفٌ بَیْنَ مُتَعَادِیَاتِھَا مُقَارِنٌ بَیْنَ مُتَبَایِنَاتِھَا مُقَرِّبٌ بَیْنَ
مُتَبَاعِدَاتِھَا۔ مُفَرِّقٌ بَیْنَ مُتَدَانِیَاتِھَا۔ لَا یُشْمَلُ بِحَدٍّ، وَ
لَا یُحْسَبُ بِعَدٍّ، وَ اِنَّمَا تَحُدُّ الْاَدَوَاتُ اَنْفُسَھَا، وَ تُشِیْرُ
الْاٰلَۃُ اِلٰی نَظَائِرِھَا مَنَعَتْھَا مُنْذُ الْقِدَمِیَّۃَ، وَ حَمَتْھَا قَدِ
الْاَزِلِیَّۃَ وَ جَنَّبَتْھَا لَوْلَا التَّکْمِلَۃَ بِھَا تَجَلّٰی صَانِعُھَا لِلْعُقُوْلِ
وَ بِھَا امْتَنَعَ عَنْ نَظَرِ الْعُیُوْنِ۔ لَا یَجْرِیْ عَلَیْہِ السُّکُوْنُ
وَ الْحَرَکَۃُ۔ وَ کَیْفَ یَجْرِیْ عَلَیْہِ مَا ھُوَ اَجْرَاہُ، وَ یَعُوْدُ
فِیْہِ مَا ھُوَ اَبْدَاہُ، وَ یَحْدُثُ فِیْہِ مَا ھُوَ اَحْدَثَہٗ۔ اِذًا
لَتَفَاوَتَتْ ذَاتُہٗ، وَ لَتَجَزَّ کُنْھُہٗ وَ لَا مْتَنَعَ مِنَ الْاَزَلِ
مَعْنَاہُ۔ وَ لَکَانَ لَہٗ وَرَآءٌ اِذْ وُجِدَ لَہٗ اَمَامٌ وَ لَا الْتَمَسَ
التَّمَامَ اِذْ لَزِمَہُ النُّقْصَانُ وَ اِذًا لَقَامَتْ اٰیَۃُ
الْمَصْنُوْعِ فِیْہِ، وَ لَتَحَوَّلَ دَلِیْلًا بَعْدَ اَنْ کَانَ مَدْلُوْلًا
عَلَیْہِ۔ وَ خَرَجَ بِسُلْطَانِ الْاِمْتِنَاعِ مِنْ اَنْ یُّؤَثِّرَ فِیْہِ مَا
یُؤَثِّرُ فِیْ غَیْرِہِ الَّذِیْ لَا یَحُوْلُ، وَ لَا یَزُوْلُ وَ لَا یَجُوْزُ

عَلَیْـہِ الْاُفُـوْلُ، وَلَـمْ یَـلِـدْ فَیَـکُـوْنَ مَوْلُوْدًا وَ لَمْ یُوْلَدْ فَیَـصِیْرَ مَـحْـدُوْدًا۔ جَلَّ عَنِ اتِّخَاذِ الْاَبْنَآءِ وَ طَهُرَ عَنْ مُلَامَسَةِ النِّسَآءِ۔ لَا تَـنَـا لُهُ الْاَوْهَامُ فَتُقَدِّرَهٗ وَ لَا تَتَوَهَّمُهُ الْـفِـطَـنُ فَتُـصَـوِّرَهٗ وَ لَا تُـدْرِكُـهُ الْحَوَاسُّ فَتُحِسَّـهٗ وَ لَا تَلْـمِسُـهُ الْاَيْـدِیْ فَتَـمَسَّـهٗ لَا يَتَغَيَّرُ بِحَالٍ، وَ لَا يَتَبَدَّلُ بِـالْاَحْـوَالِ۔ وَ لَا تُبْلِيْـهِ الـلَّيَالِیْ وَ الْاَيَّامُ، وَ لَا يُغَيِّرُهُ الـضِّيَآءُ وَ الظَّلَامُ۔ وَ لَا يُوْصَفُ بِشَیْءٍ مِّنَ الْاَجْزَاءِ، وَ لَا بِالْـجَـوَارِحِ وَ الْاَعْـضَآءِ وَ لَا بِعَرَضٍ مِّنَ الْاَعْرَاضِ وَ لَا بِالْـغَيْـرِيَّةِ وَ الْاَبْـعَـاضِ وَ لَا يُـقَالُ لَهٗ حَدٌّ وَ لَا نِهَايَةٌ، وَ لَا انْـقِـطَـاعٌ وَ لَا غَـايَةٌ۔ وَ لَا اَنَّ الْاَشْيَـآءَ تَحْوِيْـهِ، فَتُقِلَّـهٗ اَوْ تُهْـوِيْـهِ اَوْ اَنَّ شَيْـئًـا يَحْمِلُهٗ فَيُمِيْلَهٗ اَوْ يَعْدِ لَهٗ۔ وَ لَيْسَ فِـی الْاَشْيَـآءِ بِـوَالِجٍ، وَ لَا عَنْهَا بِخَارِجٍ يُخْبِرُ لَا بِلِسَانٍ وَ لَهَوَاتٍ، وَ يَسْمَعُ لَا بِخُرُوْقٍ وَ اَدَوَاتٍ۔ يَقُوْلُ وَ لَا يَلْفِظُ وَ يَـحْفَظُ وَ يَتَحَفَّظُ، وَ يُرِيْدُ وَ لَا يُضْمِرُ۔ يُحِبُّ وَ يَرْضٰی مِـنْ غَيْرِ رِقَّةٍ، وَ يُبْغِضُ وَ يَـغْضَبُ مِنْ غَيْرِ مَشَقَّةٍ۔ يَقُوْلُ لِمَنْ اَرَادَ كَوْنَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔ لَا بِصَوْتٍ يَقْرَعُ وَ لَا بِنِدَاءٍ يُسْـمَـعُ۔ وَ اِنَّـمَـا كَلَامُهٗ سُبْحَانَهٗ فِعْلٌ مِنْهُ اَنْشَاَهٗ۔ وَ مِثْلَهٗ لَـمْ يَـكُـنْ مِـنْ قَبْـلِ ذٰلِكَ كَائِنًا، وَ لَوْ كَانَ قَدِيْمًا لَكَانَ اِلٰهًـا ثَـانِيًـا لَا يُـقَـالُ كَانَ بَعْدَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ فَتَجْرِیَ عَلَيْهِ

الصَّفَاتُ الْمُحدَثَاتُ وَ لَا يَكُونُ بَيْنَهَا وَ بَيْنَهُ فَصْلٌ، وَ لَا لَهُ عَلَيْهَا فَضْلٌ، فَيَسْتَوِیَ الصَّانِعُ وَ الْمَصْنُوعُ، وَ يَتَكَافَأَ الْمُبْتَدِعُ وَ الْبَدِيعُ۔ خَلَقَ الْخَلَائِقَ عَلٰى غَيْرِ مِثَالٍ خَلَا مِنْ غَيْرِهِ، وَلَمْ يَسْتَعِنْ عَلٰى خَلْقِهَا بِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِهٖ۔ وَ اَنْشَأَ الْاَرْضَ فَاَمْسَكَهَا مِنْ غَيْرِ اشْتِغَالٍ۔ وَ اَرْسَاهَا عَلٰى غَيْرِ قَرَارٍ۔ وَ اَقَامَهَا بِغَيْرِ قَوَآئِمَ۔ وَ رَفَعَهَا بِغَيْرِ دَعَائِمَ۔ وَ حَصَّنَهَا مِنَ الْاَوَدِ وَ الْاِعْوِجَاجِ وَ مَنَعَهَا مِنَ التَّهَافُتِ وَ الْاِنْفِرَاجِ۔ اَرْسٰى اَوْتَادَهَا وَ ضَرَبَ اَسْدَادَهَا وَ اسْتَفَادَ عُيُوْنَهَا وَ خَدَّ اَوْدِيَتَهَا۔ فَلَمْ يَهِنْ مَا بَنَاهُ، وَ لَا ضَعُفَ مَا قَوَّاهُ۔ هُوَ الظَّاهِرُ عَلَيْهَا بِسُلْطَانِهٖ وَ عَظَمَتِهٖ، وَ هُوَ الْبَاطِنُ لَهَا بِعِلْمِهٖ وَ مَعْرِفَتِهٖ وَ الْعَالِیْ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مِّنْهَا بِجَلَالِهٖ وَ عِزَّتِهٖ۔ وَ لَا يُعْجِزُهٗ شَیْءٌ مِّنْهَا طَلَبَهٗ، وَ لَا يَمْتَنِعُ عَلَيْهِ فَيَغْلِبَهٗ۔ وَ لَا يَفُوْتُهُ السَّرِيْعُ مِنْهَا فَيَسْبِقَهٗ، وَ لَا يَحْتَاجُ اِلٰى ذِیْ مَالٍ فَيَرْزُقَهٗ خَضَعَتِ الْاَشْيَآءُ لَهٗ وَ ذَلَّتْ مُسْتَكِيْنَةً لِعَظَمَتِهٖ، لَا تَسْتَطِيْعُ الْهَرَبَ مِنْ سُلْطَانِهٖ اِلٰى غَيْرِهٖ فَتَمْتَنِعَ مِنْ نَفْعِهٖ وَ ضَرِّهٖ، وَ لَا كُفُؤَ لَهٗ فَيُكَافِئَهٗ وَ لَا نَظِيْرَ لَهٗ فَيُسَاوِيَهٗ هُوَ الْمُفْنِیْ لَهَا بَعْدَ وُجُوْدِهَا حَتّٰى يَصِيْرَ مَوْجُوْدُهَا كَمَفْقُوْدِهَا وَ لَيْسَ فَنَاءُ الدُّنْيَا بَعْدَ ابْتِدَاعِهَا بِاَعْجَبَ مِنْ اِنْشَائِهَا وَ اخْتِرَاعِهَا وَ كَيْفَ وَ

لَوِ اجْتَمَعَ جَمِيعُ حَيَوَانِهَا مِنْ طَيْرِهَا وَ بَهَائِمِهَا، وَ مَا كَانَ مِنْ مُرَاحِهَا وَ سَائِمِهَا، وَ اَصْنَافِ اَسْنَاخِهَا وَ اَجْنَاسِهَا وَ مُتَبَلِّدَةِ اُمَمِهَا وَ اَكْيَاسِهَا عَلٰى اِحْدَاثِ بَعُوضَةٍ مَا قَدَرَتْ عَلٰى اِحْدَاثِهَا، وَ لَا عَرَفَتْ كَيْفَ السَّبِيلُ اِلٰى اِيجَادِهَا۔ وَلَتَحَيَّرَتْ عُقُولُهَا فِيْ عِلْمِ ذٰلِكَ وَ تَاهَتْ۔ وَ عَجَزَتْ قُوَاهَا وَ تَنَاهَتْ، وَ رَجَعَتْ خَاسِئَةً حَسِيرَةً عَارِفَةً بِاَنَّهَا مَقْهُورَةٌ مُقِرَّةٌ بِالْعَجْزِ عَنْ اِنْشَائِهَا مُذْعِنَةً بِالضَّعْفِ عَنْ اِفْنَائِهَا وَ اِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ يَعُوْدُ بَعْدَ فَنَاءِ الدُّنْيَا وَحْدَهُ لَا شَيْءَ مَعَهُ كَمَا كَانَ قَبْلَ ابْتِدَائِهَا كَذٰلِكَ يَكُوْنُ بَعْدَ فَنَائِهَا۔ بِلَا وَقْتٍ وَ لَا مَكَانٍ، وَ لَا حِيْنٍ وَ لَا زَمَانٍ۔ عُدِمَتْ عِنْدَ ذٰلِكَ الْاٰجَالُ وَ الْاَوْقَاتُ، وَ زَالَتِ السُّنُوْنَ وَالسَّاعَاتُ۔ فَلَا شَيْءَ اِلَّا الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ الَّذِيْ اِلَيْهِ مَصِيْرُ جَمِيْعِ الْاُمُوْرِ۔ بِلَا قُدْرَةٍ مِنْهَا كَانَ ابْتِدَآءُ خَلْقِهَا وَ بِغَيْرِ امْتِنَاعٍ مِنْهَا كَانَ فَنَاؤُهَا۔ وَلَوْ قَدَرَتْ عَلَى الْاِمْتِنَاعِ دَامَ بَقَاؤُهَا۔ لَمْ يَتَكَا ئَدْهُ صُنْعُ شَيْءٍ مِنْهَا اِذْ صَنَعَهُ، وَلَمْ يَؤُدْهُ۔ مِنْهَا خَلْقُ مَا خَلَقَهُ وَ بَرَاَهُ، وَلَمْ يُكَوِّنْهَا لِتَشْدِيدِ سُلْطَانٍ۔ وَ لَا لِخَوْفٍ مِنْ زَوَالٍ وَ نُقْصَانٍ، وَ لَا لِلْاِسْتِعَانَةِ بِهَا عَلٰى نِدٍّ مُكَاثِرٍ، وَ لَا لِلْاِحْتِرَازِ بِهَا مِنْ ضِدٍّ مُثَاوِرٍ۔ وَ لَا

لِلْاِزْدِیَادِ بِهَا فِیْ مُلْکِه، وَ لَا لِمُکَاثَرَةِ شَرِیْكٍ فِیْ شِرْکِه۔ وَ لَا لِوَحْشَةٍ کَانَتْ مِنْهُ فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَأْنِسَ اِلَیْهَا۔ ثُمَّ هُوَ یُفْنِیْهَا بَعْدَ تَکْوِیْنِهَا لَا لِسَأَمٍ دَخَلَ عَلَیْهِ فِیْ تَصْرِیْفِهَا وَ تَدْبِیْرِهَا وَ لَا لِرَاحَةٍ وَاصِلَةٍ اِلَیْهِ۔ وَ لَا لِثِقَلِ شَیْءٍ مِّنْهَا عَلَیْهِ، لَمْ یُمِلَّهٗ طُوْلُ بَقَائِهَا فَیَدْعُوْهُ اِلٰی سُرْعَةِ اِفْنَائِهَا لٰکِنَّهٗ سُبْحَانَهٗ دَبَّرَهَا بِلُطْفِهٖ وَ اَمْسَکَهَا بِاَمْرِهٖ، وَ اَتْقَنَهَا بِقُدْرَتِهٖ ثُمَّ یُعِیْدُهَا بَعْدَ الْفَنَاءِ مِنْ غَیْرِ حَاجَةٍ مِّنْهُ اِلَیْهَا وَ لَا اسْتِعَانَةٍ بِشَیْءٍ مِّنْهَا عَلَیْهَا، وَ لَا لِاِنْصِرَافٍ مِّنْ حَالِ وَحْشَةٍ اِلٰی حَالِ اسْتِئْنَاسٍ، وَ لَا مِنْ حَالِ جَهْلٍ وَ عَمًی اِلٰی حَالِ عِلْمٍ وَ الْتِمَاسٍ۔ وَ لَا مِنْ فَقْرٍ وَ حَاجَةٍ اِلٰی غِنًی وَ کَثْرَةٍ۔ وَ لَا مِنْ ذُلٍّ وَ ضَعَةٍ اِلٰی عِزٍّ وَ قُدْرَةٍ۔''

(''نہج البلاغہ'' صفحات ۴۹۴ تا ۵۰۰)

(جس نے اسے مختلف کیفیتوں سے متصف کیا اُس نے اسے یکتا نہیں سمجھا، جس نے اس کا مثل ٹھہرایا اُس نے اس کی حقیقت کو نہیں پایا، جس نے اسے کسی چیز سے تشبیہ دی اُس نے اس کا قصد نہیں کیا، جس نے اسے قابلِ اشارہ سمجھا اور اپنے تصور کا پابند بنایا، اُس نے اس کا رُخ نہیں کیا، جو اپنی ذات سے پہچانا جائے وہ مخلوق ہوگا اور جو دوسرے کے سہارے پر قائم ہو، وہ علت کا محتاج ہوگا۔ وہ فاعل ہے بغیر آلات کو حرکت میں لائے۔ وہ

ہر چیز کا اندازہ مقرر کرنے والا ہے، بغیر فکر کی جولانی کے۔ وہ تونگر و غنی ہے بغیر دوسروں سے استفادہ کیے۔ نہ زمانہ اس کا ہم نشین، اور نہ آلات اس کے معاون و معین ہیں۔ اس کی ہستی زمانہ سے پیشتر، اس کا وجود عدم سے سابق اور اس کی ہمیشگی نقطۂ آغاز سے بھی پہلے سے ہے۔ اُس نے جو احساس و شعور کی قوتوں کو ایجاد کیا اسی سے معلوم ہوا کہ وہ خود حواس و آلاتِ شعور نہیں رکھتا، اور چیزوں میں ضدیت قرار دینے سے معلوم ہوا کہ اس کی ضد نہیں ہو سکتی اور چیزوں کو جو اُس نے ایک دوسرے کے ساتھ رکھا ہے، اسی سے معلوم ہوا کہ اُس کا کوئی ساتھی نہیں۔ اُس نے نور کو ظلمت کی، روشنی کو اندھیرے کی، خشکی کو تری کی، اور گرمی کو سردی کی ضد قرار دیا ہے۔ وہ ایک دوسرے کی دشمن چیزوں کو ایک مرکز پر جمع کرنے والا، متضاد چیزوں کو ملانے والا، ایک دوسرے سے دُور کی چیزوں کو باہم قریب لانے والا، اور باہم پیوستہ چیزوں کو الگ الگ کرنے والا ہے۔ وہ کسی حد میں محدود نہیں، اور نہ گننے سے شمار میں آتا ہے۔ جسمانی قویٰ تو جسمانی ہی چیزوں کو گھیرا کرتے ہیں، اور اپنے ہی ایسوں کی طرف اشارہ کر سکتے ہیں۔ انہیں لفظِ 'منذ' نے قدیم ہونے سے روک دیا ہے، اور لفظِ 'قد' نے ہمیشگی سے منع کر دیا ہے اور لفظِ 'لولا' نے کمال سے ہٹا دیا ہے۔ انہی اعضاء و جوارح اور حواس و مشاعر کے ذریعہ ان کا موجد عقلوں کے سامنے جلوہ گر ہوا ہے، اور ان ہی کے تقاضوں کے سبب سے آنکھوں کے مشاہدہ سے بَری ہو گیا ہے۔ حرکت و سکون اس پر طاری نہیں ہو سکتے۔ بھلا جو چیز اُس نے مخلوقات پر طاری کی

ہو، وہ اس پر کیونکر طاری ہوسکتی ہے، اور جو چیز پہلے پہل اسی نے پیدا کی ہے، وہ اس کی طرف عائد کیونکر ہوسکتی ہے، اور جس چیز کو اس نے پیدا کیا ہو، وہ اس میں کیونکر پیدا ہوسکتی ہے۔ اگر ایسا ہوتو اُس کی ذات تغیر پذیر قرار پائے گی، اور اس کی ہستی قابلِ تجزیہ ٹھہرے گی، اور اس کی حقیقت ہیشگی و دوام سے علیحدہ ہو جائے گی۔ اگر اس کے لیے سامنے کی جہت ہوتی تو پیچھے کی سمت بھی ہوتی، اور اگر اس میں کمی آتی تو وہ اس کی تکمیل کا محتاج ہوتا، اور اس صورت میں اس کے اندر مخلوق کی علامتیں آ جاتیں، اور جب کہ ساری چیزیں اس کی ہستی کی دلیل تھیں۔ اس صورت میں وہ خود کسی خالق کے وجود کی دلیل بن جاتا حالانکہ وہ اس امرِ مسلّمہ کی رُو سے کہ اس میں مخلوق کی صفتوں کا ہونا ممنوع ہے، اس سے بری ہے کہ اس میں وہ چیز اثر انداز ہو جو ممکنات میں اثر انداز ہوتی ہے۔ وہ اَدلتا بدلتا نہیں، نہ زوال پذیر ہوتا ہے۔ نہ غروب ہونا اس کے لیے روا ہے۔ اُس کی کوئی اولاد نہیں، اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے، ورنہ محدود ہو کر رہ جائے گا۔ وہ آل اولاد رکھنے سے بالاتر اور عورتوں کو چُھونے سے پاک ہے۔ تصورات اُسے پا نہیں سکتے کہ اُس کا اندازہ ٹھہرا لیں، اور عقلیں اُس کا تصور نہیں کرسکتیں کہ اُس کی کوئی صورت مقرر کرلیں۔ حواس اس کا ادراک نہیں کر سکتے کہ اُسے محسوس کرلیں، اور ہاتھ اُس سے مس نہیں ہوتے کہ اُسے چُھو لیں۔ وہ کسی حال میں بدلتا نہیں، اور نہ مختلف حالتوں میں منتقل ہوتا رہتا ہے۔ نہ شب و روز اسے کہنہ کرتے ہیں، نہ روشنی و تاریکی اسے متغیر کرتی ہے۔ اسے

اجزاء و جوارح صفات میں سے کسی صفت اور ذات کے علاوہ کسی بھی چیز اور حصوں سے متصف نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے لیے کسی حد اور اختتام اور زوال پذیری اور انتہا کو کہا نہیں جا سکتا اور نہ یہ کہ چیزیں اس پر حاوی ہیں کہ خواہ اُسے بلند کریں اور خواہ پست، یا چیزیں اُسے اُٹھائے ہوئے ہیں کہ چاہے اُسے اِدھر اُدھر موڑیں اور چاہے اُسے سیدھا رکھیں۔ نہ وہ چیزوں کے اندر ہے، اور نہ اُن سے باہر۔ وہ خبر دیتا ہے بغیر زبان اور تالو جبڑے کی حرکت کے، وہ سنتا ہے بغیر کانوں کے سوراخوں اور آلاتِ سماعت کے، وہ بات کرتا ہے بغیر تلفظ کے، وہ ہر چیز کو یاد رکھتا ہے بغیر یاد کرنے کی زحمت کے، وہ اِرادہ کرتا ہے بغیر قلب اور ضمیر کے، وہ دوست رکھتا ہے اور خوشنود ہوتا ہے بغیر رقتِ طبع کے، وہ دشمن رکھتا ہے اور غضبناک ہوتا ہے بغیر غم و غصہ کی تکلیف کے۔ جسے پیدا کرنا چاہتا ہے، اُسے ''ہو جا'' کہتا ہے جس سے وہ ہو جاتی ہے بغیر کسی ایسی آواز کے جو کان (کے پردوں) سے ٹکرائے اور بغیر ایسی صدا کے جو سنی جا سکے۔ بلکہ اللہ سبحانہٗ کا کلام بس اُس کا ایجاد کردہ فعل ہے اور اس طرح کا کلام پہلے سے موجود نہیں ہو سکتا، اور اگر وہ قدیم ہوتا تو دوسرا خدا ہوتا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ عدم کے بعد وجود میں آیا ہے کہ اس پر حادث صفتیں منطبق ہونے لگیں اور اس میں اور مخلوقات میں کوئی فرق نہ رہے، اور نہ اسے اس پر کوئی فوقیت و برتری رہے کہ جس کے نتیجہ میں خالق و مخلوق ایک سطح پر آ جائیں، اور صانع و مصنوع برابر ہو جائیں۔ اُس نے مخلوقات کو بغیر کسی ایسے نمونہ کے پیدا کیا کہ جو اس سے

پہلے کسی دوسرے نے قائم کیا ہو، اور اس کے بنانے میں اُس نے مخلوقات میں سے کسی ایک کی بھی مدد نہیں چاہی۔ وہ زمین کو وجود میں لایا اور بغیر اس کام میں اُلجھے ہوئے اسے برابر روکے تھامے رہا اور بغیر کسی چیز پر ٹکائے ہوئے اسے برقرار کر دیا، اور بغیر ستونوں کے اُس نے قائم اور بغیر کھمبوں کے اسے بلند کیا۔ کجی اور جھکاؤ سے اسے محفوظ کر دیا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرنے اور پھٹنے سے اُسے بچائے رہا۔ اس نے پہاڑوں کو میخوں کی طرح گاڑا اور چٹانوں کو مضبوطی سے نصب کیا، اس نے چشموں کو جاری اور پانی کی گزرگاہوں کو شگافتہ کیا۔ اُس نے جو بنایا اس میں کوئی سستی نہ آئی، اور جسے مضبوط کیا اس میں کمزوری نہیں پیدا ہوئی۔ وہ اپنی عظمت و شاہی کے ساتھ زمین پر غالب، علم و دانائی کی بدولت اُس کے اندرونی رازوں سے واقف اور اپنے جلال و عزت کے سبب سے اُس کی ہر چیز پر چھایا ہوا ہے۔ وہ جس چیز کا اُس سے خواہاں ہوتا ہے وہ اس کے دسترس سے باہر نہیں ہو سکتی اور نہ اس سے روگردانی کر کے اس پر غالب آ سکتی ہے، اور نہ کوئی تیز رو اُس کے قبضہ سے نکل سکتا ہے کہ اُس سے بڑھ جائے، اور نہ وہ کسی مال دار کا محتاج ہے کہ وہ اُسے روزی دے۔ تمام چیزیں اُس کے سامنے عاجز اور اُس کی بزرگی و عظمت کے آگے ذلیل و خوار ہیں۔ اس کی سلطنت (کی وسعتوں) سے نکل کر کسی اور طرف بھاگ جانے کی ہمت نہیں رکھتیں کہ اس کے جود و عطا سے (بے نیاز) اور اس کی گرفت سے اپنے کو محفوظ سمجھ لیں۔ نہ اس کا کوئی ہمسر ہے، جو اس کے برابر اُتر سکے۔ نہ اس کا کوئی مثل و نظیر

ہے جو اس سے برابری کر سکے۔ وہی ان چیزوں کو وجود کے بعد فنا کرنے والا ہے۔ یہاں تک کہ موجود چیزیں ان چیزوں کی طرح ہو جائیں کہ جو کبھی تھیں ہی نہیں، اور یہ دنیا کو پیدا کرنے کے بعد نیست و نابود کرنا اس کے شروع شروع وجود میں لانے سے زیادہ تعجب خیز (و دشوار) نہیں اور کیوں کر ایسا ہو سکتا ہے، جبکہ تمام حیوان، وہ پرندے ہوں یا چوپائے، رات کو گھروں کی طرف پلٹ کر آنے والے ہوں یا چراگاہوں میں چرنے والے، جس نوع کے بھی ہوں اور جس قسم کے ہوں، وہ اور تمام آدمی کو دن و غبی صنف سے ہوں یا زیرک و ہوشیار سب مل کر اگر ایک مچھر کو پیدا کرنا چاہیں تو وہ اُس کے پیدا کرنے پر قادر نہ ہوں گے، اور نہ یہ جان سکیں گے کہ اس کے پیدا کرنے کی کیا صورت اور اس جاننے کے سلسلہ میں ان کی عقلیں حیران و سرگرداں اور قوتیں عاجز و درماندہ ہو جائیں گی، اور یہ جانتے ہوئے کہ وہ شکست خوردہ ہیں اور یہ اقرار کرتے ہوئے کہ وہ اس کی ایجاد سے درماندہ ہیں اور یہ اعتراف کرتے ہوئے کہ وہ اس کے فنا کرنے سے بھی عاجز ہیں، خستہ و نامراد ہو کر پلٹ آئیں گے۔ بلا شبہ اللہ سبحانہٗ دنیا کے مٹ مٹا جانے کے بعد ایک اکیلا ہو گا۔ کوئی چیز اس کے ساتھ نہ ہو گی، جس طرح کہ دنیا کی ایجاد و آفرینش سے پہلے تھا۔ یونہی اس کے فنا ہو جانے کے بعد بغیر وقت و مکان اور ہنگام و زمان کے ہو گا۔ اُس وقت مدتیں اور اوقات، سال اور گھڑیاں سب نابود ہوں گی، سوائے اُس خدائے واحد و قہار کے جس کی طرف تمام چیزوں کی بازگشت ہے، کوئی چیز باقی نہ

رہے گی۔ ان کی آفرینش کی ابتداء ان کے اختیار وقدرت سے باہر تھی اور اُن کا فنا ہونا بھی اُن کی روک ٹوک کے بغیر ہوگا۔ اگر اُن کو انکار پر قدرت ہوتی تو اُن کی زندگی بقا سے ہمکنار ہوتی ۔ جب اُس نے کسی چیز کو بنایا تو اُس کے بنانے میں اُسے کوئی دشواری پیش نہیں آئی، اور نہ جس چیز کو اُس نے خلق وایجاد کیا اُس کی آفرینش نے اُسے خستہ و درماندکیا۔ اُس نے اپنی سلطنت (کی بنیادوں) کو استوار کرنے اور (مملکت کے) زوال اور (عزت کے) انحطات کے خطرات (سے بچنے) اور کسی حملہ آور غنیم سے محفوظ رہنے اور ملک وسلطنت کا دائرہ بڑھانے اور کسی شریک کے مقابلہ میں اپنی کثرت پر اِترانے کے لیے ان چیزوں کو پیدا نہیں کیا، اور نہ اس لیے کہ اُس نے (تنہائی کی) وحشت سے (گھبرا کر) یہ چاہا ہو کہ ان چیزوں سے جی لگائے ، پھر وہ ان چیزوں کو بنانے کے بعد فنا کر دے گا، اس لیے نہیں کہ ان میں ردوبدل کرنے اور ان کی دیکھ بھال رکھنے سے اسے دل تنگی لاحق ہوئی ہو، اور نہ اُس آسودگی وراحت کے خیال سے کہ جو (اُنہیں مٹا کر) اُسے حاصل ہونے کی توقع ہو، اور نہ اس وجہ سے کہ ان میں سے کسی چیز کا اس پر بوجھ ہو، اسے ان چیزوں کی طول طویل بقا آزردہ و دل تنگ نہیں بناتی کہ یہ انہیں جلدی سے فنا کر دینے کی اُسے دعوت دے، بلکہ اللہ سبحانہٗ نے اپنے لطف وکرم سے ان کا بندوبست کیا ہے اور اپنے فرمان سے ان کی روک تھام کر رکھی ہے، اور اپنی قدرت سے ان کو مضبوط بنایا ہے۔ پھر وہ ان چیزوں کو فنا کے بعد پلٹائے گا۔ نہ اس لیے کہ ان میں سے کسی چیز کی

اُسے احتیاج ہے، اور اُن کی مدد کا خواہاں ہے، اور نہ تنہائی کی اُلجھن سے منتقل ہو کر دل بستگی کی حالت پیدا کرنے کے لیے اور نہ جہالت و بے بصیرتی کی حالت سے واقفیت و تجربات کی دنیا میں آنے کے لیے اور نہ فقر و احتیاج سے دولت و فراوانی اور ذلت و پستی سے عزت و توانائی کی طرف منتقل ہونے کے لیے ان کو دوبارہ پیدا کرتا ہے۔)

دیکھا آپ نے کہ اللہ کی آیتِ کبریٰ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ نے اللہ سے ملاقات کیسے کرائی ہے!

یہ ہے فائدہ ''آیات اللہ'' سے تمسک کا!

ورنہ

منکرینِ آیات اللہ کا 'رب'

تو

'عرش پر تخت پر جلوہ افروز ہے'

قیامت کے روز انسانوں کے سامنے آئے گا۔ ملاحظہ فرمایئے وضعی احادیث:

(۱) ''حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت سیدِ عالمؐ نے فرمایا کہ: بے شک (قیامت کے روز) اللہ تعالیٰ مومن کو اپنے قریب کریں گے اور (محشر والوں سے اسے پوشیدہ کر کے) فرمائیں گے: کیا تجھے فلاں گناہ یاد ہے؟ کیا تجھے فلاں گناہ یاد ہے؟ وہ جواب میں عرض کرے گا کہ: ہاں اے رب! یاد ہے۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس سے گناہوں کا اقرار کرا لیں گے، اور وہ اپنے دل میں یقین کر لے گا کہ میں برباد ہو چکا، اللہ تعالیٰ فرمائیں

گے کہ: میں نے دنیا میں تیری پردہ پوشی کی اوران گناہوں کوظاہر نہ ہونے دیا،اوراب میں بخشش کر دیتا ہوں۔اس کے بعداس کی نیکیوں کا اعمال نامہ اسے عنایت کر دیا جائے گا۔لیکن کافراورمنافق لوگوں کی تشہیر کی جائے گی، ساری مخلوق کے سامنے ان کے متعلق زور سے پکار دیا جائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی نسبت جھوٹی باتیں لگائی تھیں ،خبردار! اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر۔

بغیر کسی واسطے اور بلا حجاب کے اللہ کو جواب دینا ہوگا

حضرت عدی بن حاتمؓ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت سیّدِ عالمؐ نے ارشاد فرمایا کہ:تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس سے اس کا رب خود (حساب لینے کے سلسلے میں) بات نہ کرے ، بندے کے اور اس کے رب کے درمیان کوئی واسطہ اورکوئی حجاب نہ ہوگا، اس وقت بندہ اپنی داہنی طرف نظر کرے گا تو اپنے اعمال کے علاوہ کچھ نظر نہ آئے گا،اوراپنی بائیں طرف نظر کرے گا تو جو پہلے سے کر کے بھیجا تھا وہ نظر آئے گا،اوراپنے سامنے نظر کرے گا تو سامنے دوزخ ہی پر نظر پڑے گی۔(اس کے بعد ارشادفرمایا) لہٰذا تم دوزخ سے بچو!اگر چہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی (فی سبیل اللہ) خرچ کرنے کوتمہارے پاس ہو۔"

("مرنے کے بعد کیا ہوگا؟"،صفحات ۱۶۰ تا ۱۶۱)

(۲) **(نعوذ باللّٰہ)اللہ جہنم میں اپنا قدم بھی رکھے گا۔ملاحظہ فرمایئے:**

"حدیث شریف میں ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے ارشادفرمایا کہ:

جہنم میں دوزخی ڈالے جاتے رہیں گےاور دوزخ "هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ" (کیا اور بھی ہے؟) کہتی جائے گی ، اور سب دوزخی داخل ہو جائیں گے جب بھی نہ بھرے گی، حتیٰ کہ اللہ رب العزت اس پر اپنا قدم رکھ دیں گے جس کی وجہ سے دوزخ سمٹ جائے گی اور یوں عرض کرے گی: "قَطْ قَطْ بِعِزَّتِكَ وَكَرَمِكَ "(بس! بس! آپ کی عزت اور کرم کا واسطہ دیتی ہوں۔)"

("مرنے کے بعد کیا ہو گا"، صفحات ۲۳۶۔۲۳۷)

باب نوز دھم

حبطِ اعمال کے نتائج و عواقب

انسانوں کی واضح اکثریت اس بناء پر معصیتِ الٰہی پر تلی ہوئی ہے کہ اللہ تو ''غفورالرحیم'' ہے، وہ تو بس بخشش کا کوئی نہ کوئی بہانہ تلاش کرتا رہتا ہے، اور بخش دے گا،

مگر

اس قبیل کے انسان یہ حقیقت بھلائے بیٹھے ہیں کہ وہی ''غفورالرحیم'' جبار وقہار بھی ہے، اور اپنے وعدے کے خلاف بھی نہیں کرتا۔

اس لیے

جب اُس نے کسی گناہ پہ کہہ دیا کہ ایسے گناہ کا مرتکب ہمیشہ ہمیشہ نارِ جہنم میں رہے گا ــــ تو رہے گا ــــ کیونکہ ــــ اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

جن افعالِ شنیعہ پہ اُس نے کہہ دیا کہ انسان کے اعمالِ صالحہ حبط ہو گئے، ایسے افعال میں کوئی رو رعایت نہیں ــــ کوئی استثنیٰ نہیں ــــ جیسے ہی عمل کیا، افعال حبط ہو گئے۔

صرف اعمال حبط ہونے پہ بس نہیں ہے، بلکہ جن کے اعمال حبط ہو جاتے ہیں، اُن کے لیے مزید وعیدیں بھی ہیں۔

آیئے دیکھیں ــــ کیا، کیا؟

❁ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (سورۃ البقرہ، آیت ۲۱۷)

(تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا و آخرت میں حبط (اکارت) گئے، اور یہی لوگ دوزخی ہیں (اور) وہ ہمیشہ اسی میں رہنے والے ہیں)

"......اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ○" (سورۃ التوبہ، آیت ۱۷)

((اس کفر کے باعث) ان کے اعمال اکارت ہو گئے ہیں، اور وہ (جہنم کی) آگ میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں)

"......اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ○" (سورۂ آلِ عمران، آیت ۲۲)

(یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں حبط (اکارت) ہو گئے، اور اُن کا کوئی بھی مددگار نہ ہوگا۔)

"......فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ ع" (سورۃ المائدہ، آیت ۵)

(تو یقیناً اس کا عمل ضائع ہو گیا، اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔)

"......حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ" (سورۃ المائدہ، آیت ۵۳)

(اُن کے اعمال ضائع ہو گئے، پھر وہ نقصان اٹھانے والے ہو گئے۔)

"......اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ج وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○" (سورۃ التوبہ، آیت ۶۹)

(انہی لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت میں اکارت ہو گئے، اور یہی لوگ

نقصان اٹھانے والے ہیں۔)

❁ ''......فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا٥''(سورۃ الکہف، آیت ۱۰۵)

(پس ان کے اعمال اکارت ہو گئے۔ پھر ہم قیامت کے دن ان کے لیے کوئی میزان قائم نہ کریں گے)

❁ ''......اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ٥''(سورۂ ہودؑ، آیت ۱۶)

(یہ وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں سوائے (دوزخ کی) آگ کے اور کچھ نہیں ہے، اور جو کچھ انہوں نے اس (دنیا) میں کیا تھا وہ سب ضائع ہو گیا، اور جو کچھ وہ کیا کرتے تھے، وہ سب باطل ہو گیا۔)

مندرجہ بالا آیاتِ قرآنی کا خلاصہ یہ ہے کہ جن کے اعمالِ صالحہ حبط ہو گئے ــــ

(۱) وہ ہمیشہ نارِ جہنم میں رہیں گے؛
(۲) اُن کا کوئی مددگار نہیں ہوگا؛
(۳) وہ خسارے میں ہیں؛
(۴) اُن کے لیے قیامت کے روز کوئی میزان قائم نہ ہوگی؛ اور
(۵) اُن کے تمام اعمال باطل ہو جائیں گے۔

لہٰذا حبطِ اعمال کا باعث بننے والے افعالِ شنیعہ سے بچنا از حد ضروری ہے۔

باب بیستم

حبطِ اعمال سے بچاؤ کیسے ہو؟

آپ حبطِ اعمال سے یقیناً بچ سکتے ہیں، بشرطیکہ ——

(1) آپ اللہ جلّ شانہٗ کو وحدہٗ لاشریک مانتے ہوئے، اُس کے فرستادہ رسولِ آخر حضرت محمدؐ کو اُس کا بندہ اور شارعِ شریعت مانیں، اور حضرت علیؑ تا حضرت محمد مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کو حضرت محمدؐ کے وصی، جانشین اور محافظانِ دین تسلیم کر کے اُن سے متمسک رہیں، اور ان کے دشمنوں سے اظہارِ برأت کریں۔

(2) اللہ کو وحدہٗ لاشریک ماننے؛ حضرت محمدؐ کو اللہ کا فرستادہ رسولؐ ماننے؛ اور حضرت علیؑ تا حضرت محمد مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کو ماننے کا تقاضا ہے کہ صرف اور صرف اُن کی مانیں، اور اُن کے ہر غیر کی طرف سے اپنے کان اور آنکھیں بند رکھیں۔

(3) انبیاء علیہم السلام کے قاتلوں سے اعلانیہ اظہارِ برأت کریں، اور انہیں بے نقاب کریں۔

(4) حقیقی ''آیات اللہ'' یعنی آئمۃ الہدیٰ امام علیؑ تا امام مہدیؑ سے تمسّک اختیار کریں، اور اُن کے ہر غیر سے اعلانیہ اظہارِ برأت کریں۔

کسی خودساختہ ''آیت اللہ'' کو مذہبی پیشوائی کا حقدار نہ مانیں۔

(5) اللہ و رسولؐ کو ماننے کے ساتھ ساتھ ''آیات اللہ'' یعنی آئمۃ الہدیٰ کو تسلیم کریں، ورنہ ارتداد کا شکار ہوں گے۔

(6) نہ صرف خود امام علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کی راہ پر سختی سے گامزن رہیں، بلکہ دوسروں کو بھی صمیمِ قلب سے دعوت دیں کہ یہی اللہ کا راستہ ہے۔

(7) معاشرے میں انصاف قائم کرنے کے لیے آئمۃ الہدیٰ کی پیروی کریں۔

(8) جہاد بالنفس؛ جہاد بالسیف؛ جہاد بالقلم؛ جہاد باللسان؛ اور عزاداری سے جی نہ چرائیں۔

(9) یوں تو کسی بھی مہینے میں لڑنا روا نہیں ہے، مگر ماہِ حرام میں بالخصوص لڑائی سے اجتناب برتیں۔

بارہ مہینے دراصل آئمہؑ اثنا عشر ہیں اور چار ماہِ حرام —— امام علیؑ ابنِ ابی طالبؑ؛ امام علیؑ ابن الحسینؑ؛ امام علیؑ ابنِ موسیٰ الرضاؑ؛ اور امام علیؑ ابنِ محمدؑ، ہیں، ان کی حقیقت کو سمجھیں۔

(10) اللہ کی مساجد کو اللہ ہی کی مِلک مانتے ہوئے اپنی اپنی اُجارہ داری ختم کر دیں، اور ہر مسجد کو ہر مسلمان کے لیے کھول دیں۔

(11) فتنہ انگیزی سے مکمل پرہیز کریں، کیونکہ یہ قتل سے بھی بڑھ کر ہے۔

(12) نبیٔ آخرؐ کی آواز پر اپنی آواز کو بلند نہ کریں یعنی اُن کے کسی بھی حُکم پر خود حَکَم بن کر مت بیٹھیں۔

(13) دنیا کی رنگینیوں میں نہ کھوئیں۔ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کی اتباع میں دنیا کو تین طلاقیں دے کر اسے اپنے اوپر بائن کر لیں۔

(14) مالِ دنیا میں مست انسانوں کی پیروی نہ کریں۔

(15) یہود و نصاریٰ سے ہرگز ہرگز دوستی نہ کریں۔ اُن سے دنیاوی کاروبار ضرور کریں، مگر یہ جانتے ہوئے کہ وہ آپسمیں ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور مسلمانوں کے خلاف ایک متحدہ محاذ ہیں۔

(16) ''لقاء الآخرہ'' (آخرت میں ملاقات) کا انکار نہ کریں، مگر یہ جانتے ہوئے کہ یہ ملاقات صرف اور صرف محمدؐ و آلِ محمدؐ سے ہوگی، اللہ جلَّ شانہٗ سے نہیں!

کتابیات

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	ناشر	ایڈیشن
1	القرآن	مترجم: علامہ سیّد امداد حسین کاظمیؒ	حمایتِ اہلِ بیتؑ (وقف)، ریلوے روڈ، لاہور۔	۱۳۸۱ھ
2	خطبۂ غدیر	خطیب: حضرت محمد مصطفیٰؐ ترجمہ: سیّد علی عمران رضوی	حلقۂ اربابِ فکر و نظر پاکستان، 186۔ نیو انارکلی، لاہور۔	2010ء
3	نہج البلاغہ	مترجم: مفتی جعفر حسین	امامیہ کتب خانہ، اندرون موچی دروازہ، لاہور۔	سنِ اشاعت ندارد
4	نہج الاسرار من کلامِ حیدرِ کرّارؑ	مولوی سیّد غلام حسین رضا	رحمت اللہ بک ایجنسی، بالمقابل بڑا امام بارگاہ، کھارادر، کراچی۔	سنِ اشاعت ندارد
5	خطبۂ لُمّہ	خطیبہ: سیّدہ فاطمۃ الزہراؑ ترجمہ: سیّد علی عمران رضوی	حلقۂ اربابِ فکر و نظر پاکستان، 186۔ نیو انارکلی، لاہور۔	2011ء
6	الشافی ترجمہ اُصولِ کافی	مؤلف: شیخ محمد یعقوب کلینیؒ مترجم: علامہ ظفر حسن امروہویؒ	ظفر شمیم پبلیکیشنز (ٹرسٹ)، ناظم آباد نمبر 2، کراچی۔	2000ء

7	عیون اخبار الرضاؑ	مؤلف: شیخ صدوقؒ مترجم: سیّد تبشر رضا کاظمی	مکتبۃ الرضا، 8۔ بیسمنٹ میاں مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔	سنِ اشاعت ندارد
8	ثواب الاعمال وعقاب الاعمال	مؤلف: شیخ صدوقؒ مترجم: دلاور حسین حجتی	الکساء پبلیشرز، آر۔۱۵۹، سیکٹر بی۔۲، نارتھ کراچی۔	2004ء
9	امتزاجِ نور و طین (تخلیقِ محمدؐ وآلِ محمدؐ)	سیّد ظلِ حسنین زیدی سرسوی	دی سوسائٹی آف میثمِ تمار ٹرسٹ، لاہور۔	1994ء
10	ماہنامہ خیر العمل، لاہور، جلد 34، شمارہ 3، 4 (عزاداری اسپیشل۔I)	سیّد علی عمران رضوی	حلقۂ اربابِ فکر ونظر پاکستان، 186۔نیو انار کلی، لاہور۔	دسمبر 2011ء
11	خیر العمل جنتری 2012ء، جلد 34، شمارہ 1، 2	سیّد علی عمران رضوی	حلقۂ اربابِ فکر ونظر پاکستان، 186۔نیو انار کلی، لاہور۔	اکتوبر 2011ء
12	خدا کے منتخب بندے	اطہر رضوی (کینیڈا)	فکشن ہاؤس، 18۔مزنگ روڈ، لاہور۔	1998ء
13	ہمفرے کے اعترافات (اُردو ترجمہ: Colonisation Ideals: Humphry's Memoirs)	Lord Humphry		2005ء

14	Confessions of a British Spy and British Enmity against Islam	Lord Humphry	Waqf Ikhlas Publications, Istanbul, Turkey	— 8th Edition 2001ء
15	مرنے کے بعد کیا ہوگا؟	مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری	ادارہ المعارف، کراچی ـ 14	2008ء
16	پنجاب کی ذاتیں	سر ڈینزل اِبٹسن (ترجمہ: یاسر جواد)	فکشن ہاؤس، 18 ـ مزنگ روڈ، لاہور ـ	2006ء
17	المنجد (عربی اُردو)	مولانا مفتی محمد شفیع	فرید بکڈ پو (پرائیویٹ) لمیٹڈ، 422 ـ مٹیا محل، اُردو مارکیٹ، جامعہ مسجد، دہلی (بھارت)	سنِ اشاعت ندارد
18	مجالس الصادقین	حضرت سیّد شفاء اللہ ادیم نقویؒ	ایس ـ اے ـ رضوی، ۱۵ ـ ایف بلاک ـ ۲، پی ای سی ایچ ایس، کراچی	1978ء
19	غزوات النبیؐ	علاّمہ علی بن برہان الدین حلبی	دارالاشاعت، اُردو بازار، ایم اے جناح روڈ، کراچی	اپریل 2001ء
20	عالمی یہودی تنظیمیں	مفتی ابولبابہ شاہ منصور	السعید، کراچی	2009ء
21	حیاتِ محمدؐ	محمد حسنین ہیکل مترجم: محمد مسعود عبدہٗ	الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور ـ	سنِ اشاعت ندارد

22	احیاء العلوم	ابو حامد محمد الغزالی مترجم: (مولانا) ندیم الواجدی	ادارۂ اسلامیات، 190۔ انارکلی، لاہور۔	جون 2006ء
23	الصواعق المحرقہ (اردو ترجمہ: برقِ سوزاں)	علاّمہ ابنِ حجر مکی مترجم: علاّمہ اختر فتح پوری	شبیر برادرز، اردو بازار، لاہور۔	سنِ اشاعت ندارد
24	فتاویٰ مولانا عبدالحیٔ	قاضی عبدالحیٔ فرنگی محلی	ادارۂ اسلامیات، 190۔ انارکلی، لاہور۔	سنِ اشاعت ندارد
25	دیوانِ غالبؔ	میرزا اسد اللہ خان غالبؔ	فیروز سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، مال روڈ، لاہور۔	۱۹۸۹ء
26	تالمود (Talmud)			
27	غمِ جاوداں	اُستاد قمر جلالوی	شیخ شوکت علی اینڈ سنز، اردو بازار ایکسٹینشن، ایم اے، جناح روڈ، لاہور۔	1986ء
28	امالی شیخ صدوقؒ	شیخ صدوقؒ مترجم: سیّد منیر حسن رضوی	ادارہ منہاج الصالحین، جناح ٹاؤن، ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور۔	سنِ اشاعت ندارد
29	مناقبِ اہلِ بیتؑ	سیّد احمد مستنبط	ادارہ منہاج الصالحین، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔	سنِ اشاعت ندارد

30	سیرتِ حضرت امیر معاویہ	(مولانا) محمد نافع	دارالکتاب، 6-A یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔	جنوری 2011ء
31	ماہنامہ تنظیم الاسلام، لاہور بابت ماہِ فروری 2009ء	نواب سیّد مظاہر حسین نقوی	مجلسِ تنظیم الاسلام، 17۔بی جوائے شاہ روڈ، سانده، لاہور۔	2009ء
32	جوش کے مرثیے	مرتبہ: علاّمہ سیّد ضمیر اختر نقوی	محفوظ بک ایجنسی، امام بارگاہ شاہِ نجف، مارٹن روڈ، کراچی۔	رمضان ۱۴۲۶ھ
33	تلخیاں	ساحرلدھیانوی	خیام پبلشرز، چوک اردو بازار، لاہور۔	جنوری 1995ء
34	ماہنامہ خیر العمل، لاہور (احسن عمرانی نمبر)	سیّد علی عمران رضوی	حلقۂ اربابِ فکر و نظر پاکستان، 186۔نیو انارکلی، لاہور۔	نومبر 2005ء
35	ماہنامہ خیر العمل، لاہور (بیت الحزن) (اختر چنیوٹی نمبر)	سیّد علی عمران رضوی	حلقۂ اربابِ فکر و نظر پاکستان، 186۔نیو انارکلی، لاہور۔	اپریل/مئی 2010ء

انتظار فرمائیے
مقصدِ شہادت — سیّد الشہداءؑ کی زبان میں
نہج الشہادۃ
مرتّبہ: سیّد علی عمران رضوی
ناشر: حلقۂ اربابِ فکر و نظر پاکستان

لوحِ حروفِ مقطعات

قرآن مجید میں کل 26 حروف مقطعات ہیں، جن میں سے مکررات نکال کر سامنے دیئے گئے 14 حروفِ مقطعات ہیں۔
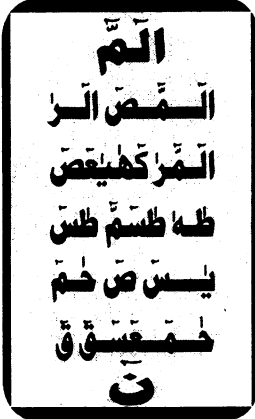
یہ 14 حروفِ مقطعات اسرارِ الٰہی کا خزانہ ہیں۔ ان کے مفاہیم سوائے باری تعالیٰ اور راسخون فی العلم کے کوئی نہیں جانتا۔ معصومینؑ نے ان حروف کے بارے میں جتنا علم دیا ہے، اس کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ ان کے عامل کے لئے بعید نہیں ہے کہ سطحِ آب پر ایسے ہی چلنے کے قابل ہو جائے، جیسا کہ عام آدمی زمین پر چلتا ہے۔ جو شخص ان حروف کو حرزِ جاں بنا کر رکھے، اللہ تعالیٰ بتصدقِ چہاردہ معصومینؑ اس کی ہر جائز دنیوی و دینی حاجت بر لاتا ہے، اور اسے صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رہنے کے لئے بذریعہ مستعان مدد دیتا ہے۔

الٓمٓ
الٓمٓصٓ الٓرٰ
الٓمٓرٰ کٓهٰیٰعٓصٓ
طٰهٰ طٰسٓمٓ طٰسٓ
یٰسٓ صٓ حٰمٓ
حٰمٓ عٓسٓقٓ قٓ
نٓ

جس طرح تفرقہ بازی نے دینِ اسلام میں دیگر تحریفات کی ہیں، اسی طرح حروفِ مقطعات بھی تحریفات کا شکار ہوئے ہیں۔
ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت مارکیٹ میں حسبِ ذیل حروف کی لوح "لوحِ قرآنی" کے نام سے پھیلائی گئی ہے۔

لوحِ قرآنی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٓمٓ	حٰمٓعٓسٓقٓ	نٓ
الٓمٓصٓ	حٰمٓ	یٰسٓ
کٓهٰیٰعٓصٓ	قٓ	اٰمین

کسی نے 14 حروفِ مقطعات میں "آمین" شامل کر کے 15 کر دیئے ہیں۔ ہم نے متلاشیانِ حق کی سہولت کے لئے "اصلی لوحِ حروفِ مقطعات" تیار کروائی ہوئی ہیں۔ یہ لوح ہر سال ۱۳ رجب کو تیار کی جاتی ہے۔ لوح حاصل کرنے کے لئے ماہنامہ "خیر العمل" کی ممبر شپ ضروری ہے۔ لوح کا ہدیہ صرف اسکی کاسٹ بغیر نفع و نقصان مبلغ -/2000 روپے ہے۔

شعبۂ روحانیات

ماہنامہ "خیر العمل"، حلقۂ اربابِ فکر و نظر پاکستان، 186-نیو انارکلی، لاہور (فون: 37320114)